نظر ثانی شدہ ایڈیشن

میرا جینا میرا مرنا

اللہ رب العالمین کے لیے

eBook

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام کتاب ------------ میرا جینا میرا مرنا
مؤلف ------------ امِّ عثمان
ناشر ------------ الھدیٰ پبلی کیشنز، اسلام آباد
ایڈیشن ------------ دسواں
ISBN ------------ 978-969-8665-37-1
تعداد ------------ 5000
قیمت ------------
تاریخ طبع ------------ اکتوبر 2017

ملنے کے پتے

پاکستان
7-AK Brohi Road, H-11/4, Islamabad, Pakistan
فون: +92-51-4866130-1, +92-51-4866150-1 +92-51-4866125-9
www.alhudapublications.org
www.alhudapk.com **www.farhathashmi.com**

امریکہ
PO Box 2256 Keller TX 76244
فون: +1-817-285-9450 +1-480-234-8918
www.alhudaonlinebooks.com

کینیڈا
5671 McAdam Rd ON L4Z IN9 Mississauga Canada
فون: +1-905-624-2030 +1-647-869-6679
www.alhudainstitute.ca

برطانیہ
14 Wangey Road, Chadwell Heath Romford,
Essex RM6 4AJ London U.K.
فون: +44-20-8599-5277 +44-79-1312-1096
alhudauk.info@gmail.com
alhudaproducts.uk@gmail.com

میرا جینا میرا مرنا

اللہ رب العالمین کے لیے

”قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○
لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ “
(الانعام:162-163)

ترجمہ”: کہہ دو بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھے اسی بات کے اعلان کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا اس کا فرمانبردار ہوں۔“

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
1.	تعارف	1
2.	حسن صحت	3
3.	انداز زندگی	4
4.	روحانی صحت	5
5.	جسمانی صحت	10
6	عیادت	26
7.	حسن وصیت	35
8.	روانگی کی یاددہانی	47
9.	آخری سفر کی تیاری	54
10.	حسن خاتمہ	60
11.	وفات کے بعد	71
12.	صبر	77
13.	نوحہ وبین	87
14.	غسل میت	93
15.	طریقہ غسل	97
16.	کفن دینا	100
17.	کفن لپیٹنے کا طریقہ کار	103
18.	مرد میت کو کفن لپیٹنے کا طریقہ کار	104
19.	عورت میت کو کفن لپیٹنے کا طریقہ کار	106
20.	غسل وکفن کے مراحل میں غیر مسنون افعال	111
21.	میت کے قرض کی ادئیگی	112
22.	حسن وداع	118
23.	نماز جنازہ	124

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
24.	طریقہ نمازِ جنازہ	130
25.	مسافر کی منزل	135
26.	قبر	136
27.	قبر کا قیام	154
28.	تعزیت	182
29.	زیارت قبور	190
30.	رسومات وبدعات	203
31.	ایصال ثواب کے مسنون طریقے	220
32.	عمر میں برکت	240
33.	بیوہ کی عدت	248
34.	بیوہ کی خدمت	251
35.	یتیم کے ساتھ حسن سلوک	253
36.	بچے کی موت	260
37.	شہادت	267
38.	قتل مومن	279
39.	خودکُشی	289
40.	نسل کُشی	297
41.	الدُّعاء	303
42.	بیماریوں کا پاکیزہ دم سے علاج	320
43.	مختلف دردوں سے نجات کے لیے دعائیں	324
44.	میت کی مغفرت کے لیے مسنون دعائیں	331

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

تعارف

زندگی اس دنیا میں آنے کا نام اور موت دنیا سے واپسی کا نام ہے۔ اس آنے اور جانے کے درمیان ایک مختصر سا وقت جو ہم سب کو ملا ہے، ہر چیز سے قیمتی ہے۔ اس وقت کا صحیح حق وہی ادا کرسکتا ہے اور اس سے حقیقی فائدہ وہی اٹھا سکتا ہے جو اپنے آغاز اور انجام سے باخبر ہو۔

اس چندروزہ دنیا میں کامیاب وہ نہیں جو ڈھیروں مال کمالے، بڑے بڑے محلات تعمیر کرلے، یا چند دن کے لیے شہرت پالے۔ اصل کامیاب وہ ہے جو اپنے وقت کو مفید کاموں میں استعمال کرتے ہوئے اپنے خالق کی مرضی کے مطابق خود کو اُسی کے لیے خالص کرلے۔ کیونکہ آخرت میں بھی صرف وہی اعمال کام آئیں گے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے ہوں گے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَوۡمَ لَا يَنۡفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوۡنَ o اِلَّا مَنۡ اَتَى اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ o ﴾

(الشعراء: 88,89)

”جس روز مال اور بیٹے کام نہ آئیں گے مگر (کامیاب وہی ہے)

جو اللہ کے پاس قلبِ سلیم لیے ہوئے آئے“۔

یہ زندگی تو دراصل اس بات کا امتحان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو ہم کس کی مرضی کے مطابق استعمال کرتے ہیں، رحمٰن کی یا شیطان کی۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ ... الَّذِىۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَيٰوةَ لِيَبۡلُوَكُمۡ اَيُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ط ﴾

(الملک: 2)

”اس نے موت اور زندگی کو اس لیے پیدا کیا کہ تمہارا امتحان لے

کہ تم میں سب سے اچھے کام کون کرتا ہے“۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی اس تعلیم کے برعکس ہمارے معاشرے کی اکثریت جہاں اس ارفع واعلیٰ مقصدِ حیات سے غافل ہے وہاں دنیا سے واپسی کے سفر‘ اس کی کیفیت اور موت کے بعد پیش آنے والے حالات اور حقیقت سے بھی بے خبر ہے.....اس پر دل خون کے آنسو روتا ہے.....اسی احساس کے پیشِ نظر یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے تاکہ قرآن مجید اور احادیث نبوی کی روشنی میں سفرِ واپسی کے مختلف مراحل کے بارے میں عوام الناس کو باخبر کیا جائے۔ شاید کہ ہم سب کے دل میں یہ بات اتر جائے اور ہم انجام سے باخبر ہو کر حال کی بھی کچھ اصلاح کر سکیں۔

اللہ کرے ہم سب کا سفرِ واپسی رب العزت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق طے ہو جائے‘ تاکہ ملاقات کے وقت وہ ہم پر نظرِ کرم کرے.......آمین!

اس کتاب کی تیاری کے سلسلے میں‘ میں اپنی استاذہ محترمہ ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی صاحبہ اور استادِ محترم ڈاکٹر محمد ادریس زبیر صاحب کی شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر مرحلے پر میری رہنمائی کی ....علاوہ ازیں جن کا بھی اس کام میں تعاون رہا‘ ان سب کے لیے دعا گو ہوں۔

اس کتاب کو مزید بہتر بنانے کے لیے
ہر قسم کے اچھے مشوروں کی منتظر
اُمّ عثمان
اپریل 2008ء (ربیع الثانی ۱۴۲۹)

حُسنِ صحت

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بنائی ہوئی اس کائنات میں تمام واقعات وحادثات اسی کے ارادہ اور حکم سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ صحت و بیماری بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اچھی صحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو عطا کی جانے والی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے، اسے امانت سمجھ کر اس کی حفاظت اور قدر کی جائے تو دینی اور دنیاوی فرائض کی بجا آوری با آسانی ہوسکتی ہے۔ اس کا خیال نہ رکھنا اس نعمت کی ناشکری ہے جس کا نتیجہ اکثر بیماری و بیکاری کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اس طرح انسان نہ دنیا کے لئے کچھ کرسکتا ہے اور نہ ہی اپنی آخرت سنوارنے کے لئے خیر اور بھلائی کے کاموں میں حصہ لے سکتا ہے۔

اللہ کے رسول اور نبی محمد ﷺ نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی اکثر لوگ قدر نہیں کرتے اور ان کو برباد کرتے ہیں۔ ایک تندرستی اور دوسری فراغت‘‘۔ (بخاری)

تندرستی اور فراغت میں نیکی وثواب کے کام اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کر لی جائے تو آخرت کے لئے بہترین سامان ہوسکتا ہے۔ لغو کاموں میں مشغول ہو کر فراغت کو بے کاری بنا لینا یا اس میں سے بھی آخرت کا نفع تلاش کرنا اپنے بس کی بات ہے۔ فارغ اوقات میں سب سے آسان مگر نہایت فائدہ مند عمل زبان کو ذکر سے تر رکھنا ہے۔

اندازِ زندگی

اسلام اعتدال پسند دین ہے۔ یہ انسان کو سادگی اور میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے' جو اس کی بہت سی جسمانی قوتوں، مال اور وقت کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھتی ہے لہٰذا اس عارضی دنیا میں عیش و نشاط اور تن آسانی والی زندگی گزارنا مومن کی نشانی نہیں۔

ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

’’سادہ زندگی گزارنا ایمان کی علامت ہے‘‘۔ (ابوداؤد)

ایک موقع پر فرمایا:

’’سیدھے سادھے رہو، میانہ روی اختیار کرو اور ہشاش بشاش رہو‘‘۔ (مشکوٰۃ)

نعمتوں سے صرف عیش و آرام حاصل کرنا اور پھر ان کا اتنا عادی ہو جانا کہ چھن جائیں تو سنبھل نہ سکیں، بڑی نادانی کی بات ہے۔ سیّدنا عمرؓ کا قول ہے:

اِخْشَوْشِنُوْا فَاِنَّ النِّعَمَ لَا تَدُوْم

’’سخت جان بنو پس نعمتیں ہمیشہ باقی نہیں رہتیں‘‘

ضروریاتِ زندگی کو بڑھاتے ہی چلے جانا یا وسائل کے ہوتے ہوئے بھی ان کو محدود رکھنا انسان کے اپنے اختیار کی بات ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا:

’’دُنیا میں اس طرح رہو جس طرح کوئی مسافر یا راہ گزر رہتا ہے‘‘۔ (بخاری)

اور عبداللہ بن عمرؓ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ’’جب شام کا وقت ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو اور اپنی صحت کے اوقات میں اپنی بیماری کے لیے کچھ بنا لو اور اپنی زندگی میں موت کے لیے سامان پکڑ لو‘‘۔ (بخاری)

روحانی صحت

جسمانی صحت کا انحصار روحانی صحت پر ہے، روحانی صحت کی کنجی اطمینان قلب ہے۔ اطمینان اور سکون اسی دل میں ہوگا جس میں اللہ کا خوف اور اللہ کی محبت ایک ساتھ جمع ہوں گے۔ ایسا انسان اول تو گناہ کی طرف مائل ہی نہیں ہوگا اور اگر وہ غلطی کر بیٹھے تو فوراً استغفار اور توبہ سے اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ اسی سلسلے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ اسے چھوڑ دے اور معافی مانگ لے تو وہ دھبہ ختم کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ گناہ کرتا رہے تو وہ دھبہ بڑھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے پورے دل پر چھا جاتا ہے اسی حالت کا نام رَین ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے:

كَلَّا بَلْ سكتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ٥ (المطففين: 14)

”ہرگز نہیں، بلکہ دراصل ان کے دلوں پر ان کے برے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے“

(ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

قرآن اور شفا

اللہ تعالیٰ کا پاکیزہ کلام قرآن مجید اپنے اندر اور بہت سے عجائباتِ قدرت رکھنے کے علاوہ پڑھنے والے کے لیے جسمانی و روحانی صحت اور بیمار کے لیے شفا کا ضامن ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (بنی اسرائیل : 82)

”اور ہم نے قرآن نازل کیا ہے جو تمام مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے“

ذہنی الجھنیں اور اخلاقی بیماریاں مثلاً غصہ، حسد، کینہ، بدخواہی، تنگ نظری، تکبر وغیرہ روحانی صحت کی دشمن ہیں جبکہ قرآنی تعلیمات مومن کی روح و قلب کو خیر و خوبی کی طرف مائل

کرتی ہیں۔ قرآن مجید پڑھنے سے دل میں سکون اور اطمینان اترتا چلا جاتا ہے اور بیمار جسم میں برپا بے اعتدالیاں نارمل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اسی لیے ہر روز باقاعدگی سے قرآن پاک کی تلاوت کرنے والوں کو بہت کم بیمار دیکھا جاتا ہے۔ نیز اللہ کے نزدیک سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن سیکھتے اور دوسروں کو بھی سکھاتے ہیں۔

نماز اور صحت

پانچ وقت کی نماز عبادت اور بے شمار دوسرے فوائد کے علاوہ بہترین ورزش بھی ہے۔ یہ انسان کے تمام روحانی وجسمانی دکھوں کا مداوا کرتی ہے۔ نیز نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قرب کا بھی ذریعہ بنتی ہے۔ نماز کی فضیلت دیکھئے کہ رنج وغم اور دکھ واذیت کی کیفیت سے نجات کے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ رہنمائی فرماتے ہیں کہ:

وَاسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ (البقرہ:45)

” اللہ سے صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو “

رسول اللہ ﷺ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا۔ نماز کا وقت قریب ہوتا تو آپ ﷺ سیّدنا بلالؓ کو اذان کا حکم یوں فرماتے:

اَقِمِ الصَّلَاۃَ یَا بِلَالُ! اَرِحۡنَا بِھَا (ابو دائود)

” اے بلال! ہمیں نماز سے راحت پہنچاؤ “

نماز کی اتنی عادت ہو جائے کہ کبھی مجبوراً قضا ہو جائے تو اذیت اور محرومی کا احساس ہو گویا کہ کوئی بہت قیمتی شے کھو گئی ہو، یہ بھی ایمان کی نشانی ہے، اور جس قلب میں ایمان ثبت ہو وہ صحت مند رہتا ہے۔

روزہ اور تزکیہ

سال میں ایک ماہ یعنی رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے علاوہ ہر ماہ میں کچھ نہ کچھ

روزے رکھنا بھی طبی اور روحانی لحاظ سے بہت فائدہ مند ہے۔ روزہ سے انسان کے اندر تقویٰ اور پرہیزگاری جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو بہت محبوب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ
عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ (البقرہ 183:)

''مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے
لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم پرہیزگار بنو''۔

روزہ غلطیوں اور گناہوں کا کفارہ بھی ہے۔

حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے سنی ہے کہ؛

''آدمی کو اس کے بال بچوں اور مال اور پڑوسیوں کی وجہ سے جس فتنہ میں پڑنے کا امکان ہوسکتا ہے، نماز اور روزہ اور صدقہ اس کو دور کیے دیتا ہے''۔ (بخاری)

روزے سے جب انسان کو بہت سی برائیوں سے بچنے کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے تو نہ صرف اس کا روحانی تزکیہ ہوتا ہے بلکہ جسمانی قوت بھی حاصل ہوتی ہے مثلاً روزہ معدہ کی اصلاح کر کے جسم کو بیکار اجزاء سے پاک وصاف کرتا ہے اور یوں موٹاپے میں کمی کا موجب بھی بنتا ہے۔

صدقہ وزکوٰۃ سے تحفظ

روزانہ کچھ نہ کچھ صدقہ خیرات کرنا انسان کے اندر مال ودنیا کی محبت کم سے کم کر کے ایثار و قربانی، احسان و ہمدردی، غم خواری وانکساری، اخوت اور نرم خوئی کی آبیاری کرتا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے بارے میں بھی اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُمۡ وَ تُزَکِّیۡہِمۡ بِہَا وَصَلِّ عَلَیۡہِمۡ ط

اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ ؕ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ (التوبہ:103)

”(اے نبی!) تم ان کے اموال سے زکوٰۃ لو تا کہ ان کو (گناہ اور رنج و غم سے) پاک کرو اور ان کا تزکیہ کرو اور ان کے لیے دعائے رحمت کرو، بیشک آپ کی دعا سے ان کو سکون و اطمینان حاصل ہوگا، اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے“۔

صدقہ و خیرات کے بارے میں چند احادیث قابلِ ذکر ہیں:

”ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا، ’یا رسول اللہ! کونسا صدقہ اجر و ثواب میں افضل ہے؟‘

آپ ﷺ نے فرمایا:

”وہ صدقہ جو تندرستی کی حالت میں ہو، جبکہ تجھ پر مال کی حرص غالب ہو اور ناداری کا بھی اندیشہ ہو اور تونگری کی خواہش بھی ہو۔ لہٰذا اس وقت کا انتظار نہ کرنا جب دم حلق میں آجائے اور اس وقت تم کہو کہ ’فلاں کو اتنا دو اور فلاں کو اتنا‘ حالانکہ اب تو وہ از خود ہی فلاں اور فلاں کا ہو چکا“۔ (بخاری)

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

”دو ہی آدمیوں پر رشک کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو اُس شخص پر جسے اللہ نے مال و دولت سے نوازا، پھر اس کو نیک کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق دی، دوسرے وہ جس کو اللہ نے قرآن اور حدیث کا علم دیا، وہ خود بھی ان پر عمل کرتا اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے“۔ (بخاری)

مسکراہٹ

زندگی کو زندہ دلی اور مسکراہٹوں سے آراستہ کیا جائے تو نہ صرف جسمانی و روحانی صحت پر خاطر خواہ اثر پڑتا ہے، بلکہ سنت اور صدقہ کا بھی ثواب حاصل ہوتا ہے۔

عبداللہؓ بن حارث کہتے ہیں:

”میں نے نبی ﷺ سے زیادہ مسکرانے والا کوئی شخص نہیں دیکھا“۔ (ترمذی)

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

تَبَسُّمُکَ فِیْ وَجْهِ أَخِیْکَ لَکَ صَدَقَة

”تمہارا اپنے بھائی کے لیے مسکرا دینا بھی صدقہ ہے“۔ (ترمذی)

علم پھیلانے کے حوالے سے جو شخص دینی علوم کی اسناد یا دنیاوی تعلیم کی ڈگریاں نہیں رکھتا وہ مایوس ہونے کی بجائے جو بھی صلاحیت رکھتا ہو، یا کوئی سا بھی ہنر جانتا ہو، اسی سے دوسروں کو فیض یاب کر کے صدقہ کی فضیلت پا سکتا ہے۔

شکر گزاری

صحت ہو یا بیماری، خوشی ہو یا غم، نفع ہو یا نقصان غرض زندگی کے ہر اُتار چڑھاؤ میں اللہ کا شکر ادا کرنے کی عادت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (البقرہ :152)

”پس تم میرا ذکر کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور میری شکر گزاری
کیا کرو اور میری ناشکری نہ کرو“۔

اور شکر گزاری پر انعام کی خوشخبری ان الفاظ میں دی :

... لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ... (ابراهيم : 7)

” اگر تم شکر کرو گے تو یقیناً میں تمہیں اور زیادہ (نعمتیں) دوں گا“۔

شکر گزار انسان کو ایک اور نعمتِ اضافی سے بھی نوازا جاتا ہے کہ وہ نعمتوں کی کمی بیشی پر کبھی بے سکون اور بے چین نہیں ہوتا۔

ادائیگی شکر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نعمتوں کا صحیح اور بہتر استعمال کیا جائے اور انہیں ضائع نہ کیا جائے۔

اچھے حال میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور مشکل حالات میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہنا روحانی صحت کے لیے بہترین نسخہ ہے۔

جسمانی صحت

''طاقتور مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور محبوب ہے''۔ (ابن ماجہ)

مریض اور کمزور جسم والے انسان کی زندگی بے رونق اور حسرت و یاس کا نمونہ ہوتی ہے جبکہ صحت مند اور مضبوط جسم والا انسان زندگی کے ولولوں، امنگوں اور پر مسرت لمحوں سے بھر پور فائدہ اٹھاتا ہے۔ مومن کے لیے طاقتور ہونا ضروری اور پسندیدہ سمجھا گیا ہے تاکہ وہ زندگی میں ہر وقت مجاہدانہ کارکردگی کے لیے خود کو تیار رکھ سکے اور دینی فرائض کی ادائیگی کی خاطر اپنی جسمانی قوتوں کو غیر ضروری اور بے مقصد مشغلوں میں ضائع نہ کرے۔

سیّدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بہترین زندگی اس شخص کی زندگی ہے جو اپنے گھوڑے کی باگیں تھامے اللہ کی راہ میں اس کو اڑاتا پھرے‘ جہاں کسی خطرے کی خبر سنی، گھوڑے کو اسی سمت دوڑا دیا۔ قتل (فی سبیل اللہ) اور موت سے ایسا بے خوف ہے گویا اس کی تلاش میں ہے''۔ (مسلم)

اسی طرح عورتوں کے لیے شوہر کی جائز کاموں میں اطاعت‘ رضا مندی کی تلاش‘ موافقت کی کوشش‘ گھر کی دیکھ بھال‘ اور بچوں کی دینی خطوط پر پرورش کے لیے مستعد رہنا پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔

بہر حال جسمانی صحت برقرار رکھنے اور بیماریوں سے بچنے کے لیے حفظ ما تقدم کے طور پر جو احتیاطی تدابیر اور پرہیز ہمیں آج کی سائنس بتا رہی ہے وہ چودہ سو سال پہلے سنتِ نبویؐ کے ذریعے ہم مسلمانوں کے علم میں آ چکی ہیں ان میں سے چند ایک کو بھی اگر ہم عادت کے طور پر اپنا لیں تو صحت سے متعلق بہت سے مسائل حل ہو جائیں اور بیماری قریب آنے کا نام نہ لے، الا ماشاءاللہ۔

احتیاطی تدابیر

جسمانی صفائی

جسم، لباس اور استعمال کی تمام اشیاء کی صفائی کا خیال رکھنا، غسل اور طہارت کا اہتمام کرتے رہنا، دن میں پانچ دفعہ وضو کرنا، مسواک کرنا، وضو میں سر کا مسح، انگلیوں اور داڑھی کا خلال کرنا وغیرہ۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''پانچ صفات خصالِ فطرت میں سے ہیں:

1. ختنہ کرانا، 2. زیرناف بال مونڈنا،
3. مونچھیں کاٹنا، 4. ناخن تراشنا، اور
5. بغل کے بال اکھیڑنا''۔ (نسائی)

مسواک

مسواک نہ صرف منہ کے تمام حصوں یعنی دانت، زبان، حلق، گلا، سانس کی نالی اور خوراک کی نالی کے ابتدائی حصوں کے امراض کے لیے بے حد مفید علاج ہے بلکہ ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''مسواک منہ کی پاکیزگی اور رب کی رضا مندی کا ذریعہ بھی ہے''۔ (متفق علیہ)

امام شافعیؒ کا قول ہے کہ ذہانت میں چار چیزوں سے اضافہ ہوتا ہے:

(۱) فضول گفتگو کو چھوڑنا،
(2) مسواک کرنا،
(3) نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھنا،
(4) علماء کی مجلس میں بیٹھنا۔

غذائی اصول

جسمانی ضرورت مثلاً: قد کاٹھ، عمر اور کام کاج کی نوعیت کے اعتبار سے غذا کی قسم اور مقدار کا تعین کرنا۔ زبان کے چٹخارے اور لذت والی خوراک کی بجائے سادہ اور متوازن غذا استعمال کرنا، بھوک لگنے پر کھانا شروع کرنا اور کچھ بھوک رہتی ہو تو کھانا چھوڑ دینا نیز اس پر ایک مسنون اصول یاد رکھنا بھی فائدہ مند ہے:

''ایک تہائی حصہ کھانا، ایک حصہ پانی، ایک حصہ سانس کے لیے خالی رکھیں''۔ (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کی ڈکار کی آواز سنی تو فرمایا، ''اپنی ڈکار کم کرو، اس لیے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکا وہ ہوگا جو دنیا میں زیادہ پیٹ بھرتا ہے''۔ (ترمذی)

کھانے پینے سے متعلق احتیاطیں

☆ ہر کھانے پینے سے پہلے **بسم اللہ** پڑھنا۔

☆ پانی اور دیگر مشروبات بیٹھ کر پینا۔

☆ دیکھ کر پینا، تین سانس میں پینا۔

☆ پینے کی چیزوں میں پھونک نہ مارنا۔

☆ کھانے کے دوران بار بار پانی نہ پینا۔

☆ بہت زیادہ ٹھنڈا یا بہت زیادہ گرم مشروب پینے سے پرہیز کرنا خصوصاً ان دونوں کو اوپر تلے استعمال کرنے سے بچنا۔

☆ غیر قدرتی اجزاء و کیمیکلز سے بنے مشروبات کو عادت نہ بنانا۔

☆ نشہ آور اشیاء کھانے یا پینے سے مکمل طور پر بچنا۔

☆ چائے اور کافی کا غیر ضروری استعمال ترک کرنا وغیرہ۔

☆ وقت پر کھانا اور جوش ٹھنڈا ہونے پر کھانا۔

☆ گرم غذا کو سرد کے ساتھ اور تازہ کو باسی کے ساتھ ملا کر نہ کھانا۔

☆ سبزیاں اور پھل دھو کر استعمال کرنا۔

☆ کھا، پی کر **الحمد للہ** کہنا۔

☆ مٹی کھانے سے پرہیز کرنا۔

☆ کھانے کے برتن ڈھانپ کر رکھنا وغیرہ۔

☆ باورچی خانہ کی صفائی کا خاص خیال رکھنا۔

دائیں ہاتھ سے کھانا پینا

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”کوئی شخص نہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھائے، اور نہ ہی کچھ پیئے کہ بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے“۔ (مسلم)

قیلولہ اور چہل قدمی

عربی کا مشہور مقولہ ہے: تغدَّ تمدَّ ، تعشَّ تمشَّ

"دوپہر کا کھانا کھاؤ تو لیٹ جاؤ، رات کا کھانا کھاؤ تو چہل قدمی کرو"

(قیلولہ یعنی دوپہر کے آرام سے مراد گہری نیند سونا نہیں بلکہ ہلکی نیند لینا ہے)

After lunch rest a while, after dinner walk a mile.

اس اصول کو عادت بنالینا، روزانہ ہلکی پھلکی ورزش اور نماز فجر کے بعد تازہ ہوا میں گہرے سانس لینا، پھیپھڑوں کی بہت سی بیماریوں سے بچاؤ کے علاوہ جسم کو چاک و چوبند رکھتا ہے۔

اوقات نیند و بیداری

دعائے نبی کریم ﷺ:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھَا (ابوداؤد)

اے اللہ ! میری امت کے لیے صبح سویرے اُٹھنے میں برکت دے۔ امین

رات کو جلدی سونا اور صبح جلدی جاگنا۔ ایک عبادت گزار مسلمان لازماً اسکا خود بخود عادی ہو جاتا ہے اسی طرح ضرورت سے زیادہ سونا یا بے خوابی کا مریض ہونا پوری صحت کو متاثر کر سکتا ہے۔ اس خرابی سے بچنے کا بہترین حل نبی کریم ﷺ نے یہ بتایا کہ:

"سونے سے پہلے وضو کرو"۔ (بخاری)

اس حدیث پر عمل کرنے کے علاوہ سونے سے پہلے مسنون اذکار اور دعائیں پڑھنا بھی فائدہ مند ہے۔ صفحات (313-315) ملاحظہ کیجیے۔

سیّدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، " جب آدمی (رات کو) سو جاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ ہر گرہ پر یہ پھونک دیتا ہے کہ ابھی تو بہت رات ہے سو جاؤ' پھر اگر آدمی بیدار ہو گیا اور اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے' اگر

اس نے وضو کرلیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ اس کے بعد اگر اس نے نماز پڑھی تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ صبح کو تازہ دم اور خوش مزاج اٹھتا ہے ورنہ تمام دن وہ بد دل اور سست جسم رہتا ہے‘‘۔ (بخاری)

سونے جاگنے کے اوقات کو اپنی گرفت میں لینے کے لیے ذیل میں دیئے گئے درج ذیل مزید آسان اور مفید طریقے اپنا لیے جائیں تو ساری مشکل آسان ہو سکتی ہے۔

☆ سونے سے پہلے صبح فجر کی نماز ادا کرنے کا ارادہ باندھ لینا۔

☆ سونے سے قبل مختصر کھانا تناول کرنا تا کہ نیند صبح تک گہری نہ رہے۔

☆ دوپہر کو کچھ دیر سو جانا بھی صبح بیداری میں مدد دیتا ہے۔

☆ زیادہ نیند سے طبیعت بوجھل ہو رہی ہو تو چہرہ پر پانی چھڑکنا۔

☆ بیدار ہوتے ہی روشنی کر دینا، پنکھا یا اے سی بند کر دینا تا کہ نیند کا غلبہ جاتا رہے۔

مندرجہ بالا تمام تدابیر سونے جاگنے کے اوقات کو منظّم کرتی ہیں۔

سونے سے متعلق احتیاطیں

☆ کھانے کے فوراً بعد سونے سے پرہیز کرنا (اسی لیے نماز مغرب کے بعد کھانا بہتر ہے)

☆ نماز عشاء کے بعد سونے میں تاخیر نہ کرنا (عشاء کی نماز کے بعد ذکر الٰہی یا علمی گفتگو اور دینی مذاکرہ کے لیے، نیز گھر والوں سے ضروری بات کے لیے جاگا جا سکتا ہے)۔

☆ سونے سے قبل آگ وغیرہ بجھا دینا۔
(خصوصاً سردی کے موسم میں گیس کے ہیٹر وغیرہ بند کر کے سونا)

☆ ایسی جگہ سونے سے پرہیز کرنا جہاں تازہ ہوا نہ پہنچتی ہو۔

☆ بستر جھاڑ کر سونا (رات کو اٹھنا پڑے تو دوبارہ سونے سے قبل تین بار کپڑا بستر پر مار کر لیٹنا مسنون ہے)۔

☆ زیادہ آرام دہ بستر استعمال نہ کرنا (یہ طریقہ بھی نماز فجر کے لیے اُٹھنے میں مدد دیتا ہے)

☆ دائیں کروٹ سونا اور دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر سونا۔ اس کے بعد سوتے میں جو بھی کروٹ بدل جائے تو کوئی حرج نہیں۔

☆ پیٹ کے بل یعنی الٹا ہو کر نہ لیٹنا۔

☆ منہ لپیٹ کر نہ سونا۔

☆ سونے کے فوراً بعد اٹھ کر ہاتھ دھو لینا وغیرہ ۔

جسمانی صحت کے لئے یہ سب معمولی مگر حفظ ما تقدم کے طور پر اہم احتیاطی تدابیر ہیں جو ہمیں ہمارے دین نے موجودہ سائنسی تحقیق سے کئی سو سال پہلے ہی بتا دی ہیں۔

پرہیز

''پرہیز علاج سے بہتر ہے'' اس اصول پر غور کرتے ہوئے مندرجہ ذیل تجاویز پر عمل کرنا بہت سودمند ہے۔

دوائیوں سے پرہیز

وقتی اور معمولی جسمانی تکالیف میں دواؤں کو عادت نہ بنانا ورنہ تکلیف کی زیادتی میں پھر یہی دوائیں بے اثر ثابت ہونے لگتی ہیں۔ (بلا ضرورت دواؤں اور ٹیکوں کا شوق مضر صحت ہے)

موسموں کے اثرات کا خیال

سخت سردی اور سخت گرمی کے منفی اثرات سے بچنے کے لیے ہر ممکن احتیاط اور پرہیز کرنا یعنی گھر، لباس، خوراک وغیرہ تمام موسم کے تقاضے اور ضروریات کے مطابق ہوں۔

وبائی و متعدی امراض

امراض پھیلنے کے مخصوص موسموں (برسات اور گرمی) میں خصوصی حفاظتی تدابیر کرنا مثلاً

پانی کے ذخائر صاف رکھنا، رہائشی علاقوں کے آس پاس مچھروں، مکھیوں، اور دیگر کیڑے مکوڑوں کی امکانی افزائش کی روک تھام کے لیے ادویات وغیرہ چھڑکنے کا انتظام کرنا اور اپنے تمام گردوپیش کو حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق ڈھالنا، گلے سڑے یا پہلے سے کاٹ کر رکھے ہوئے پھل یا سبزیاں کھانے سے پرہیز کرنا۔

حفاظتی ٹیکے

بیماریاں پھیلنے کے موسموں میں حفاظتی ٹیکے لگوانے کی سہولت سے فائدہ اٹھانا۔ اسی طرح والدین کو اپنی خصوصی ذمہ داری سمجھتے ہوئے چھوٹے بچوں کو لگائے جانے والے حفاظتی ٹیکوں کا کورس مقررہ وقت پر مکمل کرانا۔

مریضوں کو الگ رکھنا

کوئی وبائی مرض پھوٹ پڑنے پر صحت مند انسانوں کو ایسے کسی علاقے میں جانے سے روکنا نیز ایسا مریض جس سے اوروں کو بھی بیماری لگ سکتی ہو، اُسے الگ تھلگ رکھا جا سکتا ہے۔

وضاحت: ایسے مریض کی عیادت فون پر یا باہر اسکے اہلِ خانہ سے پوچھ کر بھی کی جا سکتی ہے، اس احتیاط سے مراد مریض سے نفرت نہیں بلکہ اس بیماری سے بچاؤ اور احتیاط کا تقاضا پورا کرنا ہے۔

طاعون

طاعون کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے، ”کسی علاقے میں طاعون کی وبا پھیل جائے اور تم اس میں ہو تو اس سے نہ نکلو اور اگر تم اس علاقہ میں نہیں ہو تو وہاں نہ جاؤ“۔ (ترمذی)

جذام

اسی طرح سیّدنا جابرؓ سے مروی ہے کہ وفد ثقیف میں ایک شخص جذام کے مرض میں مبتلا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے کہلا بھیجا کہ ”تم واپس جاؤ ہم نے تمہیں بیعت کر لیا ہے“۔ (مسلم)

اسی بارے میں ایک اور ارشادِ رسول اللہ ﷺ ہے:

’’جذامی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو‘‘۔ (بخاری)

ایک اور موقع پر فرمایا ’’جذامی کی طرف زیادہ دیر تک مت دیکھو‘‘۔ (ابن ماجہ)

حسب استطاعت تمام تر احتیاطی تدابیر اور پرہیز کے باوجود اگر بیماری آ ہی جائے تو پھر صبر و برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ ضرورت پڑنے پر مباح (جائز) اور حلال ادویات سے علاج کروانے کا بھی حکم ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یُنْزِلْ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَہٗ شِفَاءً فَتَدَاوُوْا (ابن ماجہ)

’’بے شک اللہ نے کوئی بیماری ایسی نہیں اُتاری جس کا علاج نہ ہو پس دوا کرو‘‘

حرام کردہ چیزوں سے علاج کرنا یا انہیں دوا کے کسی جز کے طور پر استعمال میں لانا اسلام میں ممنوع ہے۔ مثلاً شراب (برانڈی)، حرام جانور کا کوئی عضو یا اس کا دودھ، ذبیحہ کا خون۔

حرام بغرض علاج منع

سیّدنا ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ:

’’رسول اللہ ﷺ نے علاج کے لیے حرام چیزیں استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے‘‘۔

(احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

جب انسان زمین پر آباد ہوا تو اُسے زندگی گزارنے کا طریقہ سلیقہ سکھانے کے لیے انبیاء اور رسول بھیجے گئے ان ہی ہستیوں نے اللہ کی طرف سے عطا کردہ علم و حکمت سے پہلے پہل بیماریوں کے علاج بتائے۔ داؤدؑ ادویات کے بانی تھے، جہاں جہاں چلتے درخت، پودے، پتھر وغیرہ اپنا نام اور فوائد بتاتے، وہ لکھ لیا کرتے تھے۔ علم و حکمت میں طب سمیت وہ تمام علوم شامل ہیں جو انسانیت کی روحانی و جسمانی خیر و بھلائی کے لیے فائدہ مند ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

وَ مَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا ط (البقرہ :269)

’’اور جو حکمت دیا گیا اسے لوگوں کی بھلائی کا بہت بڑا ذریعہ عطا کر دیا گیا‘‘

یہی ذریعہ لقمانؑ کو بھی عطا کیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا لُقۡمٰنَ الۡحِكۡمَةَ اَنِ اشۡكُرۡ لِلّٰهِ ط (لقمان :12)

’’ہم نے جب لقمان کو حکمت کا علم عطا کیا تو اس کے لیے شکر واجب ہو گیا‘‘

اسی حکمت کے پیش نظر طب کی دنیا میں حکیم لقمان کو بطور مثال پیش کرنا فخر کی بات اور علامت بن گئی۔

مسنون علاج خواہ روحانی ہو یا جسمانی، اس کا دارومدار الہام اور دوحی پر مبنی ہے جس میں غلطی کا امکان نہیں۔ اس لیے اللہ کے حکم سے جب دوائی کے اثرات بیماری کی نوعیت اور ماہیت سے مطابقت رکھیں تو اس وقت شفا ہو جاتی ہے۔

علاج معالجہ

قدرتی غذاؤں سے علاج

اسلام مختلف بیماریوں میں مبتلا لوگوں کو قدرتی غذاؤں سے علاج بھی بتاتا ہے جو آج کل ’’دیسی طریقے‘‘ کہلاتے ہیں۔

شہد

شہد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

... فِيۡهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ... (النحل : 69)

’’...اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے‘‘...

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’تین چیزوں میں شفا ہے:

1. شہد پینے میں،
2. پچھنے لگانے میں اور
3. آگ سے داغ لگانے میں اور میں اپنی امت کو داغ سے منع کرتا ہوں‘‘۔ (بخاری)

پیٹ کی خرابی (دست وغیرہ) کے لیے بھی آپ ﷺ نے شہد تجویز فرمایا۔ (بحوالہ بخاری)

کھجور

قرآن پاک میں سورۃ مریم میں ذکر ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کو دردِ زہ کے وقت کھجور کھانے اور پانی پینے کی ہدایت فرمائی۔ کھجور جو توانائی بہم پہنچانے والے حراروں سے بھرپور، زود ہضم اور مقوی غذا ہے انسان کی بھوک مٹانے کے علاوہ بہت سی بیماریوں اور جسمانی کمزوریوں میں بھی اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ کھجور کے اندر دوسرے فائدہ مند اجزاء کے علاوہ اس قسم کے ہارمونز بھی پائے جاتے ہیں جو نہ صرف بچے کی ولادت کے وقت ماں کی تکلیف میں کمی کرتے ہیں بلکہ ولادت کے عمل کو بھی آسان بناتے ہیں۔ مزید فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بچے کے لیے ماں کا دودھ بھی جلد اور وافر اتر آتا ہے۔ دل کے امراض میں بھی یہ بے حد فائدہ دیتی ہے۔

جادو اور زہر کے علاج کے طور پر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی عجوہ کھجور (کھجور کی ایک خاص قسم) تجویز فرمائی کہ ’’جو کوئی صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالے اس دن کوئی زہر یا جادو اس پر اثر نہ کرے گا‘‘۔ (بخاری)

جو

اللہ کے رسول ﷺ نے دلیہ، سالن، ستو اور روٹی کی شکل میں جَو استعمال فرمائے۔

دلیہ: جو باریک کوٹ کر دودھ میں پکانے کے بعد شہد سے میٹھا کر کے استعمال کیا جاتا

ہے۔ اسے تلبینہ یا حریرہ بھی کہتے ہیں۔ بیماری میں اور بیماری کے بعد کی کمزوری، تھکن اور پریشانی دور کرنے کے لیے بھی جَو کے دلیے کا استعمال طبِ نبوی میں قابلِ ذکر ہے۔

سیدہ عائشہؓ بیمار کے لیے تلبینہ کا حکم دیتیں اور اس کے لیے بھی جسے کسی کے مرنے کا رنج ہوتا (تلبینہ کھلانے کے لیے کہتیں) اور کہتی تھیں، ”میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ:

” تلبینہ بیمار کے دل کو تسکین دیتا اور بعض رنج بھی کم کر دیتا ہے“۔ (بخاری)

عروہؓ بن زبیر سے روایت ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہؓ کی عادت تھی کہ جب ان کے عزیزوں میں سے کسی کی وفات ہو جاتی اور عورتیں جمع ہو جاتیں پھر چلی جاتیں مگر گھر والے اور خاص خاص عزیز رہ جاتے تو ان کے حکم سے تلبینہ کی ایک ہانڈی پکائی جاتی پھر ثرید بنوا کر تلبینہ اس پر ڈالواتیں اور عورتوں سے کہتیں، اسے کھاؤ! کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے، تلبینہ سے بیمار کے دل کو تسکین ہوتی ہے اور اس کا غم کسی قدر ہلکا ہو جاتا ہے“۔ (بخاری)

(شوربے میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر پکائیں تو اس کو ”ثرید“ کہتے ہیں)

سالن: جو اور چقندر کا سالن بھی مریض کے لیے زود ہضم اور مقوی ہوتا ہے اور قوت مدافعت کو بھی بڑھاتا ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سیّدنا علیؓ کے ساتھ ایک صحابیؓ کی طرف سے پیش کردہ کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ جب علیؓ تھوڑی کھا چکے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو روک دیا اور فرمایا کہ تم ابھی بیماری سے اٹھے ہو اور کمزور ہو، لہٰذا مزید مت کھاؤ“۔ اس کے بعد انہیں اسی میزبان صحابیؓ کے اہل خانہ کی طرف سے جو اور چقندر کا سالن تیار کر کے پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے علیؓ سے فرمایا، ”اب تم اس میں سے کھاؤ یہ تمہارے لیے بہتر ہے“۔ (ابوداؤد)

ستو: نبی ﷺ روزہ افطار کے لیے اکثر جَو کے ستو کا مشروب نوش فرماتے۔ سفر اور جنگ کے دوران بھی تھکن، مشقت اور کمزوری رفع کرنے کے لیے ستو کا استعمال کثرت سے ہوتا۔

روٹی : گندم کی طرح جوَ کو بھی پسوا کر آٹا تیار کیا جاتا ہے اور روٹی بنائی جاتی ہے جو لذیذ اور مقوی ہوتی ہے۔

زیتون

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انجیر اور زیتون کی تعریف فرمائی ہے۔ ان کے فوائد کے پیشِ نظر روزانہ کم از کم ایک انجیر، ایک زیتون اور خالص زیتون کے تیل کا ایک چمچہ استعمال کرنا فائدہ مند ہے۔ جسمانی توانائی اور دماغی قوت کیلئے زیتون کے تیل کی مالش فائدہ مند ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا، ”زیتون کا تیل کھاؤ اور لگاؤ یہ ایک مبارک درخت ہے“۔ (ترمذی)

کلونجی

سیّدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

”سیاہ دانے (کلونجی) میں سام (موت) کے علاوہ ہر بیماری کا علاج ہے“۔ (متفق علیہ)

آبِ زمزم

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ”زمزم بھوکے کے لیے کھانا اور بیمار کے لیے شفا ہے“۔ (طبرانی)

آب زم زم کے علاوہ استعمال کا عام پانی بھی بہت سی تکالیف میں فائدہ مند ہے۔ آج کی موجودہ میڈیکل سائنسی تحقیق یہ ثابت کر رہی ہے کہ تیز بخار کو پانی سے ٹھنڈا کرنا چاہیے یا پھر مریض کو ٹھنڈی جگہ رکھنا چاہیے جبکہ اسلام سائنس سے قبل ہی ترقی یافتہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ”بخار دوزخ کی بھاپ ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو“۔ (بخاری)

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی ﷺ کی بیماری (جس میں ان کی وفات ہوئی) شدت اختیار کر گئی (اور آپ ﷺ کو بڑے زور کا بخار تھا) تو انہوں نے فرمایا:

”ایسا کرو، سات مشکیں پانی کی لاؤ جن کے منہ نہ کھولے گئے ہوں (بالکل بھری

ہوں) وہ سب مجھ پر بہاؤ تاکہ میں لوگوں سے کچھ عہد و نصیحت کی بات کروں''۔

چنانچہ ہم نے نبی ﷺ کو حفصہ ؓ کے گنگال میں بٹھایا اور اوپر سے یہ مشکیں ڈالنا شروع کیں یہاں تک کہ نبی ﷺ اشارہ فرمانے لگے تاکہ ہم بس کر دیں۔ پھر نبی ﷺ باہر نکلے، نماز پڑھائی اور لوگوں سے خطاب فرمایا''۔ (بخاری)

نیز وضو کے بچے ہوئے پانی سے بیہوش کو ہوش میں لانا بھی مسنون ہے۔ (بحوالہ بخاری)

> ”عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس اس حال میں آیا کہ آپ ﷺ کو سخت بخار تھا۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپ کو سخت بخار آیا کرتا ہے؟
>
> آپ ﷺ نے فرمایا:
>
> ''ہاں، تم میں سے دو شخصوں کے برابر مجھ اکیلے پر بخار کی سختی ہوتی ہے''۔
>
> میں نے عرض کیا، اس لیے کہ آپ کو دوہرا اجر ملتا ہے ؟
>
> آپ ﷺ نے فرمایا:
>
> ''ہاں، اور (سنو!) جس مسلمان کو کوئی بھی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ ایسے جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتے جھاڑ دیتا ہے''۔ (بخاری)“

مہندی

نبی کریم ﷺ کی خادمہ سلمیٰ ؓ کہتی ہیں، ''رسول اللہ ﷺ کو کبھی کوئی زخم، یا پتھر کی چوٹ وغیرہ آتی تو اس جگہ رکھنے کے لیے مہندی لانے کو فرماتے''۔ (ترمذی)

پچھنے سے علاج

سیّدنا جابر بن عبداللہؓ مقنع بن سنان (تابعی) کی عیادت کی، پھر کہا، 'میں تمہارے پاس سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک تم پچھنے نہ لگواؤ کیونکہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا:

''پچھنے میں شفا ہے'' (بخاری)

نبی کریم ﷺ نے آدھے سر کے درد (شقیقہ) اور پورے سر کے درد میں اور احرام کی حالت میں (سفر میں) اور روزے میں پچھنے لگوائے (دن کا وقت تھا)۔ (بحوالہ بخاری)

سیّدنا ابوموسیٰ اشعریؓ نے رات کو پچھنے لگوائے۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”اگر تمھاری دواؤں میں کوئی دوا مفید ہے تو وہ شہد کا پینا اور پچھنے لگانا ہے یا آگ سے داغ لگانا اور مجھ کو آگ سے داغ لگانا پسند نہیں ہے“۔ (بخاری)

مسنون علاج کی دیگر تفصیلات ہمیں طبِ نبوی ﷺ کی کتابوں میں مل سکتی ہیں۔

قرآنی اور مسنون دم سے علاج

مختلف امراض میں قرآنی آیات اور مسنون دعاؤں سے دم کرنا اور کروانا فائدہ مند ہے۔

عوفؓ بن مالک کہتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے۔ ہم نے نبی ﷺ سے پوچھا، ’یارسول اللہ! آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟‘ آپ ﷺ نے فرمایا،

”مجھے وہ دم پڑھ کر سناؤ“ (سننے کے بعد) آپ ﷺ نے فرمایا:

” ایسے دم میں کوئی حرج نہیں جو شرک سے پاک ہو“۔ (مسلم)

ابوخزامہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، ’یارسول اللہ! آپ فرمائیں کہ ہم دم کراتے ہیں یا علاج کراتے ہیں اور جن چیزوں کے ساتھ ہم اپنا بچاؤ کرتے ہیں کیا یہ اللہ کی تقدیر روک دیتی ہیں؟‘

فرمایا، ”یہ اسباب خود تقدیر میں شامل ہیں“۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث قدسی

نذر یا منت ماننے سے تقدیر نہیں پلٹ سکتی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”آدمی کو منت ماننے سے وہ بات حاصل نہیں ہوتی جو میں نے اس کیلئے مقدر نہیں کی بلکہ (منت ماننا) بھی اس کی تقدیر میں اس لیے لکھ دیا جاتا ہے کہ میں ایسا لکھ کر بخیل سے پیسہ نکلواتا ہوں“۔ (بخاری)

مسنون دعا

اَللّٰھُمَّ لَا مَا نِعَ لِمَآ اَعْطَیْتَ وَ لَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَ لَا یَنْفَعُ ذَ االْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ (بخاری)

”اے اللہ! نہیں کوئی روک سکتا جو آپ عطا کریں اور نہیں کوئی دے سکتا جو چیز آپ روکنا چاہیں اور نہیں فائدہ دے سکتی کسی دولتمند کو آپ کے عذاب کے مقابلے میں دولت“۔

شرکیہ علاج

(حیرت انگیز فوائد والے مذکورہ بالا طریقۂ علاج کے برعکس آج بھی زمانہ جاہلیت والے کچھ طریقے اور ٹوٹکے رائج ہیں جو شرک جیسے کبیرہ گناہ کے علاوہ مزید بیماری میں مبتلا کرتے ہیں)

تعویذ گنڈے

شرکیہ تعویذ اور طلسمی منتر پڑھتے ہوئے گرہ لگائے گئے دھاگے وغیرہ بغرض علاج پہننے کی ہمارے دین میں کوئی گنجائش و اجازت نہیں۔ اسی طرح منکوں اور کوڑیوں یا سیپیوں کے ہار یا کسی دھات کے کڑے اس نیت سے پہننا کہ ان سے فلاں مرض دور ہو گا، یہ بھی شرکیہ علاج ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس نے تمیمہ (شرکیہ تعویذ) گلے میں ڈالا اس نے شرک کیا“۔ (مسند احمد)

گھوڑے کی نعل

جادو، نظر بد، بیماری یا حادثات سے محفوظ رہنے کے لیے گاڑی، مکان یا دکان وغیرہ پر گھوڑے کی نعل لٹکانا یا کالے دھاگے وغیرہ باندھنا اللہ تعالیٰ پر عدم اعتماد کا اظہار ہے اور شرک ہے اس کی بجائے اللہ سے پناہ اور حفاظت طلب کرنے والی مسنون دعائیں پڑھنی چاہییں۔

پیدائشی پتھر

مختلف پتھروں کو اپنی پیدائش کی تاریخوں سے منسوب کرنا اور اسی طرح انہیں بیماریوں کے علاج اور اچھے شگون کے طور پر انگوٹھی وغیرہ میں جڑوا کر پہننا بھی سنت سے ثابت نہیں۔ یہ سب شرک اصغر کی مختلف صورتیں ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”......میری اُمت کے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ شرک کرتے ہیں، نہ شگون لیتے ہیں، نہ داغ لگواتے ہیں بلکہ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں“۔ (بخاری)

شگون (HOROSCOPE) کے زیرِ عنوان، آپ کا دن کیسا گزرے گا؟، یہ ہفتہ یا سال کیسا نصیب لے کر آئے گا؟، آپ کے ستاروں کی چال کیا پیشین گوئی کرتی ہے؟ اور پیدائشی نشان کیا کہتے ہیں؟، ستارہ شناسی اور علمِ نجوم کے ذریعے مستقبل میں پیش آنے والے اچھے برے واقعات، اچھی بری صحت حتیٰ کہ زندگی موت کا حال معلوم کر لینا اور اس پر بھروسا کر بیٹھنا یہ تمام کے تمام لغو اور غیر اسلامی مشاغل ہیں۔

امام ضامن

مشکلات اور تکالیف سے بچنے کے لیے نیز دنیاوی مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے امام ضامن باندھنا بھی شرکیہ فعل ہے۔ بعض اقوام میں مسافروں کو سفر کی ابتدا میں یہ بازو پر باندھتے ہیں، جبکہ مسلمانوں کو ایسے مواقع کے لیے بہترین دعائیں بتائی گئی ہیں۔

> **مقیم کی دعا مسافر کے لیے**
>
> **اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ**۔ (ترمذی)
>
> ”میں تمہارے دین، تمہاری امانت اور تمہارے عمل کی تکمیل کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں“
>
> **مسافر کی دعا مقیم کے لیے**
>
> **اَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ الَّذِىْ لَا تَضِيْعُ وَدَآئِعُهٗ**۔ (ابن ماجہ)
>
> ”میں تمہیں اس اللہ کے سپرد کرتا ہوں جس کے سپرد کی ہوئی چیزیں ضائع نہیں ہوتیں“

عیادت

عیادت کیا ہے؟

صحت مند انسان کا بیمار کے پاس بطور ہمدردی و غم خواری جانا، اسے تکلیف پر صبر کی تلقین کرنا اور تسلی و تشفی دینا نیز اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اسے تعاون و مدد کی پیشکش کرنا ''عیادت'' کہلاتا ہے۔

عیادت کرنا یا بیمار پرسی کرنا حقوق العباد میں سے ایک ہے، حدیث مبارک ہے:

''مسلمان پر مسلمان کے پانچ حقوق ہیں۔ سلام کا جواب دینا' مریض کی عیادت کرنا' جنازے کے ساتھ جانا' دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا''۔ (متفق علیہ)

ایک دوسری روایت میں ہے:

''بھوکے کو کھانا کھلانا، مریض کی عیادت کرنا اور قیدی کو رہائی دلانا''۔ (بخاری)

فضیلت

عیادت کرنے سے اللہ تعالیٰ سے محبت اور تعلق بھی بڑھتا ہے۔ عیادت کی فضیلت پر بہت سی احادیثِ رسول ﷺ ہیں' جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے، ''اے ابنِ آدم ! میں بیمار ہوا' تم نے میری بیمار پرسی کیوں نہ کی ؟''۔ ابنِ آدم عرض کرے گا 'اے میرے رب ! آپ رب العالمین ہیں، آپ کی بیمار پرسی کا کیا مطلب ؟'

اللہ رب العزت فرمائیں گے، ''کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا لیکن تم نے اس کی عیادت نہ کی اگر تم اس کی بیمار پرسی کرتے تو مجھے (یعنی میری رضا و رحمت کو) اس بیمار بندے کے پاس پاتے''۔ (مسلم)

سیدنا علیؓ بن ابی طالب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’جو بھی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی صبح کے وقت میں عیادت کرتا ہے، تو شام تک ستر (70) ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرنے جاتا ہے تو بھی صبح تک ستر (70) ہزار فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں تر و تازہ اور پکے ہوئے پھل ہیں‘‘۔ (احمد، ابن ماجہ، ترمذی)

’’جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کو جاتا ہے تو وہ لوٹتے وقت تک جنت کے باغات سے میوہ خوری میں رہتا ہے‘‘۔ (مسلم)

’’جب کوئی شخص مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو وہ دریائے رحمت میں اس وقت تک ہوتا ہے جب تک کہ وہ وہاں رہے‘‘۔ (احمد)

یہ عیادت بقدر ہمت و استطاعت ایک مسلمان مندرجہ ذیل طریقوں سے کرسکتا ہے:۔

1- ہمدردی و تیمارداری

مریض کے پاس مختصر وقت کے لیے جا کر اس کی طبیعت اور بیماری کی موجودہ کیفیت اور علاج و معالجہ سے متعلق گفتگو کی جائے۔ اس سے دل جوئی اور حوصلہ افزائی کی باتیں کی جائیں۔ تیماردار کا لہجہ بہت نرم اور ہمدردانہ ہونا چاہیے۔

نبی کریم ﷺ جب کسی مریض کے پاس پہنچتے تو تسلی دیتے ہوئے فرماتے :

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰه

’’گھبرانے کی کوئی بات نہیں، اللہ نے چاہا تو یہ مرض گناہوں
سے پاک کرنے کا ذریعہ ثابت ہوگا‘‘۔ (بخاری)

سعدؓ بن ابی وقاص جب مکہ میں بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کو تشریف لائے۔ سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھا پھر میرے منہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یوں دعا کی:

’’اَللّٰھُمَّ ا شْفِ سَعْدًا ‘‘ (اے اللہ! سعد کو شفا دیجیے)۔

سعدؓ مرتے دم تک یہ بات (یاد کرتے ہوئے) کہتے تھے کہ میں اب تک نبی ﷺ کے ہاتھوں کی ٹھنڈک اپنے جگر پر پاتا ہوں‘‘۔ (بخاری)

زبانی ہمدردی کے علاوہ مریض اگر آپ کا قریبی دوست یا عزیز ہے تو آپ اس کی مزید خدمت بھی کر سکتے ہیں۔ مثلاً؛ اگر وہ تنہا رہتا ہے یا اس کے گھر والے دوسرے کاموں میں مصروف ہیں تو اس کے بالوں میں کنگھی کر دیں، اس کی ضرورت کی اشیاء درست کر دیں، اس کا بستر ٹھیک کر دیں، دوا کا وقت ہو تو اسے دوا پلا دیں، خود اس سے بھی دریافت کر لیں کہ اسے کسی چیز یا خدمت کی ضرورت تو نہیں؟

ان چھوٹی چھوٹی خدمات سے اس کا دل خوش ہو گا اور وہ بیمار پرسی کے لیے آپ کے آنے کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔ یہی وہ لمحات ہوں گے جب آپ کو اللہ کی رضا و رحمت اس بیمار بندے کے پاس ملے گی۔

2 - بیمار کو صبر کی تلقین

بعض اوقات مریض پر بیماری کی سختی یا لمبا عرصہ تک بیمار رہنے کی وجہ سے بے صبری کی سی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے ایسے میں بیمار پرسی کرنے والے کو چاہیے کہ اسے صبر اور اس پر ملنے والے اجر کے بارے میں یاد دہانی کرائے اور اس سلسلے میں احادیث نبوی ﷺ کے حوالے سے کچھ واقعات سنائے مثلاً:

☆ زید بن ارقمؓ کی ایک بار آنکھیں دکھنے لگیں تو نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کو تشریف لائے اور فرمانے لگے:

’’زید! تمھاری آنکھوں میں یہ جو تکلیف ہے تو تم کیا کرتے ہو؟‘‘

زیدؓ نے عرض کیا کہ صبر و برداشت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

’’تم نے آنکھ کی اس تکلیف میں صبر و برداشت سے کام لیا ہے تو تمہیں اس کے صلے میں جنت نصیب ہوگی‘‘۔ (مسند احمد)

☆ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ اُم السائبؓ (ایک بوڑھی خاتون) کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ اُم السائبؓ بخار کی شدت سے کانپ رہی تھیں۔ پوچھا ’’کیا حال ہے؟‘‘ خاتون نے کہا ’اللہ اس بخار کو سمجھے اس نے گھیر رکھا ہے‘ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا:

’’بخار کو برا بھلا نہ کہو یہ مومن کے گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسے آگ کی بھٹی لوہے کے زنگ کو صاف کر دیتی ہے‘‘۔ (الادب المفرد)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ایک مریض کی عیادت کی۔ ابو ہریرہؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے‘ مریض کو بخار کی شکایت تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’تمہیں خوشخبری ہو‘ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’یہ (مرض) میری آگ ہے جسے میں دنیا میں اپنے بندے پر (اس لیے) مسلط کرتا ہوں کہ آخرت میں اس کے حصّہ کی آگ (کا بدل) ہو جائے‘‘۔ (ابن ماجہ)

☆ ایک اور حدیث پاک میں عطاءؒ بن رباح اپنا ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار کعبہ کے پاس ابن عباسؓ نے مجھ سے کہا کہ دیکھو یہ جو کالی کلوٹی عورت ہے یہ ایک بار نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی ’’ یا رسول اللہ! مجھے مرگی کا ایسا دورہ پڑتا ہے کہ تن بدن کا ہوش نہیں رہتا اور میں اس حالت میں بے پردہ ہونے لگتی ہوں، آپ ﷺ میرے لیے اللہ سے دعا کیجئے‘‘۔

نبی ﷺ نے فرمایا ’’ اگر تم اس تکلیف کو صبر کے ساتھ برداشت کرتی رہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت سے نوازیں گے اور اگر چاہو تو میں یہ دعا کر دوں کہ اللہ تمہیں اچھا کر دیں‘‘۔

وہ خاتون بولی ’’یا رسول اللہ! میں اس تکلیف کو صبر کے ساتھ برداشت کرتی رہوں گی

البتہ یہ دعا فرما دیجئے کہ میں اس حالت میں بے پردہ نہ ہو جایا کروں“۔

نبی ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ عطاءؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس دراز قد خاتون اُم زفر کو کعبہ کی سیڑھیوں پر دیکھا۔ (بخاری)

☆ عطاءؒ بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس دو فرشتے یہ فرما کر بھیجتے ہیں کہ دیکھو! وہ (بیمار) اپنے عیادت کرنے والوں سے کیا کہتا ہے۔ جب عیادت کرنے والے اس کے پاس آتے ہیں تب اگر وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہے تو (فرشتے) اللہ تعالیٰ تک یہ بات جا پہنچاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ (پہلے سے ہی) زیادہ بہتر جانتے ہیں اور فرماتے ہیں:

” میرے اوپر میرے بندے کا یہ حق ہے کہ میں نے اسے وفات دی تو اسے جنت میں داخل کروں گا اور اگر شفا دے دی تو اس کے (پہلے والے) گوشت و خون سے بہتر گوشت و خون پیدا کر دوں گا اور اس کی برائیوں کو بھی دُور کر دوں گا“۔ (مؤطا امام مالک)

☆ تکالیف پر صبر کرنے اور اس صبر پر اجر ملنے کے سلسلے میں ایک خوبصورت اور قابل ذکر حدیث یہ بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس مسلمان کو بھی کوئی قلبی اذیت‘ جسمانی تکلیف (تھکان) اور بیماری‘ کوئی رنج و غم اور دکھ پہنچتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے ایک کانٹا بھی چبھ جاتا ہے (اور وہ اس پر صبر کرتا ہے) تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں“۔ (متفق علیہ)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا‘ ”جب بندہ بیمار ہو یا مسافری میں ہو تو اس کے اعمال نامہ میں وہ عمل لکھ دیے جاتے ہیں جو وہ صحت مند یا مقیم ہونے کی حالت میں کرتا تھا“۔ (بخاری)

☆ ایک شخص نے نبی ﷺ کے سامنے کسی مرنے والے کا ذکر کیا کہ وہ بڑی قسمت والا تھا

بغیر بیماری کے مرا، تو آپ ﷺ نے فرمایا، ''تجھ پر افسوس ہے، تجھے کیا معلوم اگر اللہ تعالیٰ اس کو بیماری میں مبتلا کرتے تو وہ بیماری اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی''۔ (مؤطا امام مالک)

ان تمام احادیث کو باتوں ہی باتوں میں مریض کے سامنے بیان کرنے سے اس کا ذہن آخرت کے اجر و ثواب کی طرف متوجہ ہو گا اور بیماری کی شدت و بے چینی کی وجہ سے شکوہ و شکایت کا کوئی کلمہ اس کی زبان پر نہ آئے گا۔

3 - دعا کرنا

بیماری اللہ ہی کی طرف سے ہے اور بیماریوں سے بچانے والی بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، اس لیے عیادت کے لیے آنے والا صدق و اخلاص سے مریض کی صحت یابی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ ویسے بھی ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے لیے کی جانے والی دعا جلد قبولیت کے درجہ کو پہنچتی ہے لہٰذا اس موقع پر مریض کی تکلیف اور اذیت کو دل کی نرمی سے محسوس کر کے خصوصی تاثیر و برکت رکھنے والی مسنون دعائیں کی جائیں۔

سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی کسی بیمار کے پاس جاتے یا بیمار آپ کے پاس لایا جاتا تو آپ ﷺ یوں دعا کرتے:

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِیْ
لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآؤُکَ شِفَآءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا.

''اے پروردگار لوگوں کے! بیماری دور کر دیجیے، شفا عطا فرمائیے، آپ کے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں، آپ ہی شفا دینے والے ہیں۔ ایسی شفا دیجیے کہ کوئی بیماری باقی نہ رہے''۔ (بخاری)

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی کرے اور سات مرتبہ یہ کلمات کہے۔

اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ

”میں عرشِ عظیم کے مالک بزرگ و برتر اللہ سے تمہارے لیے شفا کا سوال کرتا ہوں“ تو اسے شفا دے دی جاتی ہے بشرطیکہ اس کی موت کا وقت نہ ہو“۔ (ابوداؤد ، ترمذی)

دایاں ہاتھ پھیر کر دم کرنا

عیادت کے بعض مواقع پر اللہ کے رسول ﷺ مریض کی پیشانی یا جس جگہ بھی تکلیف ہوتی وہاں اپنا دایاں دستِ مبارک رکھتے یا پھیرتے پھر دعا فرماتے ۔ دم کرنے کا مسنون طریقہ بھی یہی ہے اور یہی طریقہ آج تک مسلمانوں میں رائج ہے۔

مسنون دم اور دعائیں صفحہ نمبر (320) پر ملاحظہ فرمائیں۔

4 - تعاون و مدد

اچھے مسلمان عام حالات میں بھی ایک دوسرے کے معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں‘ بیمار پرسی کے وقت بھی اگر مریض کو مالی مدد یا ایسی خدمت کی ضرورت ہے جو بیرونِ خانہ سے متعلق ہے؛ جیسے معالج کے پاس لے جانا یا کمزوری اور نقاہت کے سبب وہ اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو تو گھر والوں سے پوچھ کر معالج سے دوا وغیرہ لا دینا‘ ضرورت ہو تو اسے ہسپتال داخل کروا دینا‘ اس کے اہلِ خانہ کے لیے سودا سلف لا دینا یا اپنے گھر سے کھانا پکوا کر ان کے ہاں بھجوانا‘ ان کے بچوں کو سکول/کالج سے لانا، لے جانا ہو یا کوئی یوٹیلیٹی بلز جمع کرانے ہوں تو اپنی خدمات کی پیشکش کر دینا، یا حسبِ موقع دوسری ضروریات و سہولیات بہم پہنچانا، وغیرہ۔

اللہ کی خاطر

رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیثِ قدسی بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”میری محبت ان کے لیے ثابت ہو چکی ہے جو میرے لیے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور میری محبت ان لوگوں پر ثابت ہو چکی ہے جو میری خاطر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں“۔

(مسند احمد، مستدرک حاکم)

عیادت پیکیج

عیادت کو جانے سے پہلے ایک پیکیج سا بنا لیا جائے جو قرآنی اور مسنون دعاؤں والے کارڈز یا اس موقع کی مناسبت سے کسی اسلامی لیکچر والی یا تلاوتِ قرآن والی کیسٹ یا سی ڈی یا کسی اچھی کتاب وغیرہ پر مشتمل ہو، عیادت کے موقع پر اسے مریض کو پیش کرنا ایک بہترین تحفہ ثابت ہو سکتا ہے۔ خصوصاً ایسا مریض جو اُٹھنے اور کام کاج کرنے سے معذور ہوتا ہے' اس کے لیے یہ پیکیج بسترِ مرض پر وقت گذاری کے ساتھ ساتھ فہم دین کے لیے بہترین معاون اور اپنے مسلمان بھائی / بہن کی طرف سے خیر سگالی کا بہترین پیغام ثابت ہو سکتا ہے۔ یوں آپ کی یہ کوشش آپ کے لیے ایک اچھا صدقہ جاریہ بن سکتی ہے۔

چند اور مفید باتیں

عیادت کے سلسلے میں چند اور مفید باتیں جاننا ضروری ہیں :

- ☆ مریض کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھا جائے اور نہ ہی زیادہ باتیں اور شور کیا جائے۔
- ☆ اگر مریض بے تکلف دوست یا عزیز ہے، اور آپ کو دیر تک بٹھائے رکھنے کا خواہشمند ہے تو پھر ضرور اس کی خوشی پوری کی جائے۔
- ☆ ممکن ہو تو مزاج پرسی کو جاتے ہوئے مریض کے لیے کچھ پھول یا پھل ہمراہ لے لیے جائیں اس سے بھی باہم الفت بڑھتی ہے اور مریض کا دل بھی خوش ہو جاتا ہے۔
- ☆ مریض کے گھر پہنچ کر اِدھر اُدھر تانک جھانک سے پرہیز کیا جائے تاکہ گھر کی پردہ دار خواتین پر نگاہ نہ پڑے۔
- ☆ عورت کے لیے غیر محرم مرد اور مرد کے لیے غیر محرم عورت کی عیادت کو اکیلے جانا ہرگز مناسب نہیں۔
- ☆ غیر مسلم مریض کی عیادت کو جانا بھی مسنون ہے۔ بیماری میں انسان کا دھیان دین کی طرف نسبتاً زیادہ ہوتا ہے، اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اسے دینِ حق کی دعوت دی

جائے تو ممکن ہے وہ اسے قبول کر لے۔

سیّدنا انسؓ کا بیان ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک بار وہ بیمار پڑا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ اس کے سرہانے بیٹھے تو اس کو اسلام کی دعوت دی۔ لڑکا اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا جو پاس ہی موجود تھا (کہ باپ کا کیا خیال ہے) باپ نے اُسے کہا، بیٹے! ابوالقاسم (نبی ﷺ کی کنیت) کی بات مان لو۔ چنانچہ لڑکا مسلمان ہو گیا۔ اب نبی ﷺ اس کے یہاں سے یہ فرماتے ہوئے باہر آئے:

’’شکر ہے اللہ کا جس نے اس لڑکے کو میرے توسط سے جہنم سے بچا لیا‘‘۔ (بخاری)

ایسے نافرمان لوگ (خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم) اگر صحت مندی کی حالت میں اعلانیہ اور دانستہ گناہوں پر بھی جمے رہے تھے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مقرر کی ہوئی حدود کی پامالی کرتے رہے تھے تو ان کی شدید علالت میں ان کی عیادت اس امید پر کی جا سکتی ہے کہ شاید ان کا دل نرم ہو اور وہ اللہ سے رجوع کر لیں۔

نہ بیماری، نہ محرومی، نہ پریشانی، نہ بڑھاپا، نہ موت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص جنت میں داخل ہو گیا وہ نعمتوں میں رہے گا، کبھی پریشان نہیں ہو گا، نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ اس کی جوانی پر زوال آئے گا‘‘۔

نیز فرمایا: ’’اعلان کرنے والا پکارے گا: (اے جنت والو!) اب تم یہاں ہمیشہ صحت مند رہو گے، کبھی بیمار نہیں پڑو گے.... ہمیشہ زندہ رہو گے، کبھی موت نہیں آئے گی... ہمیشہ جوان ہی رہو گے، کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا.... ہمیشہ نعمتوں سے لطف اندوز ہو گے، کبھی محرومی نہیں دیکھو گے‘‘۔ (مسلم)

حُسنِ وصیت

اللہ تعالیٰ نے القرآن الکریم میں قانونِ وراثت بتانے کے بعد اِرشاد فرمایا:

...مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْدَيْنٍ ۙ غَيْرَمُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ○ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ
يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِکَ
الْفَوْزُالْعَظِيْمُ ○ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ
نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۖ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ (النساء : 12,13,14)

”... جبکہ کی گئی وصیت پوری کردی جائے اور قرض جو میت نے چھوڑا ہو، ادا کر دیا جائے وہ ضرر رساں بھی نہ ہوں، یہ حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ جاننے والا اور نرم خو ہے۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں، جو اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرے گا، اس کو اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہے گا اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے گا اسے اللہ آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اسکے لیے رسوا کن عذاب ہے“۔

آخری حق

آخرت کی کامیابی ہی دراصل وہ تابناک اور روشن مستقبل ہے جس کے لیے مومن دنیا میں کوشش اور جدوجہد کرتا رہتا ہے۔ یہ کوشش فرائض وحقوق کی درست ادائیگی کا نام بھی ہے جو انجام کار اِسی کو فائدہ دے جاتی ہے۔ انہی میں سے ایک آخری حق وصیت کا ہے۔

یاد رکھنے والی گرہ

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، ’’جو مسلمان وصیت کرنا چاہتا ہے وہ دو راتیں بھی نہ گزارے اِلاّ یہ کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی ہو‘‘۔ (متفق علیہ)

قابلِ وصیت مال کا حساب لکھے بغیر دو راتیں بھی نہ سونے کی تلقین میں حکمت یہ نظر آتی کہ انسان کو یاد رہے کہ بھیجنے والے مالک کی طرف سے کسی بھی وقت واپسی کا بلاوا آ سکتا ہے لہٰذا اچانک فوت ہونے کی صورت میں کسی بھی انسان سے لوگوں کے وہ اموال اور امانتیں ضائع نہ ہو جائیں جن کا وہ سرپرست یا امین رہا تھا اور قیامت کے دن وہ اس ذمہ داری کی بازپرس سے بچ جائے۔

اس کے علاوہ یہ وصیت لکھ کر رکھنا ایسا ہی ہے جیسے بعض سیدھے سادھے لوگ کوئی بات یاد رکھنے کے لیے کپڑے میں گرہ لگا لیا کرتے ہیں۔ وصیت بھی ایک گرہ ہے‘ جو ہر دم یاد دلاتی رہتی ہے کہ ملاقات کی تیاری رکھو‘ جتنا یہ ملاقات کا دن یاد رہے گا تیاری کے لیے اتنی ہی قوت پیدا ہو گی۔

نیز بروقت، باہوش وحواس اور صحت مندی کی حالت میں کیا ہوا کوئی فیصلہ یا کام آئندہ بہت سے متوقع فتنوں اور فساد سے محفوظ رکھتا ہے، خواہ اس کا تعلق صدقہ خیرات سے ہو یا وصیت لکھنے سے۔

سیدنا ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا، ’یارسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

’’تمہارا وہ صدقہ (افضل ہے) جو تم اُس درست صحت کی حالت میں دو جبکہ تم مال پر حرص بھی رکھتے ہو اور ڈر بھی رہے ہو کہ مال کم ہونے سے کہیں محتاجی یا فقر کا شکار نہ ہو جاؤں۔ اور اتنی دیر مت لگاؤ کہ جب دم حلق تک آ جائے تو کہنے لگو کہ فلاں کو اتنا اور فلاں کو اتنا دے

دو۔ حالانکہ اب تو وہ فلانے کا ہو ہی چلا۔ (اور تم تو دنیا سے چلے)''۔ (بخاری)

وصیت کیا ہے؟

اپنے مال کا ایک تہائی حصہ مرنے کے بعد کسی ایک کو یا زیادہ کو بانٹ کر دینے کا حکم دے جانا یا تحریر کر جانا یہ ''وصیت'' کہلاتی ہے۔ (میّت کے کل مال کے تین حصّے کیے جائیں تو دو حصّے مالِ وراثت شمار ہونگے جبکہ تیسرا حصّہ یہی ہے جو بطور وصیّت کے استعمال ہوگا)۔

وصیت کے درست ہونے کی شرائط

(1) تحریری ثبوت ہو یا کم از کم دو مسلمان گواہ ہوں۔

(2) ایک تہائی سے زائد نہ ہو (بقیہ ترکہ وارثوں میں آیاتِ میراث کے مطابق تقسیم ہوگا)۔

(3) وارث کے حق میں نہ ہو۔

1) وصیت پر گواہ

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِ يْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ
اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ط
تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا
نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ
اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ○ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا
فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِ يْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ
فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ

اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ٥ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ
عَلٰی وَجْهِهَآ اَوْ یَخَافُوْآ اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌ بَعْدَ اَیْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاسْمَعُوْا وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ٥

(المائدہ 5: 106-108)

”اے ایمان والو! تمھارے آپس میں دو اشخاص کا وصی (گواہ) ہونا مناسب ہے۔ جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے اور وصیت کرنے کا وقت ہو تو دو شخص ایسے ہوں جو دیندار ہوں اور تم میں سے ہوں اور اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آ جائے اور دو دیندار نہ ملیں تو دو کوئی اور سہی (بشرطیکہ ان کی گواہی شک کے موقع پر قابل اعتماد ہو)۔ پھر بھی اگر تم کو شبہ ہو تو ان دونوں کو بعد نماز روک لو۔ پھر دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی نفع نہیں لینا چاہتے اگرچہ کوئی قرابت دار بھی ہو اور اللہ تعالیٰ کی بات کو ہم پوشیدہ نہ کریں گے، ہم اس حالت میں سخت گنہگار ہوں گے پھر اگر اس کی اطلاع ہو کہ وہ دونوں گواہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو ان لوگوں میں سے جن کے مقابلہ میں گناہ کا ارتکاب ہوا تھا، اور دو شخص جو سب سے قریب تر ہیں جہاں وہ دونوں کھڑے ہوئے تھے، یہ دونوں کھڑے ہوں پھر دونوں اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ بالیقین ہماری یہ قسم ان دونوں کی اس قسم سے زیادہ راست ہے، اور ہم نے ذرا تجاوز نہیں کیا، ہم ایسا کریں تو سخت ظالم ہوں گے۔ یہ قریب تر ذریعہ ہے اس امر کا کہ وہ لوگ واقعہ کو ٹھیک طور پر ظاہر کریں یا اس سے ڈر جائیں کہ ان سے قسمیں لینے کے بعد قسمیں اُلٹی پڑ جائیں گی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سن رکھو! اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا“۔

2) وصیت کی مستحب مقدار

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہوا، مسلمان کو اپنے مال میں سے ایک تہائی کی وصیت کا حق ہے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں البتہ اس سے کم پسندیدہ اور افضل ہے۔

سعدؓ بن ابی وقاص سخت بیمار ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے وصیت کی بابت مشورہ طلب کیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

”ایک تہائی کی اجازت ہے اور ایک تہائی بھی بہت ہے“۔ پھر فرمایا:

”اے سعد! تم اپنے ورثاء کو خوشحال رہنے دو، یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ انہیں تنگدست چھوڑو اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں، اے سعد! اللہ کی رضا کے لیے جو بھی خرچ کرو گے تمہیں اس کا اجر ملے گا یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی اہلیہ کے منہ میں دو“۔

(متفق علیہ)

سیّدنا عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ مجھے یہ پسند ہے کہ لوگ تہائی کی بجائے چوتھائی کی وصیت کیا کریں کیونکہ نبی ﷺ نے تہائی کو زیادہ قرار دیا ہے۔ (متفق علیہ)

3) وصیت‘ میراث کے حقدار کے لیے نہیں

والدین اور قریبی رشتہ دار، جو پہلے ہی مالِ وراثت کے شرعاً حقدار ہیں، انہیں وصیت کے مال (تہائی) میں سے حصہ نہیں دیا جاسکتا۔

وصیت کا حکم بھی ان احکامات میں سے ہے جو اسلام کے ابتدائی زمانہ میں ایک سادہ اور مختصر انداز میں نازل کیا گیا۔ پھر مومنین کے دلوں میں ایمان کے راسخ ہو جانے اور اسلام کے ارکان کی مضبوطی آجانے کے بعد زیادہ تفصیل اور وضاحت سے نازل ہوا۔ اور پہلا حکم منسوخ ہو گیا اگرچہ وہ تلاوت کیا جاتا ہے۔ نئے حکم میں تمام وارثوں اور ان کے حصۂ وراثت کو بیان کر دیا گیا اور اب وصیت جو پہلے مرنے والے پر اپنے معاشرتی دستور کے مطابق کل مال پر

کرنا فرض تھی، صرف تہائی یا چوتھائی مال پر لاگو رہ گئی۔ اور وارث رشتہ دار اس سے مستثنیٰ قرار دے دیے گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا، ’’اللہ تعالیٰ نے ہر صاحبِ حق کو اس کا حق دے دیا ہے لہٰذا کسی وارث کے حق میں اب وصیت جائز نہیں‘‘۔ (ابوداؤد)

یہ مالِ وصیت ان رشتہ داروں اور عزیزوں کو فائدہ دے دیتا ہے جو شرعی ضابطے کے لحاظ سے میراث کے حصہ دار تو نہیں ٹھہرتے مگر مالی محتاجی کی بنا پر اس مال کے مستحق ہوتے ہیں اور ان کی کچھ نہ کچھ مدد ہو جاتی ہے۔ اور اگر رشتہ داروں میں کوئی ایسا نہیں ہے تو دوسرے مستحقین کے لیے یا کسی رفاہِ عامہ کے کام میں صرف کرنے کے لیے یہ مالِ وصیت صدقہ جاریہ بن جاتا ہے۔

عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ’’اہلِ وراثت کو ان کے حصّے دے دو۔ پھر جو مال بچ رہے وہ اس ناطہ دار مرد کے لیے ہے جو (میت سے اگلا) نزدیکی رشتہ رکھتا ہو‘‘۔ (بخاری)

(قانونِ وراثت کی تفصیلات کے لیے سورۃ النساء : 7,12,176 ملاحظہ فرمائیں)

بچنے والے مال سے مراد مالِ وصیت بھی ہے اور وہ مال بھی ہو سکتا ہے جو تقسیم کے وقت وارث کسی وجہ سے نہیں لینا چاہتے اور اس پر میت کی طرف سے کوئی وصیت بھی نہیں پائی جاتی۔

نا قابل قبول وصیت

☆ ایسی وصیت جو شریعت (شرعی احکامات) سے ٹکراتی ہو اس پر عمل ہی نہیں کیا جائے گا۔

☆ ایسی وصیت جس سے کسی کی حق تلفی ہوتی ہو۔ خصوصاً جبکہ وہ کسی مستحق وارث کے جائز حق میں محرومی یا زیادتی کا سبب بنتی ہو وہ بھی نا قابل قبول اور باطل قرار دی جائے گی۔

ایسی وصیت ’’ضرر رساں وصیت‘‘ بھی کہلاتی ہے۔

☆ حرام اور غیر دینی کاموں یا بدعت کے کاموں پر خرچ کرنے کے لیے وصیت کی جائے تو وہ نافذ ہی نہیں ہوگی۔

☆ موت کی مدہوشی یا سختی کی حالت میں کی گئی وصیّت و نصیحت نیز یادداشت سے محروم یا کوئی مخبوط الحواس شخص وصیّت کرے، جس پر ورثاء کا اطمینان نہ ہو تو اسے کسی معتبر عالم دین کو بتا کر اس کے بارے میں شرعی حکم معلوم کر لینا چاہیے۔

وصیت کی اقسام

وصیت کی درج ذیل اقسام ہیں:

(1) وصیت برائے مال واسباب

(2) وصیت برائے حقوق وواجبات

(3) وصیت برائے نصیحت وتزکیہ

1) وصیت برائے مال واسباب

مال واسباب خواہ کچھ بھی ہو، زیور، کرنسی، بینک اکاؤنٹ، سرٹیفکیٹ، منقولہ وغیر منقولہ جائیداد وغیرہ سب ترکہ میں شامل ہے۔ اس تمام متروکہ مال کا ایک تہائی تک غیر وارث قرابت داروں، دوستوں یا مسلم امہ کے لئے کار خیر کے کاموں کے لئے وصیت میں مختص کیا جاتا ہے اور کوئی چاہے تو اپنا یہ اختیار فی سبیل اللہ کاموں میں خرچ کرنے کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ ایسی وصیت میں (1/3 تک مال کے معاملے میں) حکمت سے کیا ہوا فیصلہ اس کے لیے قیامت تک صدقہ جاریہ بن سکتا ہے۔

2) وصیت برائے حقوق وواجبات

قریب المرگ ایک تہائی (وصیت) تک کے لیے یہ بھی فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس کے تمام

مندرجہ ذیل واجبات اس مد میں سے ادا کر دیئے جائیں، مثلاً :

- ☆ ادھار، قرض وغیرہ۔
- ☆ جو روزے نہ رکھ سکا ان کا فدیہ۔
- ☆ زکوٰۃ اگر دینے والا تھا اور نہیں دے سکا۔
- ☆ فرض حج کی نیت کی تھی اور موت نے کرنے کی مہلت نہ دی۔
- ☆ کوئی جائز نذر مانی تھی مگر پوری نہ کر سکا، وغیرہ۔
- ☆ اسی طرح کوئی مرد اگر کسی وجہ سے بوقت نکاح بیوی کا حق مہر ادا نہیں کر سکا تو وہ اس تہائی میں سے ادا کر دیئے جانے کی وصیت کر سکتا ہے۔

3) وصیت برائے نصیحت و تزکیہ

وصیت مال کے علاوہ ان ہدایات و انتظامات سے متعلق بھی ہو سکتی ہے جو قریب المرگ اپنے متعلقین کے ذمے لگا جاتا ہے۔ مثلاً نابالغ اولاد کی دیکھ بھال، اس کے چھوڑے ہوئے علمی کتب خانہ، شفا خانہ، یا اپنی زندگی میں وقف کیے گئے کسی ادارے کی دیکھ بھال و انتظام داری اور لوگوں کی امانتوں کو لوٹانا وغیرہ۔

اس کے علاوہ یہ وصیت دینی علم و عمل اور تزکیہ کے بارے میں بھی ہو سکتی ہے مثلاً : حقوق اللہ کی پابندی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید، خاندانی روایات میں حلال اور مباح امور کی پاسداری، قرابت داروں سے صلہ رحمی وغیرہ۔ ایسی وصیت نہ صرف اہلِ خاندان کیلئے سود مند ثابت ہو سکتی ہے بلکہ آنے والی نسلیں اور معاشرے کے دوسرے افراد بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں اور یوں یہ وصیت بھی اس کے لیے صدقہ جاریہ بن سکتی ہے، اِن شاءَ اللہ۔

(اس قسم کی نصیحت آموز وصیت، ترکہ والی وصیت کے برعکس تمام وارثوں اور غیر وارثوں کے لیے ہے)

ایسی وصیت میں اس بات کا خیال رکھیں کہ صرف آپ کا ذاتی مفاد یا غرض مقدم نہ رہے بلکہ بات آپ کی نسلوں کی فلاح کی بھی ہو اور اس انداز سے کی گئی ہو کہ پڑھنے اور عمل کرنے والوں کے لیے جبر، تنگی اور بیزاری کا پہلو نہ نکلے، بلکہ پُر اثر اور پُر حکمت طریقے سے پیغام اُن کے دلوں میں اتر تا رہے۔

مثال کے طور پر اگر کوئی وصیت کر جائے کہ ''میرے بچو! میرے ثواب کے لیے ہر رمضان میں صدقہ، خیرات یا ہر عید الاضحیٰ پر میری طرف سے قربانی ضرور کرنا یا زندگی بھر ہفتے میں ایک بار ضرور میری قبر پر آ کر دعائے مغفرت کیا کرنا، تو یہ درست نہیں۔

اگر انہوں نے آپ کو اپنے والدین کے لیے ایسا کچھ کرتے دیکھا ہے تو وہ حتی المقدور کوشش سے ایسا کرتے رہیں گے۔ آپ اسلام کے سانچے میں ڈھلی ہوئی زندگی گزارتے رہے ہیں تو بچے لاشعوری اور لازمی طور پر آپ ہی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں گے اور یوں ان میں ہر اچھے عمل کو مستقل مزاجی سے نبھانے کی خوبی اور عادت بھی ہوگی۔

(اس کی مثال مرحوم خرم مرادؒ کی کتاب ''آخری وصیت'' ہے جو انہوں نے اپنے اہل خانہ کے لیے لکھی اور محترمہ بشریٰ ارشاد کی کتاب ''یا بُنَیَّی'' ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے لکھی)

غیر مسلم ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کا وصیت و نصیحت لکھ رکھنا :

یہ خصوصاً اس لیے بھی ناگزیر ہو جاتا ہے کہ وہاں کے شہری قوانین کے مطابق اپنی زندگی میں سرکاری وصیّت نامہ پر ضروری اندراج نہ کئے جائیں تو نہ صرف میّت کو وہاں غیر اسلامی طریقے سے کفنا' دفنا دیا جاتا ہے بلکہ اس کی تمام جملہ املاک بھی وراثت میں منتقل ہونے کی بجائے سرکاری قبضہ میں چلی جاتی ہیں۔ اُسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

'' مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوگا اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا ہے''۔ (بخاری)

(وارث اور موروث دونوں کے لیے مسلمان ہونا ضروری ہے)

انبیاء کی وصیت

ایسی وصیت جو وارثوں کی دینی اصلاح کیلئے ہو بہترین وصیت ہے۔ نبیوں کی وراثت وہ پیغامِ حق ہوتا ہے جو تا قیامت تمام نسلوں تک منتقل ہوتا چلا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِذْ قَا لَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَا لَ اَسْلَمْتُ لِرَ بِّ ا لْعٰلَمِیْنَ ○
وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى
لَكُمُ الدِّ یْنَ فَلَا تَمُوْ تُنَّ اِلَّا وَ ا نْتُمْ مُّسْلِمُوْ نَ ○

(البقرہ : 131,132)

’’جب (ابراہیمؑ کو) ان کے رب نے کہا، ’’فرماں بردار ہو جاؤ‘‘۔ انہوں نے کہا، ’میں نے رب العالمین کی فرمابرداری کی۔ اور اسی کی وصیت ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو کی، کہ اے ہمارے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اسی دین کو پسند فرمایا ہے، تمہیں اس حال میں موت آئے کہ تم مسلمان ہو‘‘۔

لقمان علیہ السلام نے اپنے فرزند کو جو وصیتیں کیں ان کے بارے میں قرآن مجید میں ذکر ملتا ہے:

..یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ○ (لقمان :13)

’’اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے‘‘۔

یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ ...(لقمان : 17)

’’اے میرے بیٹے! نماز قائم کرنا اور اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور تمہیں جو بھی تکلیف پہنچے اس پر صبر کرنا‘‘۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت وراثت میں چھوڑی اور فرمایا:

’’اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب قرآن ہے اور دوسری میری سنت‘‘۔ (مؤطا امام مالک)

عبداللہ بن اوفیٰؓ سے دریافت کیا گیا کہ کیا نبی ﷺ نے کوئی وصیت فرمائی تھی، انہوں نے کہا، ’نہیں‘ پھر ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں پر وصیت کیسے فرض ہوئی یا ان کو وصیت کا حکم کیسے دیا گیا؟ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے قرآن پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی تھی (اور قرآن میں وصیت کا حکم واضح ہے)۔ (بخاری)

دراصل نبی ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارک میں کبھی ایسا مال و اسباب جمع ہی نہیں کیا تھا جو قابلِ وصیت و وراثت بنتا۔ منصبِ رسالت کی عظیم ذمہ داریوں اور اس کے تقاضوں کے پیشِ نظر اُمّت کی ضروریات کو ہی ترجیح دیتے اور جو بھی اموال یا تحائف آتے وہ بھی فوراً تقسیم فرما دیتے، اسی طرح آپ ﷺ کے اہلِ خانہ بھی قناعت اور توکل علی اللہ پر پورا تعاون کرتے۔

عمروؓ بن حارث، جو رسول اللہ ﷺ کے سالے (ام المومنین سیدہ جویریہؓ کے بھائی) ہیں، روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا، نہ دینار اور نہ کوئی لونڈی غلام اور نہ کوئی اور چیز۔ صرف ایک سفید خچر، چند ہتھیار اور کچھ زمین تھی جسے آپ ﷺ وقف کر چکے تھے۔ (بخاری)

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

’’ہم (پیغمبروں) کا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے‘‘۔ (بخاری)

اپنے اہل وعیال کو وصیّت میں مندرجہ ذیل امور سے متعلق سختی سے تنبیہہ کرنی چاہیے:

☆ میری وفات پر واویلا نہ کرنا‘ چہرہ و سینہ نہ پیٹنا‘ بال نہ نوچنا اور نہ ہی کپڑے وغیرہ پھاڑ کر حیا باختہ ہونا۔ میری جدائی کے غم میں منہ سے خلافِ اسلام کوئی بات نہ نکالنا وغیرہ۔

☆ میرا غسل‘ کفن‘ جنازہ‘ نماز جنازہ‘ تدفین وغیرہ سب سنت کے مطابق ہوں۔

☆ میری قبر سادہ اور کچی رکھنا، اس پر سنگ مرمر وغیرہ کا استعمال نہ کرنا اور نہ ہی مزار یا کوئی غیر اسلامی عمارت تعمیر کرنا (کوئی خلافِ سنت کام ہوا تو میں اس سے بری الذمہ ہوں)

☆ میری وفات کے بعد لمبے سوگ اور تعزیتی رسومات و بدعات سے اجتناب کرنا۔

☆ میرے کل ترکہ میں سے وراثت کے علاوہ جو حصّہ برائے وصیّت ہے اسے فی سبیل اللہ خرچ کرنا، ایسے میوزیم جہاں بت یادگار کے طور پر رکھے ہوں‘ ان پر یا آرٹ گیلریوں اور غیر اسلامی ویلفیئر کے پروگراموں وغیرہ پر خرچ نہ کرنا۔

صحابی رسول ﷺ سیّدنا حذیفہؓ بن یمان کی یہ وصیت کتنی حیرت انگیز ہے‘ فرماتے ہیں:

”جب میں وفات پا جاؤں تو کسی کو اطلاع نہ دینا‘ ممکن ہے یہ ”نعی“ میں شمار ہو اور رسول اللہ ﷺ نے نعی سے منع فرمایا ہے اور یہ بات میں نے خود سنی ہے“۔ (سنن ترمذی)

نوٹ: ’نعی‘ کسی کی وفات کا اعلان کرنا‘ (اس میں غرض شہرت ہوتی ہے اس لیے ناجائز ہے)

غور طلب آیت

مَنْ عَمِلَ صَا لِحًا فَلِنَفْسِهٖ ج وَ مَنْ اَ سَآ ءَ فَعَلَيْهَا ز
ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْ جَعُوْ نَ ○ (الجاثیہ : 15)

”جو شخص نیک عمل کرتا ہے سو وہ اپنے ہی لیے کرتا ہے اور جو برے کام کرتا ہے اس کا نقصان اسی کو پہنچتا ہے، پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے“۔

روانگی کی یاددہانی

یَآیُّھَاالْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحاً فَمُلٰقِیْہِ۔

(الانشقاق : 6)

''اے انسان! بیشک تو چلا جا رہا ہے اپنے رب کی طرف کشاں کشاں‘ بالآخر تو تجھے اسی کے حضور پیش ہونا ہے''۔

زندگی پلک جھپکتے گذر جاتی ہے کوئی سو سال بھی جیئے تو بالآخر اسے جانا ہی ہے، اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ فَاِنَّہٗ مُلٰقِیْکُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ فَیُنَبِّئُکُمْ م بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَo

(الجمعہ : 8)

''کہہ دیجیے! جس موت سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ تمہیں پہنچ کر ہی رہے گی پھر تم چھپے کھلے کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے کیے ہوئے تمام کام بتلا دے گا''۔

وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْساً اِذَا جَآءَ اَجَلُھَا ط وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ م بِمَا تَعْمَلُوْنَ o (المنافقون : 11)

''اور جب کسی کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر اسے اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ بخوبی جانتا ہے''۔

پھر آخر وہ دن آ پہنچتا ہے جس کو آنا ہی تھا۔

وَجَآءَ تْ سَکْرَۃُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ط ذٰلِکَ مَا کُنْتَ مِنْہُ
تَحِیْدُ o (ق : 19)

’’آ پہنچی موت کی سختی حق کے ساتھ، یہی ہے جس سے تو بھاگتا پھرتا تھا‘‘۔

قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ ثُمَّ اِلٰی
رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ o (السجدۃ : 11)

’’کہہ دو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری جانیں قبض کر لیتا ہے، پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاتے ہو‘‘۔

حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْہُ رُسُلُنَا وَ ھُمْ لَا
یُفَرِّطُوْنَ o (الانعام : 61)

’’جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے' اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے‘‘۔

کَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ o وَقِیْلَ مَنْ سکتہ رَاقٍ o
وَّظَنَّ اَنَّہُ الْفِرَاقُ o وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ o
اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ o (القیٰمہ : 30-26)

’’ہرگز نہیں جب روح ہنسلی تک پہنچے گی اور کہا جائے گا، ’’ہے کوئی دم جھاڑ کرنے والا؟‘‘ اور وہ سمجھ گیا کہ یہ وقت جدائی کا ہے۔ اور پنڈلی سے پنڈلی جُڑ جائے گی تو اپنے رب کی طرف اس دن روانگی ہوگی‘‘۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ o (العنکبوت : 567)

’’ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے‘‘۔

موت کی یاد اور تقویٰ

موت کو یاد رکھنا مسلمان کو تقویٰ کے قریب کرتا ہے اور اس طرح موت کے بعد اعمال کی جوابدہی کے خوف سے وہ گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’لذتوں کو مٹانے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو‘‘۔ (سنن ترمذی)

موت کا وقت

اللہ رب العزت کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کس کو کب موت آئے گی؟ اور جب آجائے گی پھر اسے کوئی ٹال نہیں سکے گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اس کو یوں بیان فرماتے ہیں:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ط

(آلِ عمران : 145)

’’اللہ تعالیٰ کے اِذن کے بغیر کسی ذی روح کو موت نہیں آسکتی،
اس کا مقرر شدہ وقت لکھا ہوا ہے‘‘۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ o

(النحل : 61)

’’پھر جب اس کا وقت آجائے گا تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہ سکتے ہیں
اور نہ ہی آگے بڑھ سکتے ہیں‘‘۔

اللہ کے ہاں عُمر کی حد یا موت کا وقت متعیّن کیے جانے پر حدیثِ رسول ﷺ ہے:

’’اللہ تعالیٰ نے رحم (شکمِ مادر) پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہوتا ہے وہ (سب حال) اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا رہتا ہے، ’’پروردگار! ابھی نطفہ ہے، اب پھٹکی ہوا ہے، اب گوشت کا لوتھڑا ہو گیا

ہے''۔ پھر جب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بچے کی پیدائش پوری کرنا چاہتے ہیں تو فرشتہ پوچھتا ہے:

''پروردگار! یہ مرد ہوگا یا عورت، بد بخت ہوگا یا نیک بخت اور اس کی روزی کیا ہے، اس کی عمر کیا ہے؟'' تب (جیسا اللہ تعالیٰ کا حکم ہو) سب کچھ ماں کے پیٹ میں ہوتے ہوئے ہی بچے کے لیے لکھ دیا جاتا ہے''۔ (بخاری)

موسیٰؑ اور ملک الموت

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''موت کے فرشتے کو موسیٰؑ کے پاس بھیجا گیا۔ فرشتہ ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کی آنکھ پر ہاتھ مارا۔ فرشتہ اپنے رب کے پاس لوٹ گیا اور عرض کیا کہ آپ نے ایک ایسے بندے کے پاس مجھے بھیجا ہے جو موت نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ان کے پاس واپس جاؤ اور کہو کہ وہ کسی بیل کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھ لیں، ان کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے ان میں ہر بال کے بدلے (ان کی عمر میں) ایک سال کا اضافہ کر دیا جائے گا''۔

موسیٰؑ نے یہ پیغام سن کر عرض کیا:

''اے میرے رب! پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟''

فرمایا: ''پھر موت ہوگی''۔

موسیٰؑ نے عرض کیا، (کہ جب موت ہی آنی ہے) ''تب ابھی اسی وقت''۔

پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ انہیں ارضِ مقدسہ (یروشلم) سے اتنا قریب کر دیں جتنی دور سے ڈھیلا پھینکا جا سکتا ہو۔

نبی ﷺ نے فرمایا، '' اگر میں وہاں ہوتا تو کثیب احمر کے نچلے راستے کے کنارے ان کی قبر تمہیں دکھاتا''۔ (بخاری)

قسطلانی کے مطابق فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا جبکہ موسیٰؑ کی عمر 120 برس ہو چکی تھی

نیز موسیٰ یہ سمجھے کہ یہ آدمی بلا اجازت کوئی نقصان پہنچانے کی نیت سے آیا ہوگا اسی لیے آنکھ پر مارا۔ مسلم اور نسائی میں بھی اسی مفہوم کی روائتیں منقول ہیں۔

موت کی آرزو اور توبہ

آزمائش خواہ کتنی ہی سخت کیوں نہ ہو مسلمان کو موت کی آرزو کرنے سے روکا گیا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنا دامن زیادہ سے زیادہ نیکیوں سے بھر لے اور اگر بدعمل ہے تو شاید اسے توبہ کی توفیق مل جائے اور اس طرح عمر کا اضافہ اس کے لیے خیر کا باعث ہو کیونکہ موت عمل اور توبہ دونوں کا دروازہ بند کر دیتی ہے۔

سیّدنا انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف یا مرض کی وجہ سے جو اسے پہنچے، تنگ آ کر موت کی آرزو ہرگز نہ کرے اگر اس نے ضرور ہی کرنی ہے تو یہ الفاظ کہے“۔

اَللّٰھُمَّ اَحۡیِنِیۡ مَا کَا نَتِ الۡحَیَاۃُ خَیۡرًا لِّیۡ وَتَوَفَّنِیۡ
اِذَا کَانَتِ الۡوَفَا ۃُ خَیۡرًا لِّیۡ

”اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہے اور مجھے موت اس وقت دینا جب موت میرے لیے بہتر ہو“

(متفق علیہ)

موت کی آگہی اور پیشین گوئی

سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مرض الموت میں اپنی بیٹی سیدہ فاطمہؓ کو بلایا، (بیماری کی کمزوری کی وجہ سے آہستہ سے) پہلے کچھ کہا تو وہ رونے لگیں۔ پھر ان کو

(قریب) بلا کر پھر کچھ کہا تو وہ ہنس دیں۔

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ایک مرتبہ میں نے سیدہ فاطمہؓ سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی جس پر پہلے آپ رو دیں پھر خوش ہو گئیں؟

انہوں نے بتایا کہ پہلے نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں اس بیماری سے بچنے والا نہیں تو میں رو پڑی پھر چپکے سے مجھ کو یہ فرمایا کہ میرے اہلِ بیت میں سے سب سے پہلے آپ میرے پاس آؤ گی تو اس وقت میں ہنسنے لگی۔ (بخاری)

موت کا مقام

کس کو کس مقام پر موت آئے گی؟ اللہ تعالیٰ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ ۢ بِاَىِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ۝

(لقمان: 34)

”کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی؟
بے شک اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا باخبر ہے“۔

جہاں موت آ جائے گی وہاں سے بچنا محال ہے۔ قرآن مجید میں ایک اور جگہ فرمایا:

اَيۡنَ مَا تَكُوۡنُوۡا يُدۡرِكْكُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ بُرُوۡجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ

(النساء: 78)

”تم جہاں کہیں بھی ہو، موت تمہیں آ پکڑے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو کسی خاص مقام پر فوت کرنے کا فیصلہ فرماتے ہیں تو اس کے لیے وہاں کوئی ضرورت پیدا کر دیتے ہیں“۔ (احمد، ترمذی)

پردیس میں وفات

سیّدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص مدینہ میں فوت ہوا جو مدینہ ہی کی پیدائش تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر نماز پڑھی پھر فرمایا، ''اچھا ہوتا جو وہ دوسرے ملک میں مرتا''۔

ایک شخص نے عرض کیا، 'کیوں؟ یارسول اللہ!'

آپ ﷺ نے فرمایا، ''جب آدمی اپنی پیدائش کے مقام کے سوا دوسرے ملک میں مرے تو اس پیدائش کے مقام سے لے کر موت کے مقام تک اس کو جنت میں (مزید) جگہ دی جائے گی''۔ (ابن ماجہ)

بابرکت مقام پر موت اور دفن کی آرزو

ایسی آرزو رکھنا کہ کسی بابرکت سرزمین یا مقدس مقام؛ مثلاً بیت المقدس کے قریب یا حرمین شریفین یا ریاض الجنہ میں موت آئے یا جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں سے کہیں دفن ہوں، درست ہے۔ (بحوالہ بخاری)

قیامت کی تیاری

سیّدنا انسؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی (دیہاتی) نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، 'قیامت کب ہوگی؟'

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟''

اعرابی نے کہا، 'اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت (ان کے دیئے ہوئے احکام کی اطاعت اور فرمانبرداری)'

آپ ﷺ نے فرمایا، ''پھر تم انہی کے ساتھ ہو گے جن سے تم نے محبت رکھی''۔

(متفق علیہ)

آخری سفر کی تیاری

وفات سے پہلے قریب المرگ شخص کے پاس موجود حاضرین پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ہمارے نبی محمد ﷺ کے مرض الموت کی کیفیات کے حوالے سے ان کا یہاں تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

قریب ترین عزیز کا قرب

زیادہ بیمار انسان کے پاس موجود لوگوں کا فرض ہے کہ روز بروز مرض بڑھتا دیکھیں تو ایسے وقت میں اس کے نزدیک اس شخص کو رہنے کا موقع دیں جس کی رفاقت اسے زندگی میں زیادہ محبوب رہی ہو اور جسے وہ اپنے حق میں زیادہ پُرخلوص سمجھتا ہو تا کہ آخری دنوں میں وہ وصیت سے متعلق کچھ مزید ہدایات دینا چاہتا ہو یا کوئی بھی اور ضروری بات کہنا چاہتا ہو تو بسہولت اور اعتماد سے اپنے اس ساتھی سے بیان کر سکے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے وفات سے پہلے آخری ہفتہ اپنی محبوب بیوی سیّدہ عائشہؓ کے مکان میں قیام فرمایا اور وہی آخری لمحات تک آپ ﷺ کے قریب ترین رہیں۔

(بحوالہ بخاری)

وصیت سے متعلق یاد دہانی

ایسے موقع پر قریب المرگ کا ساتھی خود بھی اُسے یاد دلا سکتا ہے کہ اس کے ذمہ کسی کا کچھ لین دین یا حقوق العباد میں سے کوئی کمی بیشی ہو تو وصیت کے طور پر بیان کر دے اور دوسرے موجود لوگ اسے تحریر بھی کر سکتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے وفات سے پانچ دن پہلے کچھ وصیتیں فرمائیں۔ مثلاً :

’’تم لوگ میری قبر کو بت نہ بنا لینا کہ اس کی پوجا کی جائے‘‘۔ (مؤطا امام مالک)

ایک اور روایت کے مطابق نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا، ’’یہود و نصارٰی پر اللہ کی لعنت کہ انہوں نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا‘‘۔ (بخاری)

سیّدہ عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے چھ یا سات دینار آپ ﷺ کی بیماری میں میرے پاس پڑے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ ان کو تقسیم کر دو۔ تو میں ان کی بیماری میں مشغول ہو گئی (بھول گئی)۔ تب دوبارہ آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ ان چھ یا سات دیناروں کا کیا بنا؟ میں نے کہا، ’’واللہ! مجھے تو آپ کی بیماری نے مشغول کر دیا، (اور میں انہیں بھول گئی)‘‘۔ پھر آپ ﷺ نے وہ دینار منگوائے اور ان کو اپنی ہتھیلی پر رکھا اور فرمایا، ’’کیا خیال ہے کہ اللہ کا نبی، اللہ عزوجل کو اس حال میں ملے کہ یہ (دینار) اس کے پاس ہوں؟‘‘ (احمد)

شور اور ہنگامے سے پرہیز

رسول اللہ ﷺ کی وفات سے چار روز پہلے کسی اختلافی مسئلے پر جب لوگوں کا شور بلند ہونے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا، ’’میرے پاس سے اٹھ جاؤ‘‘۔ (بخاری)

پھر اسی روز آپ ﷺ نے تین اور باتوں کی وصیت فرمائی:

ایک اس بات کی وصیت کہ ’’یہود و نصارٰی اور مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا‘‘
دوسرے یہ کہ ’’وفود کی اسی طرح نوازش کرتے رہنا جس طرح آپ ﷺ کیا کرتے تھے‘‘
تیسرے یہ کہ ’’کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنا‘‘۔ (فتح الباری)

پیغمبروں کو اختیار

سیدہ عائشہؓ کہتی تھیں کہ نبی کریم ﷺ حالتِ صحت میں فرمایا کرتے تھے، ’’کسی نبی (کی روح) کو اس وقت تک قبض نہیں کیا جاتا جب تک کہ وہ جنت میں اپنا ٹھکانا نہ دیکھ لے،

پھر اس کو اختیار دے دیا جاتا ہے (موت یا دنیا میں رہنے کی مزید مہلت کا)۔

جب آپ ﷺ سخت بیمار ہوئے اور ان کا سر میری گود میں تھا تو ان پر غش طاری ہوا پھر ذرا سا ہوش میں آئے تو آنکھیں چھت کی طرف لگا دیں اور فرمانے لگے:

"یا اللہ! بلند رفیقوں میں (رکھنا)"۔

اس وقت میں سمجھ گئی کہ (آپ کو بھی اختیار دیا گیا مگر) آپ ﷺ نے ہمارے پاس رہنے کو اختیار نہیں فرمایا۔ اور پھر میں پہچان گئی کہ یہ اسی حدیث کا موضوع ہے جو آپ اپنی حالتِ صحت میں فرمایا کرتے تھے۔ تو آخری بات جو آپ ﷺ نے کہی وہ یہی تھی:

" اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی " ۔ (بخاری)

وحی کے ذریعے وفات کی خبر

ابنِ عباس سے روایت ہے کہ سیدنا عمرؓ نے لوگوں سے پوچھا، 'یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ" تو فتح سے کیا مراد ہے؟' انہوں نے کہا کہ شہروں اور محلوں کا فتح ہونا۔ پھر عمرؓ نے مجھ سے کہا، 'اے ابنِ عباس! آپ (اس بارے میں) کیا کہتے ہیں؟' میں نے کہا، 'اس سے تو محمد ﷺ کی وفات مراد ہے یا یہ ایک مثال ہے جس میں گویا کہ آپ ﷺ کو ان کی وفات کی خبر دی گئی ہے'۔ (بخاری)

آخری دعائیں

سیّدہ عائشہؓ فرماتی ہیں، "رسول اللہ ﷺ یہ کلمات کثرت سے پڑھا کرتے تھے:

" سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ أَتُوْبُ اِلَيْهِ " (مسلم)

"اے اللہ! میں آپ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں، آپ کی خوبیوں کے ساتھ،
میں آپ سے بخشش کا طلب گار ہوں اور آپ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں"۔

آخری عبادت

قریب المرگ زندگی کی آخری گھڑیوں میں اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت مثلاً نماز ادا کرنا چاہتا ہے تو اس کو وضو کرانے میں یا پہلو کے بل کروٹ دلانے میں یا اگر وہ اٹھ کر نماز پڑھنے کی ہمت پاتا ہے تو حاضرین کو اٹھنے میں اس کی مدد کرنی چاہیے۔

(وفات سے قبل) رسول اللہ ﷺ نے اپنی طبیعت میں (مرض کی تیرہ یا چودہ دن کی مدت کے بعد) قدرے بہتری محسوس کی' چنانچہ دو آدمیوں کے سہارے چل کر نمازِ ظہر کے لیے مسجد تشریف لائے۔ ان میں سے ایک عباسؓ تھے۔ اس وقت سیدنا ابوبکرؓ، صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھا رہے تھے وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ ﷺ نے اشارے سے فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹیں اور لانے والوں کو فرمایا، ''مجھے ان کے پہلو میں بٹھا دو''۔

چنانچہ آپ ﷺ کو ابوبکرؓ کے پہلو میں بائیں طرف بٹھا دیا گیا اس کے بعد نبی ﷺ بیٹھے بیٹھے نماز پڑھنے لگے اور ابوبکرؓ اسی طرح کھڑے کھڑے نبی ﷺ کی نماز میں پیروی کرنے لگے۔ اور تمام صحابہؓ ابوبکرؓ (کی تکبیر) کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ (مسلم)

آخری عمل

اللہ کے رسول ﷺ کو طہارت اور پاکیزگی کا حالتِ نزع میں بھی اتنا ہی خیال تھا جتنا کہ اپنی حیاتِ مبارکہ میں ہوا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی وفات سے قبل آخری دن اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہونے کے علاوہ جو آخری عمل فرمایا، وہ مسواک کرنا تھا۔

اُم المومنین سیّدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں:

''میں رسول اللہ ﷺ کو ان کی بیماری کی سختی میں اپنے اوپر ٹیک دیئے ہوئے تھی۔ اتنے میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ (سیّدہ عائشہؓ کے بھائی) ایک تازہ مسواک لیے ہوئے آئے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ مسواک کو دیکھ رہے ہیں، مجھے معلوم تھا کہ آپ ﷺ مسواک کو

پسند فرماتے ہیں۔

میں نے عرض کیا، 'کیا یہ مسواک آپ کے لیے لے لوں؟'

آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا، (''ہاں'')

میں نے عبدالرحمٰنؓ سے مسواک لے کر تراشی اور اپنے دانتوں سے نرم کی۔ پھر پانی سے صاف کر کے نبی ﷺ کو دی۔ آپ ﷺ نے بہت اچھی طرح سے اس کو اپنے دانتوں پر پھیرا۔'' (بخاری)

آخری دم

حالت زیادہ نازک ہونے کی وجہ سے قریب المرگ کو خود ذکر اذکار کی ہمت نہ ہو تو اس کے قریبی عزیز کو اس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے معوذات اور مسنون دعائیں پڑھ کر دم کرنا چاہیے۔

سیّدہ عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات سے قبل انہیں اپنے سینے سے ٹیک دے رکھی تھی اور معوذات (سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس) اور رسول اللہ ﷺ سے حفظ کی ہوئی دعائیں پڑھ کر آپ ﷺ پر دم کرتی جاتی تھیں اور برکت کی امید میں آپ ﷺ ہی کا ہاتھ پکڑ کر آپ ﷺ کے جسمِ اطہر پر پھیرتی جاتی تھیں۔ (بخاری)

آخری کلام

اُمّ المومنین سیّدہ عائشہؓ فرماتی ہیں، ''وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے سامنے پانی کا ایک کٹورا رکھا تھا۔ آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ پانی میں ڈالتے اور منہ پر پھیرتے اور فرماتے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَات

'' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک موت کے لیے سختیاں ہیں''۔

(بخاری)

آخر میں آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اُٹھایا اور فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِی وَارۡحَمۡنِیۡ وَاَلۡحِقۡنِیۡ بِا لرَّفِیۡقِ الۡاَعۡلٰی

"اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ (اپنی بلند ذات) سے ملا دے"۔

(بخاری)

یہی آپ ﷺ کا آخری کلام تھا۔

سیّدہ عائشہؓ فرماتی ہیں، "اللہ کے رسول ﷺ میرے سینے اور ٹھوڑی کے درمیان فوت ہوئے۔ بوقتِ وفات آپ ﷺ کی تکلیف دیکھنے کے بعد میں نے کبھی کسی کے بارے میں تکلیف کم ہونے کا تصور نہیں کیا"۔ (بخاری)

سیّدہ عائشہؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا، "جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی"۔ (بخاری)

اِنَّا لِلّٰهِ وِاِنَّآ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدُ نَا وَمَوۡ لَا نَا مُحَمَّدٍ وَّ بَا رِكۡ وَ سَلِّمۡ

حُسنِ خاتمہ

بے شک موت برحق ہے لیکن خوش نصیب ہے وہ جسے ایمان پر موت آئے۔ موت کی سختیوں پر صبر کرنا ایمان والوں کی نشانی ہے تاکہ انہیں وہ آخری کامیابی بھی نصیب ہو جائے جو ایک مسلمان کے لیے زندگی بھر کے مشن کی ضامن بن جائے۔

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ ساحرانِ فرعون نے ایمان لانے کے بعد فرعون کی طرف سے ملنے والی اذیت ناک سزائے موت کی دھمکیوں کے موقع پر ایک دعا مانگی تھی:

رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّتَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ ۝ (الا عراف :641)

”اے ہمارے رب! فیضان کیجیے ہم پر صبر کا اور اُٹھائیے آپ
ہمیں دنیا سے اس حال میں کہ ہم آپ کے فرمانبردار ہوں“۔

ایک فرمانبردار مسلمان کی اہم ترین تمناؤں میں سے ایک تمنا یہ بھی ہونی چاہیے کہ بالآخر اس کا خاتمہ ایمان پر ہو اور وہ اس دنیا سے جب رخصت ہو تو اس کا رب اس سے راضی ہو۔ یہ بات صرف تمنا ہی کی حد تک نہیں بلکہ اس کے لیے دعا بھی کرتے رہنا چاہیے اور صرف دعا ہی پر اکتفا نہیں بلکہ اچھی، باعمل زندگی گزارنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے کیونکہ ”حسن خاتمہ“ کی بنیاد احسن عمل ہے اور احسن عمل اس علم سے وجود میں آتا ہے جو تمام علوم کا سرچشمہ ہے یعنی علم قرآن۔

قرآن کا علم ہی انسان کو مسلمان اور پھر بندہ مومن بناتا ہے، نیز اس علم سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پہچان ہوتی ہے، احکامات کا پتہ چلتا ہے، فرائض و ذمہ داریوں کی خبر ہوتی ہے اور یوں جب وہ عمل کی دنیا میں قدم رکھتا ہے تو ہر معاملہ میں اللہ کی رضا اور مکمل فرمانبرداری

ہی اس کے پیشِ نظر ہوتی ہے لہٰذا وہ دنیا و آخرت دونوں میں سرخرو ہو جاتا ہے درحقیقت یہی حسنِ خاتمہ ہے۔

خوف اور امید ایک ساتھ

موت کی بے چینیوں میں بھی مومن کو خوف اور امید کی درمیانی کیفیت میں رہنا چاہیے‘ یعنی اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ کی سزا کا ڈر ہے تو ساتھ اپنے رب سے رحمت کی امید بھی رکھے۔

رسول اللہ ﷺ ایک نوجوان کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ موت وحیات کی کشمکش میں تھا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، ”کیسے ہو؟“ اس نے عرض کیا، ’اللہ کے رسول ﷺ ! اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید بھی رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں سے بھی ڈرتا ہوں‘۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ”ایسے موقع پر کسی بندے کے دل میں جب یہ دونوں چیزیں پیدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی امید کے مطابق دے دیتا ہے اور جس بات کا اسے اندیشہ ہو اس سے محفوظ کر دیتا ہے“۔ (سنن ترمذی)

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے رحمت کی امید رکھنا اس کی محبت کی نشانی ہے۔ گناہوں کا احساس‘ ان پر شرمندگی اور پھر سزا کا ڈر اس کی ذاتِ اعلیٰ سے خشیت کو بڑھاتا ہے یہی دونوں کیفیات یعنی اللہ سے محبت اور خوف جس بندے کے دل میں تمام زندگی جمع رہیں وہ دنیا چھوڑتے وقت کامیابی سے ہمکنار ہوتا اور فطرتِ اسلام پر مرتا ہے۔ اس نعمت کے حصول کیلئے بھی دعا کی ضرورت ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے براءؓ بن عازب سے فرمایا تھا کہ سوتے وقت باوضو اور دائیں پہلو پر لیٹتے ہوئے اس دعا کو پڑھا کرو اور فرمایا کہ اگر تم اس حالت میں وفات پا گئے تو تمہارا خاتمہ فطرتِ اسلام پر ہوگا :

اَللّٰـھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْٓ اِلَیْکَ، وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْٓ اِلَیْکَ،
وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْٓ اِلَیْکَ ، وَاَلْجَا تُ ظَھْرِیْٓ اِلَیْکَ،
رَغْبَةً وَّ رَھْبَةً اِلَیْکَ ، لَامَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْکَ اِ لَّآ اِلَیْکَ،
اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْٓ اَنْزَلْتَ ،بِنَبِیِّکَ ا لَّذِ یْٓ اَرْسَلْتَ . (بخاری)

”اے اللہ! میں نے اپنے نفس کو آپ کی سپردگی میں دے دیا اور اپنے چہرے (رخ) کو آپ کی طرف کر لیا اور اپنے کام کو آپ کے سپرد کر دیا اور آپ سے ہی اپنا سہارا لیا اس حالت میں کہ اُمید اور خوف آپ ہی سے ہیں۔ سوائے آپ کے نہ کوئی جائے پناہ ہے اور نہ کوئی جائے نجات۔ میں آپ کی کتاب پر ایمان لایا ہوں جو آپ نے اُتاری ہے اور آپ کے نبی (ﷺ) پر ایمان لایا ہوں جن کو آپ نے بھیجا ہے“۔ (بخاری)

کچھ نزع کے بارے میں

بسا اوقات جان کنی کی تکلیف کسی انسان پر بہت طویل ہو جاتی ہے۔ اس موقع پر نہ صرف قریب المرگ خود کرب اور بے چینی سے دوچار نظر آتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کے عزیز و اقارب بھی اس کی یہ حالت دیکھ کر اذیت اور بے بسی محسوس کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے ؟

• آسان موت کے لیے دُعا

دعا کی انسان کو زندگی بھر ضرورت رہتی ہے، مرنے کے قریب بھی مسلمان اپنی جان اور اپنا تمام معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہوئے دعاؤں اور معوّذات کے ذریعے سے حفاظت، مدد اور اگلی نئی فیصلہ کن دنیا میں داخل ہونے سے پہلے اللہ سے اس کا فضل طلب کر سکتا ہے۔ مثلاً:

رَبِّ اغۡفِرۡوَارۡحَمۡ وَأَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ ۝ (المؤ منون :811)

’’اے میرے رب! بخش دیجیے اور رحم کر دیجیے اور آپ ہی بخشنے میں بہترین ہیں‘‘۔

اَللّٰهُمَّ أَعِنِّیۡ عَلٰى غَمَرَاتِ الۡمَوۡتِ وَسَكَرَاتِ الۡمَوۡتِ . (ترمذی)

’’اے اللہ! موت کی سختیوں اور بے ہوشیوں پر میری مدد فرمایئے‘‘۔

اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡ لِیۡ ذَنۡبِیۡ كُلَّهٗ ، دِقَّهٗ وَ جِلَّهٗ ، وَ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ ، وَعَلَانِيَتَهٗ وَ سِرَّهٗ . (مسلم)

’’اے اللہ! میرے تمام گناہ بخش دیجیے۔ چھوٹے اور بڑے، اگلے اور پچھلے، کھلے اور چھپے‘‘۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ مِنۡ فَضۡلِكَ . (مسلم)

’’اے اللہ! میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں‘‘۔

یہ وہ موقع ہے جب اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ استغفار اور فضل طلب کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے، ’’کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا‘‘۔ لوگوں نے عرض کیا، ’یا رسول اللہ! اور آپ (کے اعمال) بھی؟‘ فرمایا، ’’(ہاں) میرے اعمال بھی مجھ کو جنت میں نہیں لے جانے کے مگر یہ کہ اللہ اپنا فضل اور اپنی رحمت کرے لہٰذا جو اعمال کرو، اخلاص کے ساتھ کرو اور اعتدال کے ساتھ محنت کرو اور کوئی تم میں سے موت کی آرزو نہ کرے۔ کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو (زندہ رہنے میں فائدہ ہے) مزید نیکیاں کرے گا۔ اور اگر بد ہے تو (بھی زندہ رہنے میں) یہ امید ہے کہ شاید اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے‘‘۔ (بخاری)

ان مسنون دعاؤں کو روزمرہ کے اذکار کا حصہ بنالیا جائے تو زندگی کے آخری لمحات میں بھی زبان پر جاری ہو جانے کی امید کی جاسکتی ہے۔

اوراگر مریض سکرات (موت کی بے ہوشی) میں ہے، تو پھر یہ ضروری ہے کہ دوسرے موجود لوگ اس کے لیے کثرت سے اور خلوصِ دل سے دعا کریں کہ اس کی یہ تکلیف اس کے لیے دنیا اور آخرت کی آزمائش میں کمی اور آسانی کا سبب بن جائے، کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے لیے آسانی کی اس وقت ضرورت ہے یا بعد میں۔

بہرحال اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمت ومغفرت بہت وسیع ہے۔ اس سے دونوں عالمین کے لیے رحم اور آسانی طلب کی جائے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْ حَمْهُ (مرد کے لیے)

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهَا وَارْحَمْهَا (عورت کے لیے) (مسلم)

”اے اللہ! اس مرد / عورت کو بخش دے اور اس پر رحم کر دے“۔

رَبِّ يَسِّرْ وَ لَا تُعَسِّرْ

”اے پروردگار! آسانی کر دے اور مشکل سے نکال دے“

اگر والدین میں سے کوئی اس حالت میں ہے تو یہ بھی ساتھ کہا جائے:

رَبِّ ارْ حَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا (بنی اسرائیل :24)

”اے پروردگار ! ان پر ایسے ہی رحم وشفقت فرمادے

جیسا کہ انہوں نے رحم وشفقت سے مجھے بچپن میں پالا“۔

بُری موت سے پناہ اور خاتمہ بالخیر کے لیے مزید دعائیں

صفحہ نمبر (325,326,328) پر دیکھئے۔

• اللہ کے بارے میں اچھا گمان

قریب الموت کا شدت کی تکلیف میں بھی بحیثیت مسلمان اپنے رب کے بارے میں گمان اچھا ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے ہر ایک کو اس حال میں موت آئے کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو“۔ (مسلم)

اس ضمن میں بھی قریب المرگ کے عزیز و اقارب مدد کر سکتے ہیں، جیسا کہ صحابہ کرامؓ کا طریقہ بھی تھا کہ ”سیدنا عمر و عثمان و ابن مسعود و انس اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس بات کو پسند کرتے تھے کہ وفات کے وقت بندے کو اس کے نیک اعمال یاد دلائیں تا کہ وہ اپنے رب کے متعلق حسنِ ظن رکھے“۔ (بحوالہ ابن ابی الدنیا کتاب المحتضرین)

سیّدہ عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ بھی اسے مِلنا چاہتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو نا پسند کرتا ہے، اللہ بھی اس سے ملاقات کو نا پسند کرتا ہے“۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، ’یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے ساتھ تو موت سے ملنے کی کراہت بھی آ جاتی ہے اور موت کو ہم سب ہی برا جانتے ہیں‘۔

فرمایا، ”نہیں یہ صرف موت کے وقت ہے، جب مرتے وقت کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملنا چاہتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے اور جب اسے اللہ کے عذاب کی خبر دی جاتی ہے تو وہ شخص اللہ سے ملاقات کو نا پسند کرتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملاقات کو نا پسند فرماتا ہے“۔ (سنن نسائی)

اِسی لیے جب موت کی سختی سے بینائی ختم ہونے لگے اور سینے میں سانس اٹکنے لگے اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہونے لگیں تو اس وقت مسلمان کو ملاقات کا تصور کر کے خوشی ہوتی ہے جبکہ کافر غمگین اور ملول ہوتا ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”موت مومن کے لیے تحفہ ہے“۔ (بیہقی)

> نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
> ”دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے“۔ (مسلم)

• کلمہ طیبہ کی تلقین

اگر اندازہ ہو کہ قریب المرگ اس حالتِ نزع میں سن سکتا ہے تو اس کے پاس حسرت اور مایوسی کی باتیں کرنے کی بجائے ایسی باتیں کی جائیں جو اس کے حق میں فائدہ مند ثابت ہوں جیسا کہ حدیث پاک ہے:

’’جب تم کسی مریض یا مرنے والے کے پاس ہو، تو صرف اچھی بات کہو۔ کیونکہ فرشتے تمہاری بات پر آمین کہتے ہیں‘‘۔ (مسلم)

اور یہ بات ہر مسلمان کے عقیدے کا لازمی حصہ ہونی چاہیے کہ سب سے اچھی اور افضل بات کلمہ توحید (کلمہ طیبہ) ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’جس نے بھی کہا: **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ** تو اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’ میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں سب سے بڑا ہوں‘‘ اور جب وہ بندہ یہ کہتا ہے: **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ** تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پھر یہ فرماتے ہیں: ’’میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں اکیلا ہوں، میرا کوئی شریک نہیں‘‘ اور جب بندہ یہ بھی کہہ دے: **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَآ شَرِيْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ** تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ’’میرے سوا کوئی معبود نہیں، میرے لیے ہی تعریف ہے اور میری ہی بادشاہی ہے‘‘ اور جب وہ بندہ پھر کہتا ہے: **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ** تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ’’میرے سوا کوئی معبود نہیں گناہ سے پھیرنا اور نیکی کرنے کی ہمت دینا بھی صرف میرا کام ہے‘‘۔

اور نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے: ’’جو شخص مذکورہ کلمات اپنی بیماری میں پڑھے پھر وہ اُسی میں مرجائے تو اسے جہنم کی آگ نہیں کھائے گی‘‘ (وہ جہنم میں نہیں جائے گا)۔ (ترمذی)

اس ' کلمۂ پاکیزہ ' کی نزع کے عالم میں بھی بے حد ضرورت ہوتی ہے۔

لہٰذا قریب المرگ کے پاس دوسرا مسلمان اسے کلمہ طیّبہ کی تلقین اس طریقے سے کرے، کہ (یہ کہنے کی بجائے کہ ''کلمہ پڑھو'') خود لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا ورد اس کے سامنے شروع کر دے تاکہ اسے یاد آ جائے۔ جب وہ خود اپنی زبان سے ادا کر دے تو پھر مزید تلقین سے رک جائے اور اگر اس کے بعد اس نے کوئی اور بات کہہ دی تو پھر سے کلمہ اس کے سامنے پڑھنا شروع کر دے تاکہ اس کی زبان پر آخری بات یعنی کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ہی جاری ہو اور وہ اِن شاءَ اللہ تعالیٰ جنت کا حقدار بن جائے، حدیث مبارک ہے:

''اپنے مرنے والے کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی تلقین کیا کرو''۔ (مسلم)

ابوداؤد کی ایک روایت کے مطابق ''اگر اس نے کہہ دیا تو بالآخر جنت میں چلا جائے گا''۔

ایک اور حدیثِ رسول ﷺ ہے، فرمایا، ''اپنے مرنے والوں کو یہ سکھلایا کرو:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ
رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اللہ کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں، حوصلے والا سخی ہے، اللہ پاک ہے،
بڑے عرش کا رب ہے، سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں'

لوگوں نے پوچھا، 'اے اللہ کے رسول! یہ کلمہ زندوں کے لیے کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، '' بہت اچھا، بہت اچھا ''۔ (ابن ماجہ)

دو ناپسندیدہ مگر بہتر چیزیں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ''دو چیزوں کو آدمی ناپسند کرتا ہے' پہلی چیز موت ہے حالانکہ موت مومن کے لیے فتنوں کے مقابلے میں بہتر ہے' دوسری چیز مال کی کمی ہے حالانکہ مال کی کمی (روزِ محشر) آسان حساب کا سبب بنے گی''۔ (احمد)

علامات

اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار اور اطاعت گذار مومن بندوں پر موت کے وقت بھی کچھ ایسی علامات ظاہر فرما دیتے ہیں جنہیں دیکھ کر ان کا خاتمہ خیر پر ہونے کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے بتائی گئی ان نشانیوں یا علامات کے علاوہ کسی قسم کی نشانی سے کوئی اندازہ لگانا یا کوئی حتمی رائے قائم کر لینا ہمارے لیے جائز نہیں۔

• کلمہ توحید کی توفیق مل جانا

جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا، کلمہ کی فضیلت مرتے دم تک ہے تو معاذؓ بن جبل کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’مرتے وقت جس کی زبان پر آخری الفاظ یہ ہوں گے :

’’ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ‘‘ وہ جنت میں داخل ہوگا‘‘۔ (ابوداؤد)

• پیشانی پر پسینہ آنا

بریدۃؓ بن الخصیب بیان کرتے ہیں کہ وہ خراسان سے اپنے بیمار بھائی کی عیادت کو گئے، دیکھا کہ موت و حیات کی کشمکش میں بھائی کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔ تو انہوں نے کہا، ’’اللہ اکبر‘‘ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے:

’’موت کے وقت مومن کی پیشانی پر پسینہ ہوتا ہے‘‘۔ (احمد)

• جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن موت آنا

عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہو، اللہ اسے قبر کے فتنہ سے بچا لے گا‘‘۔

(اس مسلمان کو جو زندگی میں باعمل تھا، صرف نام کا مسلمان نہیں تھا) (احمد)

• قیاس

علامات سے ہٹ کر بظاہر اچھے اعمال کرنے والے مسلمان کے لیے بھی یہ قیاس کرنے کی اجازت نہیں کہ اللہ نے اس کے ساتھ اچھا ہی معاملہ کیا ہوگا۔ اُمِ علاء جو ایک انصاری خاتون تھیں اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی تھی، بیان کرتی ہیں کہ:

اللہ کے رسول ﷺ نے قرعہ ڈال کر مہاجرین کو بانٹ دیا تھا اور ہمارے حصے میں عثمانؓ بن مظعون آئے۔ ہم نے ان کو اپنے گھر میں اتارا۔ وہ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں انہوں نے وفات پائی۔ جب ان کی وفات ہوئی اور ہم غسل وکفن سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ میری زبان سے یہ نکل گیا ’ابوالسائب (یہ عثمانؓ بن مظعون کی کنیت تھی) ! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ اللہ نے تم کو (آخرت میں) عزت دی‘۔

یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا، ”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو عزت دی؟“

میں نے عرض کیا، ’ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، پھر اور کن لوگوں کو اللہ تعالیٰ عزت دیں گے ؟‘۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”اللہ کی قسم! عثمان کی موت آ پہنچی ہے اور میں ان کے لیے بہتری کی امید تو رکھتا ہوں (لیکن یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا) واللہ، میں اللہ کا رسول ہوں لیکن مجھے بھی معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا“۔ (بخاری)

اسی طرح بعض اوقات مرتے ہوئے شخص کو حالتِ نزع میں دیکھ کر اس کے جنتی یا جہنمی ہونے پر قیاس کر لیا جاتا ہے، یہ سراسر لغو طرزِ عمل ہے۔ جان کنی برحق ہے اور یہ سختی کسی نہ کسی حد تک ہر ایک پر طاری ہوتی ہے۔

• گواہی

ایک حدیث قدسی ہے:

''جو مسلمان بھی فوت ہو جائے اور چار قریبی پڑوسی اس کے حق میں بھلائی کی گواہی دیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''میں نے تمہاری بات مان لی اور جو تم نہیں جانتے اسے بھی معاف کر دیا''۔ (احمد)

مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ اچھے عمل کی گواہی دینا بجا ہے لیکن ان (بظاہر) اچھے اعمال پر اللہ تعالیٰ نے کس کے ساتھ کیا معاملہ کرنا ہے، یہ کوئی نہیں جان سکتا۔ اس پر انسانوں کی طرف سے قیاس آرائی کرنا، یہ منع ہے۔

بسا اوقات بظاہر تمام زندگی اچھے اعمال کرنے والے انسان کا آخری عمل اس کے لیے بدبختی کا سبب بن سکتا ہے یا اچھے اعمال کے ساتھ نیت میں اخلاص کی غیر موجودگی سے تمام کیا کرایا ضائع ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم

رب سے ہمکلامی

عدی بن حاتمؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس سے اس کا رب بات نہ کرے گا۔ اور وہ بھی یوں کہ ان کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی حجاب''۔ (بخاری)

ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''جنت العدن'' میں میری قوم اور اس کے رب کے درمیان سوائے کبریائی کی چادر کے اور کچھ حائل نہ ہوگا''۔

(بخاری)

وفات کے بعد

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَا جِعُوْ نَ

☆ جب روح نکل جائے تو میت کی آنکھیں بند کر دی جائیں۔

سیّدہ ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابو سلمہؓ کے پاس تشریف لائے جبکہ (وفات کے بعد) ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں، پھر فرمایا:

"بے شک جب روح قبض کی جاتی ہے تو نگاہیں اس کا پیچھا کرتی ہیں"۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے یوں دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِی الْمَهْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْهُ فِیْ عَقِبِهٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ ' وَافْسَحْ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِیْهِ . (مسلم)

"اے اللہ! ابو سلمہؓ کو بخش دیجیے اور اس کے درجے ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند فرمائیے اور اس کے بعد اس کے پسماندگان کی حفاظت فرمائیے۔ یارب العالمین! ہمیں بھی بخش دیجیے اور اسے بھی بخش دیجیے اور اس کی قبر کشادہ کر دیجیے اور اسے نور سے روشن کر دیجیے"۔

(میت کے حق میں یہ دعا کرتے وقت ابو سلمہؓ کے نام کی جگہ میت کا نام لیا جائے)

☆ میت کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے جائیں۔

☆ سر کے نیچے سے سرہانہ (تکیہ) نکال دیا جائے۔

☆ مصنوعی دانت یا کانٹیکٹ لینز (Contact Lense) لگے ہیں اور آسانی سے نکالے جاسکتے ہیں، تو نکال دیئے جائیں۔ زیورات وغیرہ بھی شروع میں ہی اتار دیئے جائیں، ممکن ہے بعد میں میت کے جسم میں تناؤ آجانے کی وجہ سے اُتارنے میں دقّت ہو۔

☆ میت کا منہ کھلا ہو تو کپڑے کی ایک چوڑی سی پٹی ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر سر کے اوپر باندھ دی جائے۔ ایک اور پٹی سے دونوں پاؤں ملا کر ہلکے سے باندھ دیئے جائیں اور اور بعد میں غسل کے وقت یہ پٹیاں کھول دی جائیں۔

☆ اب میت کو کسی چادر سے ڈھانپ دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو انہیں دھاری دار چادر سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ (بحوالہ بخاری)

☆ بہت گرمی کے موسم میں میت کو کفن دفن کے انتظار تک کسی ٹھنڈے کمرے میں رکھیں۔

میت کی اور اپنی بھلائی کے لیے

☆ قریبی عزیزوں کا اس موقع پر غمزدہ ہونا یا رونا فطری بات ہے مگر چیخنا چلّانا اور زبان سے واویلا کرنا سخت منع ہے، اس کی بجائے دعا کی جائے۔

ابو سلمہؓ کی میت پر گھر والوں میں سے کچھ لوگ چیخنے اور نوحہ کرنے لگے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”تم اپنی جانوں کے لیے بھلائی کی دعا کیا کرو۔ اس لیے کہ فرشتے جو تم کہتے ہو، اس پر **آمین** کہتے ہیں“۔ (مسلم)

خوبیوں کا تذکرہ

☆ مرنے والے کی خوبیوں اور نیکیوں کا تذکرہ کرنا چاہیے اس کی برائیوں کو یاد کرنا منع ہے‘ کیونکہ اس کا معاملہ اب اللہ کے پاس پہنچ چکا۔ (بحوالہ سنن نسائی)

سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’مرنے والوں کو برا نہ کہو جو کچھ انہوں نے آگے بھیجا تھا وہ اس کا بدلہ پا چکے‘‘۔ (نسائی)

☆ جس مسلمان میت پر دو یا دو سے زیادہ مسلمان گواہی دیں، یعنی تعریف کریں کہ یہ اچھا آدمی تھا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے والا تھا، تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس میت پر رحم فرماتے ہیں۔ (بحوالہ صحیح بخاری)

پڑوسی کی گواہی

☆ جیسا کہ پہلے بھی گواہی کے عنوان کے تحت ایک حدیث قدسی بیان ہوئی کہ:

’’جو مسلمان بھی وفات پائے اور چار قریبی پڑوسی اس کے حق میں بھلائی کی گواہی دیں تو اللہ رب العزت فرماتے ہیں، ’’میں نے تمھاری بات مان لی، اور جو تم نہیں جانتے اسے بھی معاف کر دیا‘‘۔ (مسند احمد)

خالصتاً یہ گواہی اسی وقت ممکن اور قابل قبول ہو سکتی ہے جب کہ زندگی میں پڑوسیوں کے ساتھ تعلقات و معاملات بھی اچھے رکھے گئے ہوں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’ جبرئیلؑ پڑوسی کے بارے میں اتنی وصیتیں کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے خیال ہوا کہ وہ اس کو وارث ہی بنا دیں گے‘‘۔ (بخاری)

میت کو بوسہ دینا

☆ میت کو بوسہ دینا جائز ہے۔

سیّدہ عائشہؓ نے فرمایا، ’’رسول اللہ ﷺ نے عثمانؓ بن مظعون کی میت کو روتے ہوئے بوسہ دیا تھا اور اشک مبارک عثمانؓ کے چہرے پر گر رہے تھے‘‘۔ (ابوداؤد ، ترمذی)

سیّدنا ابوبکرؓ، نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اُن کے پاس پہنچے، ان کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر جھکے اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دے کر رو دیئے۔ (بحوالہ بخاری)

موت کی خبر دینا

مرحوم کے رشتہ داروں، دوستوں اور نیک لوگوں کو موت کی خبر یا اطلاع کرنا مسنون ہے، تاکہ وہ اس کے جنازہ میں حاضر ہو جائیں۔ تاہم جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا، اس اطلاع کو اعلان کی شکل دینا اور اہم مقامات پر اس کی تشہیر کرنا منع ہے اور یہ ”نعی“ میں شمار ہوتا ہے۔

(زمانہ جاہلیت میں کسی کی وفات پر کچھ ایسے لوگ مقرر کر لیے جاتے تھے جو آبادیوں میں جا کر ڈھول پیٹنے کے ساتھ ساتھ نوحہ و بین کر کے وفات کا اعلان کرتے۔ جتنے بڑے سردار کی موت ہوتی، اتنے زیادہ اہتمام کے ساتھ دور دراز تک یہ اعلان کیا جاتا تھا۔ اس عمل کو ”نعی“ کہا جاتا تھا)

صحابیٔ رسول (ﷺ) حذیفہؓ بن یمان اس بارے میں اتنے محتاط تھے کہ جب بھی ان کا کوئی عزیز وفات پا جاتا تو کہتے، ”کسی کو اطلاع نہ کرنا مجھے خدشہ ہے کہ یہ ”نعی“ میں شمار نہ ہو جائے کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ”نعی“ سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے“۔ (احمد)

بہترین آدابِ اطلاع

کسی جاہلانہ رسم کے بغیر کسی مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان کی وفات کی خبر یا اطلاع دی جائے تو ایسا کرنے والا ساتھ یہ درخواست کرے کہ مرنے والے کے حق میں مغفرت کی دعا کریں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشیؓ کی وفات کی اطلاع کے بعد فرمایا:

”اپنے بھائی کے حق میں استغفار کرو“۔ (مسند احمد)

نبی کریم ﷺ نے نجاشی کے علاوہ زیدؓ، جعفرؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی اطلاع بھی مسلمانوں کو دی۔ (بحوالہ صحیح بخاری)

اسی طرح اطلاع دینے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ مرنے والے کی طرف سے آپ کے حق میں کبھی کوئی کوتاہی یا زیادتی ہو گئی ہو تو اسے معاف کر دیں۔

موت کی خبر سننے والا کیا کہے؟

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

... وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ o الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ لا
قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ o اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ
مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ قف وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ o

(البقرہ : 155,156,157)

”اور خوشخبری دیجیے ان صبر کرنے والوں کو کہ جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم خود اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں“

لہٰذا اطلاع سننے والے کے لیے ضروری ہے کہ یہ الفاظ کہے:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ایک حدیث مبارک میں بھی مرنے کی اطلاع پر یہی الفاظ بتائے گئے۔

سیّدہ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”جب بھی کوئی مسلمان مصیبت کے وقت یہ دعا مانگے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو پہلے سے بہتر بدلہ عطا فرمائیں گے :

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ . اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ
وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا . (مسلم)

”ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پلٹنا ہے۔

یا اللہ! مجھے میری مصیبت کے عوض بہتر اجر دے اور اس سے بہتر بدلہ عطا فرما“۔

ظالم کافر کے مرنے کی خبر پر

سیّدنا ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا:

'یا رسول اللہ! اللہ پاک نے دشمن ابوجہل کو قتل فرما دیا'۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِ یُ نصرَ عَبْدَ ہٗ وَاَعَزَّ دِیْنَہٗ . (مسند احمد)

'' تعریف اس اللہ کی جس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اپنے دین کو غالب کیا''۔

کسی مخالف اور تکلیف دہ شخص کی وفات پر

سیّدنا انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فلاں پڑوسی ہمیں تکلیف دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس کی تکلیف پر صبر کرو اور اپنی تکلیف سے اسے محفوظ رکھو''۔

ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور بتایا کہ وہ پڑوسی مر گیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

کَفٰی بِا لدَّ ھْرِ وَاعِظًا وَّالْمَوْتِ تفرُّقاً . (ابن سنی 198)

'' زمانے (کے واقعات) عبرت کیلئے کافی ہیں اور موت جدا کرنے والی ہے''۔

یٰحَسْرَ تٰی عَلٰی مَافَرَّ طْتُّ فِیْ جَنْبِ ا للّٰہِ (الزمر: 56)

''افسوس! میری کوتاہی پر! جو میں اللہ کے حق میں کرتا رہا''۔

اللہ اور اس کے بندوں کا حق

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو آدمی یہ پسند کرتا ہو کہ اس کو آگ سے دور کر کے جنت میں داخل کیا جائے تو وہ اپنی موت کی ایسے (حال میں) تیاری رکھے کہ وہ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو نیز وہ لوگوں کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کیا کرے جس برتاؤ کی خود اپنے لیے ان سے توقع رکھتا ہو''۔ (مسلم، نسائی)

صبر

(جنت کی بشارت)

صبر کے معنی

صبر کے لغوی معنی ہیں ''روکے رکھنا''۔ زندگی میں پیش آنے والے ہر قسم کے ناپسندیدہ اور ناموافق حالات کو تمام پریشانیوں، مصیبتوں اور محرومیوں سمیت محض اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی خاطر برداشت کرنا اور ان پر اپنے نفس کو کوشش کے ساتھ مضطرب، بے قرار اور بے قابو ہونے سے 'روکے رکھنا' ہی صبر ہے۔

صبر کی فضیلت

قرآن مجید میں بہت سی آیات میں صبر پر ملنے والے اجر و فضل کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

وَالْمَلٰٓئِکَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْھِمْ مِنْ کُلِّ بَابٍ o سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا
صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ o (الرعد : 25)

''ان کے پاس ہر ہر دروازے سے فرشتے آئیں گے اور کہیں گے کہ تم
پر سلامتی ہو، صبر کے بدلے کیا ہی اچھا (بدلہ) ہے اس دارِ آخرت کا''

اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ط اُولٰٓئِکَ لَھُمْ مَّغْفِرَةٌ
وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ o (ھود : 11)

''لیکن جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام کیے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے
بخشش اور بڑا انعام ہے''

اُولٰٓئِکَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا .... (الفرقان : 75)

’’ان کو بہشت کا جھروکہ ملے گا صبر کے بدلے میں‘‘

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ o (الزمر: 10)

’’ صبر کرنے والوں کو ان کی مزدوری بے حساب ملے گی‘‘

احادیث مبارکہ میں صبر کرنے کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے:

’’ صبر آدھا ایمان ہے‘‘۔ (طبرانی)

’’ صبر کرنا روشنی ہے‘‘۔ (مسلم)

’’جب بھی مسلمان کو کوئی ذہنی اذیت، جسمانی تکلیف و بیماری، کوئی رنج و غم اور دکھ پہنچتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے ایک کانٹا بھی چبھ جاتا ہے (اور وہ اس پر صبر کرتا ہے) تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے‘‘۔ (بخاری)

بینائی سے محرومی پر صبر

سیّدنا انسؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیثِ قدسی سنی:

’’اللہ عزوجل نے فرمایا، ’’جب میں اپنے بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں میں مبتلا کر دوں (یعنی آنکھوں کی بینائی جاتی رہے) اور اس پر وہ صبر کرے تو میں اس کے عوض میں اس کو جنت عطا کرتا ہوں‘‘۔ (بخاری)

طاعون کی وبا میں اپنے ہی شہر میں رہنے پر صبر

سیّدہ عائشہؓ سے روایت ہے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے طاعون کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

’’طاعون عذاب الٰہی تھا۔ اللہ اسے جن لوگوں پر چاہتا، مسلط کر دیتا تھا۔ اللہ نے اس کو ایمان والوں کے لیے رحمت بنا دیا ہے، پس جو مومن انسان طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو جائے وہ صبر اور طلبِ ثواب کی نیت سے اپنے شہر میں ہی رہے اور اس بات پر یقین کرے کہ

اللہ نے جو جس کے لیے لکھ دیا ہے وہ اس کو پہنچ کر ہی رہے گا تو اُس کو شہید کے برابر ثواب ملے گا‘‘۔ (بخاری)

مرگی کے دورے پر صبر

ایک سیاہ فام عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر کہنے لگی، یا رسول اللہ! مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میں کُھل جاتی ہوں (یعنی کپڑوں کا ہوش نہیں رہتا اور بے پردہ ہونے لگتی ہوں) تو آپ میرے لیے اللہ سے دُعا کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

’’اگر تم صبر کر سکو تو اس کا ثواب جنت ہے اور اگر تم چاہو تو میں اللہ سے تمہاری صحت کے لیے دعا کرتا ہوں‘‘۔ اس نے کہا کہ ’میں صبر کرتی ہوں لیکن آپ میرے لیے دعا فرمائیں کہ میں بے پردہ نہ ہو جایا کروں‘۔ تو آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ (بخاری)

غصہ پر صبر

سیّدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’طاقتور انسان وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے۔ طاقتور تو وہ انسان ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے اور (صبر کرے)‘‘۔ (بخاری)

معاذ بن انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

’’جو شخص غصہ کو پی جاتا ہے حالانکہ وہ اس کو نافذ کرنے پر قادر تھا، تو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوقات کے سامنے بلا کر اختیار دیں گے کہ حوروں میں سے جسے چاہو پسند کر لو‘‘۔

(نسائی)

ترجیحی سلوک پر صبر

اسیدؓ بن حضیر بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک آدمی نے کہا، ’یا رسول اللہ! مجھے

گورنر بنا دیجیے جیسا کہ آپ نے فلاں شخص کو گورنر بنایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

”تم میرے بعد ترجیحی سلوک دیکھو گے، پس تمہیں صبر کرنا ہوگا یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر تمہاری میرے ساتھ ملاقات ہوگی“۔ (بخاری)

دشمن سے مقابلہ پر صبر

جنگِ بدر کے حوالے سے مندرجہ ذیل آیات میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (الانفال : 65,66)

”اے نبی! مومنوں کو جہاد کا شوق دلاؤ۔ اگر تم میں بیس صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے، اور اگر تم میں ایک سو ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب رہیں گے اس واسطے کہ وہ بے سمجھ لوگ ہیں۔ اچھا اب اللہ تمہارا بوجھ ہلکا کرتا ہے' وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں ناتوانی ہے پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غلبہ پائیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے' تو وہ اللہ کے اِذن سے دو ہزار پر غالب رہیں گے' اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

عبداللہؓ بن ابی اوفی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ دشمن کے مقابلے میں تھے اور سورج کے ڈھلنے کا انتظار فرما رہے تھے، تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا:

”اے لوگو! دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے سلامتی کا سوال کرو، پھر جب تمہارا ان سے مقابلہ ہو ہی جائے تو صبر کرو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے“۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ”اے اللہ! کتاب (قرآن) نازل فرمانے والے! بادلوں کو چلانے والے! لشکروں کو شکست دیجیے اور ان پر ہمیں غالب فرمائیے“۔ (بخاری)

ناگہانی موت پر صبر

موت پر صبر کرنا بہت ہمت کا کام ہے‘ بسا اوقات موت کا ظاہری سبب ناگہانی آفت مثلاً اچانک ایکسیڈنٹ وغیرہ بھی ہوسکتا ہے اور کبھی کوئی طبعی تکلیف اس کا بہانہ بن جاتی ہے اسی حوالے سے متاثرین پر اس کے اثرات بھی مختلف ہوتے ہیں۔

طبعی موت کے لیے مریض کے گھر والوں کی کچھ نہ کچھ ذہنی اور مادی تیاری ہوتی ہے‘ ناگہانی موت کا لواحقین کے لیے قبول کرنا بھی تکلیف دہ اور اس کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا بھی مشکل ترین مرحلہ ہوتا ہے، اس قسم کے پریشان کُن اور اچانک واقع ہونے والے حادثہ سے اکثر اوقات انسان اتنا حواس باختہ ہو جاتا ہے کہ عقل و ہوش ہی جاتی رہتی ہے اور یوں یہ المیہ بلاشبہ ایک آزمائش بن جاتا ہے۔ لیکن اگر مسلمان کی زندگی کی عمارت دین کی بنیادوں پر استوار ہو تو پھر ایسا کوئی بھی حادثہ اس عمارت کو منہدم نہیں ہونے دیتا‘ اور اگر یہ بنیادیں ہی کمزور ہوں تو زندگی کی عمارت میں دراڑیں جلد ہی اس کی شکستگی کا باعث بن جاتی ہیں۔

اپنے عزیز کی جدائی پر کرب و اذیت میں مبتلا لواحقین کو اسلام صبر و برداشت کی ہدایت کرتا ہے اور اس پر اجر کی نوید سناتا ہے۔ ”آنکھوں کے آنسو اور دل کے غم کا کوئی حرج نہیں“۔ کیونکہ یہ فعل بے اختیاری ہیں، مگر مشیتِ الٰہی پر ناراض ہو کر زبان کو بے قابو کرنا اور اس کو نوحہ و بین کی شکل دینا‘ یہ منع ہیں اور ان پر کوشش کے ساتھ قابو پانا‘ یہ صبر ہے۔

اپنے صاحبزادے ابراہیمؓ کی وفات پر رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے غم اور رونے کی کیفیت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

"آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل غمگین ہے اور ہم زبان سے وہی کلمہ نکالتے ہیں جس سے ہمارا رب خوش ہوتا ہے"۔ (بخاری)

ساتھی کی وفات پر صبر

حدیث قدسی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں:

"جب میں مومن کے اہلِ دنیا میں سے کسی جگری دوست کو لے لیتا ہوں، پھر وہ اجر اور ثواب کی نیت سے اس پر صبر کر لیتا ہے تو ایسے مومن بندے کے لیے میرے پاس جنت سے کم کوئی جزا نہیں"۔ (بخاری)

اولاد کی وفات پر صبر

حدیث پاک ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس کسی مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں اللہ تعالیٰ ان بچوں پر اپنی رحمت کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کر دیتے ہیں بشرطیکہ وہ صبر کرے اور اجر و ثواب کا طلب گار ہو"۔

(متفق علیہ)

شہید پر صبر

عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ سیّدہ اسماءؓ سخت بیمار ہوئیں تو وہ ان کی عیادت کے لیے آئے۔ والدہ نے ان سے کہا، "بیٹے! دل میں یہ آرزو ہے کہ دو باتوں میں سے ایک جب تک نہ دیکھ لوں، تب تک اللہ مجھے زندہ رکھے۔ ایک یہ کہ تو میدانِ جنگ میں شہید ہو جائے اور میں تیری شہادت کی خبر سن کر صبر کی سعادت حاصل کروں، یا تو فتح پائے اور میں تجھے فاتح دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کروں"۔

اللہ کا کرنا کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے والدہ کی زندگی ہی میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ شہادت کے بعد حجاج نے ان کو سولی پر لٹکا دیا، سیّدہ اسماءؓ کافی ضعیف ہو چکی تھیں لیکن انتہائی کمزوری کے باوجود بھی وہ یہ رقّت آمیز منظر دیکھنے کے لیے تشریف لائیں اور اپنے جگر گوشے کی لاش کو دیکھ کر رونے پیٹنے کی بجائے نہایت صبر و استقلال سے بولیں :

''اس سوار کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ گھوڑے کی پیٹھ سے نیچے اترے !'' (اسد الغابہ)

اَلصَّبُوْر

سیّدنا ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

''تکلیف دہ بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس کی اولاد ہے (معاذ اللہ) مگر وہ ان سے درگزر فرما کر انہیں روزی دیے جاتا ہے''۔ (بخاری)

صبر کیسے کیا جائے؟

صبر کرنے کے لیے پہلے یہ تصور اور نیت کی جائے کہ میں اس ذاتِ عالی کی خاطر صبر کر رہا ہوں جو اس آزمائش میں مجھ سے اسی (صبر) کی توقع کر رہا ہے' پھر اس کے بڑے بڑے ثواب اور اجر کے وعدے یاد کیے جائیں اور اپنے نفس کو یاد دلایا جائے کہ جن نافرمان لوگوں نے صبر نہیں کیا تھا ان کا کیا انجام ہوا؟ اور یہ کہ میرے صبر نہ کرنے سے اس کی طرف سے مقدر کیے ہوئے فیصلے تو بدلے نہیں جا سکتے پھر میں کیوں بے صبری' شکوہ اور ناراضگی کا اظہار کر کے اس اجر سے بھی محروم ہو جاؤں جو اللہ کے ہاں سے اس صبر کے بدلے میں مجھے ملنے والا ہے۔

کوشش سے صبر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کو صبر بخشیں گے اور صبر سے زیادہ بہتر اور بہت سی بھلائیوں کو سمیٹنے والی بخشش اور کوئی نہیں''۔ (متفق علیہ)

توفیق سے صبر

قرآن پاک میں رب العزت نے فرمایا:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ .... (النحل : 127)

’’اور صبر کرو اور اللہ کی توفیق سے ہی تجھے صبر مل سکتا ہے‘‘

کوشش کرنے والے کو توفیق بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

اس کے لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

’’صبر کی توفیق جسے دی جائے سمجھ لو کہ اس سے بہتر اور عمدہ نعمت کسی کو نہیں ملی‘‘۔ (بخاری)

دعا سے صبر

صبر جیسی نعمت کی توفیق حاصل کرنے کے لیے جو کوشش کی جائے اس کے لیے سب سے پہلا کام دعا کرنا ہے۔ کسی بھی ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کا اجر و ثواب کا وعدہ ذہن میں لا کر اسی کا ہی سکھایا ہوا یہ کلمہ کثرت سے دہرایا جائے:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (البقرہ : 156)

’’یقیناً ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں‘‘

ایسے موقع کے لیے ایک اور قرآنی دعا ہے:

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا... (البقرہ : 250)

’’اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما دے‘‘

اس کے علاوہ یہ مسنون دعا بھی بہت فائدہ دیتی ہے:

اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِيْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَيْرًا مِّنْهَا ۔ (مسلم)

’’اے اللہ! مجھے میری اس مصیبت پر اجر عطا فرما اور اس کا بہتر عوض دے‘‘

نماز کے ساتھ صبر

... وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ o

(البقرہ : 153)

’’صبر اور نماز کے ذریعے مدد حاصل کرو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے‘‘

کسی بھی قسم کے رنج و غم کے موقع پر جو علاج سب سے زیادہ فائدہ دیتا ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف رجوع کیا جائے، اس کے قرب کو زیادہ سے زیادہ محسوس کیا جائے۔ فرض نمازوں کے ساتھ ساتھ نوافل کا بھی زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جائے اور پھر نہایت عاجزی کے ساتھ دعائیں کی جائیں۔

ابتدائے صدمہ پر صبر

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

’’اے آدم کے بیٹے! اگر ابتداء صدمہ کے وقت تو صبر کرلے اور اجر کا طلبگار بن جائے تو میں جنت سے کم کسی ثواب پر راضی نہ ہوں گا‘‘۔ (ابن ماجہ)

سیّدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک ایسی عورت کے پاس سے گذر ہوا جو ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی (ایک دوسری روایت میں ہے کہ اپنے بچے کی قبر پر)۔

آپ ﷺ نے فرمایا، ’’اللہ سے ڈرو اور صبر اختیار کرو‘‘۔

عورت بولی، ’جاؤ اپنا کام کرو! آپ کو مجھ جیسی مصیبت کا سامنا نہیں ہوا‘۔

عورت نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں تھا۔ جب اسے بتایا گیا یہ تو نبی ﷺ تھے، تو وہ آپ ﷺ کے دروازے پر آئی، وہاں کوئی دربان نہ تھا تو وہ (معذرت کرتے ہوئے) کہنے لگی، ’میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

’’صبر تو پہلی چوٹ پر ہوتا ہے‘‘۔ (بخاری)

دوسروں کو صبر کی تلقین کرنا

اللہ رب العزت نے اپنے مومن اور صالح بندوں کی یہ بھی صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو صبر اور حق بات پر قائم رہنے کی نصیحت کرتے ہیں، چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوا :

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر : 3)

”اور وہ آپس میں حق کی وصیت اور صبر کی نصیحت کرتے ہیں“۔

مسلمانوں کو دکھ پریشانی میں ایک دوسرے کا غم غلط کرنے کی خصوصی تاکید و تلقین اس لیے بھی کی گئی کہ نبی ﷺ کے ارشاد کے مطابق:

”سارے مسلمان مل کر ایک آدمی کے جسم کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ بھی دکھے تو سارا بدن محسوس کرتا ہے اور اگر سر میں درد ہو تو سارا جسم تکلیف میں ہوتا ہے“۔ (مسلم)

مگر افسوس یہ ہے کہ ہمارے ہاں کے مسلمان قرآن و سنت سے دوری کی وجہ سے اس موقع کے آداب خود بھی بھلا بیٹھے ہیں اور اگر کوئی دوسرا صبر و برداشت کا دامن تھامے نظر آئے تو اسے ایسے موقع پر رلانے اور واویلا مچانے پر اکسایا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نے ایسا نہ کیا تو غم اندر ہی رہ جائے گا اور اس کے لیے تکلیف و اذیت کا سبب بنے گا یا پھر اس کے لیے یہ گمان کر لیا جاتا ہے کہ اسے دکھ ہوا ہی نہیں کیونکہ اسے مرنے والے سے پیار ہی نہ تھا۔

دراصل ہم اس دنیا کی محبت کو اللہ تعالیٰ کی محبت پر فوقیت دے رہے ہوتے ہیں، اس لیے ہمیں چھوٹے بڑے نقصانات پر صبر ذرا مشکل سے ہی آتا ہے۔

دنیا بمقابلہ آخرت

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ”کیا تم نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ؟ دنیاوی زندگی کا یہ سب سروسامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا“۔ (التوبہ : 38)

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں بس ایسی ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی دریا میں ڈال کر نکالے اور دیکھے کہ پانی کی کتنی مقدار اس میں لگ کر آئی ہے“۔ (مسلم)

نوحہ وبین

نوحہ کیا ہے؟

میت پر اس کے عزیز واقارب کا زور زور سے رونا، چیخنا چلانا، مردے کا نام لے کر مختلف کلمات ادا کرنا نیز بال نوچ کر‘ گالوں پر طمانچے مار کر اور گریبان پھاڑ کر بے صبری اور دیوانگی کا مظاہرہ کرنا یہ سب ”نوحہ وبین یا ماتم کرنا“ کہلاتا ہے۔

ہمارے دیہاتی علاقوں میں ابھی بھی نوحہ وبین کو باقاعدہ رسم کی طرح ادا کیا جاتا ہے‘ نوحہ خوانی کے لیے دو، دو عورتیں ٹولیوں کی صورت میں آمنے سامنے بیٹھ جاتی ہیں اور اونچی اونچی آوازوں میں مرحوم کی باتیں یاد کر کے اس کی جدائی کے غم میں شرکیہ الفاظ بولتی ہیں‘ اور ساتھ ساتھ ماتھا‘ گال اور سینہ پیٹتی ہیں‘ یا پھر کھڑے ہو کر عجیب طریقے سے ایک دوسرے کے گلے لگ کر جھوم جھوم کر ناشکری اور شکوہ بھرے کلمات دہراتی رہتی ہیں۔ بعض اوقات یہ کلمات عجیب راگ کی سی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہی صورت اسلام سے قبل عرب کے جاہل معاشرے میں موجود تھی اور باقاعدہ نوحہ بین کے لیے پیشہ ور خواتین سے مدد لی جاتی تھی۔

نوحہ وبین کی دین میں گنجائش

اسلام دینِ فطرت ہے۔ غم کے موقع پر رونا فطری امر ہے مگر اس غیر اختیاری فعل کو بھی مسلمانوں کے لیے بے لگام نہیں چھوڑا گیا‘ بلکہ غم کے اظہار میں حد سے تجاوز کرنے اور اسے نوحہ کی شکل دے کر زبان کو بے قابو ہونے سے سختی سے روکا گیا ہے۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے سعدؓ بن عبادہ کی بیماری میں ان کی عیادت کی۔ آپ ﷺ کے ساتھ عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص اور عبداللہؓ بن مسعود بھی

تھے (سعدؓ سے مل کر) رسول اللہ ﷺ رو پڑے۔

پس جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رو پڑے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

"کیا تم سنتے ہو! یقیناً اللہ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر عذاب نہیں دے گا لیکن اس کی وجہ سے عذاب دے گا یا رحم کرے گا" اور اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔ (متفق علیہ)

آنسو یا رحمت

سیّدنا انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بیٹے ابراہیمؑ کے پاس آئے اور وہ جان کنی کے عالم میں تھے، پس رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں چھلک پڑیں تو عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے آپ ﷺ سے عرض کیا، اور آپ بھی (روتے ہیں) یارسول اللہ! ؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے ابن عوف! یہ رحمت وشفقت ہے" اور آپ ﷺ پھر دوبارہ رو پڑے اور فرمایا:

"بیشک آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غمگین ہے لیکن ہم وہی بات کہیں گے جس پر ہمارا رب راضی ہو، اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر یقیناً غمزدہ ہیں"۔ (بخاری)

عورتوں کو خصوصی تنبیہ

اسلامی شریعت میں اس موقع پر کسی قسم کے جاہلانہ طرزِ عمل کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "لوگوں میں دو کفریہ باتیں پائی جاتی ہیں:

(1) نسب کا طعنہ دینا (2) میت پر نوحہ کرنا"۔ (مسلم)

ایک اور موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا، "جس نے منہ پیٹا، گریبان چاک کیا یا جاہلیت کی باتیں کیں، اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں"۔ (بخاری)

نوحہ خوانی جیسی خرابی اور بُری رسم مردوں کی نسبت عورتوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ وہ

برادری کی دوسری خواتین کے مابین ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر غمزدہ نظر آنے کے لیے بے شمار جاہلانہ حرکتیں کرتی نظر آتی ہیں، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے خصوصاً عورتوں ہی کو مخاطب کر کے یہ وعید سنائی کہ :

”بین کرنے والی عورت اگر مرنے سے پہلے توبہ نہیں کرے گی تو اسے قیامت کے روز کھڑا کر کے گندھک کا پائجامہ اور کھجلی (خارش) کا کرتا پہنایا جائے گا“۔ (مسلم)

سیّدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس زیدؓ بن حارثہ، جعفرؓ اور ابنِ رواحہؓ کے شہید ہونے کی خبر آئی تو آپ ﷺ غمگین ہو کر بیٹھ گئے، میں دروازے کی دراڑ سے دیکھ رہی تھی کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا، جس نے جعفرؓ کے گھر کی عورتوں کے رونے کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ انہیں گریہ وزاری سے منع کرو۔

چنانچہ وہ گیا اور اس نے واپس آ کر عرض کیا کہ وہ نہیں مانتیں تو آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا کہ ”انہیں منع کرو“۔

چنانچہ وہ پھر آیا اور بتایا کہ وہ نہیں مانتیں، آپ ﷺ نے پھر یہی فرمایا، ”انہیں منع کرو“۔

تب وہ تیسری مرتبہ واپس آ کر کہنے لگا، ’یا رسول اللہ! قسم اللہ کی وہ تو ہم پر غالب آ گئیں اور نہیں مانتیں‘۔ سیّدہ عائشہؓ کہتی ہیں کہ آخر کار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جاؤ اور ان کے منہ میں خاک جھونک دو“۔ (بخاری)

سیّدہ ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں، ”جب ابو سلمہؓ (کے پہلے شوہر) فوت ہو گئے تو میں نے کہا کہ ایک مسافر مسافری میں فوت ہو گیا، میں اس پر ایسا روؤں گی کہ لوگ اس کی داستان بیان کریں گے۔ میں رونے کے لیے تیار ہو چکی تھی کہ ناگہاں ایک عورت آ گئی۔ وہ میرے ساتھ مل کر رونا چاہتی تھی کہ نبی ﷺ سامنے سے تشریف لے آئے اور فرمایا، ”کیا تم چاہتی ہو کہ اس گھر میں شیطان کو داخل کرو، جس گھر سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نکالا ہے، یوں دو مرتبہ

میں رونے سے روکی گئی تو پھر نہیں روئی‘‘۔ (متفق علیہ)

ایک صحابیہؓ، جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی تھی، روایت کرتی ہیں کہ ہم سے آپ ﷺ نے جن کاموں کا عہد لیا تھا ان میں یہ بھی شامل تھا کہ ہم آپ ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گی، چہرہ نہیں نوچیں گی، واویلا نہیں مچائیں گی، گریبان چاک نہیں کریں گی اور نہ ہی بالوں کو پراگندہ کریں گی‘‘۔ (سنن ابی داؤد)

نعمانؓ بن بشر بتاتے ہیں کہ عبداللہؓ بن رواحہ بے ہوش ہو گئے تو ان کی بہن عمرہؓ رونے لگیں اور کہتی جاتی تھیں، ہائے اے پہاڑ (جیسا میرا بھائی) اور ہائے اے سردار (میرا بھائی) اور اپنے بھائی کی خوبیاں شمار کرتی تھیں۔ پھر جب عبداللہؓ بن رواحہ کو ہوش آیا تو بہن سے کہنے لگے، ’’جو کچھ تم کہتی تھیں تو مجھ سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا تم واقعی ایسے تھے؟

ایک دوسری روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ جب ان کی (غزوہ موتہ میں) وفات ہوئی تو پھر ان کی بہن نہیں روئی‘‘۔ (بخاری)

میت کو نوحہ کی وجہ سے عذاب

پچھلے صفحات پر نبی کریم ﷺ کی احادیث سے معلوم ہوا کہ میت پر بے اختیار رونے اور رونے کو بے صبری سے یا رواج کے طور پر نوحہ کی شکل دینے میں نمایاں فرق ہے، البتہ نوحہ اور بین کی وجہ سے میت کو عذاب ہونے کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث ملتی ہے، وہ یہ ہے:

سیّدنا مغیرہؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ:

’’مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ جو شخص مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھتا ہے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرنا چاہیے‘‘۔ اور میں نے نبی ﷺ سے یہ بھی سنا کہ:

''جس شخص پر نوحہ کیا جاتا ہے اسے اس نوحہ کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے''۔ (بخاری)

سیدنا عمرؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میت پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے''۔ (بخاری)

سیّدنا عمرؓ کی وفات کے بعد یہ خبر سیّدہ عائشہؓ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا، ''عمرؓ پر اللہ رحم کرے، واللہ! رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ مومن کو اس کے اعزہ کے رونے کی وجہ سے اللہ عذاب میں مبتلا کرے گا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ کافر پہ اس کے اہل کے رونے کے باعث عذاب زیادہ کرتا ہے۔ تم سب کے لیے قرآن (سورة الانعام :164) کافی ہے:

﴿ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾

''کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''۔ (بخاری)

میت کو عذاب ہونے کا سبب اس کی وہ غفلت اور جہالت ہوسکتی ہے جس کی وجہ سے اس نے نہ صرف خود زندگی میں ایسا کر کے بری مثال چھوڑی، بلکہ اپنے اہل خانہ کو بھی میت پر نوحہ بین یا ایسے موقع پر جزع فزع کرنے سے نہیں روکا تھا' لیکن اگر وہ خود ایسا نہیں کرتا رہا اور دوسروں کو بھی نہ صرف اس سے باز رکھتا رہا بلکہ ایسا نہ کرنے کی وصیت بھی کر گیا تو پھر اس کی ان شاءاللہ گرفت نہیں اور وہ وبال وعذاب سے بری ہے۔ (اللہ اعلم)

بہر حال نوحہ و بین اور رونے پر میت کو عذاب ہونے سے متعلقہ احادیث (معہ سیّدنا عمرؓ اور سیّدہ عائشہؓ کا اس حدیث پر اختلاف) پڑھ کر ہمیں عمل کرنے کے حوالے سے سمجھ یہ آتی ہے کہ احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ نوحہ و بین اور چیخ چلّا کر رونے سے بچا جائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس پر بارہا ناپسندیدگی اور ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔

سیدنا جعفرؓ کے گھر خواتین کے نوحہ و بین پر منع کر بھیجنا، ایک عورت کو کسی قبر کے پاس رونے پر اللہ کا ڈر دلانا اور صبر کرنے کی تلقین کرنا، سیدنا جابر بن عبداللہؓ کے شہید والد کے جسم پر ایک عورت کو چلاّ کر رونے سے منع کرنا، پھر ایک اور حدیث مبارک میں گالوں پر تھپڑ مارنے، گریبان پھاڑنے اور جاہلیت (کفر) کی باتیں کرنے سے منع کرنا، عورتوں سے بیعت لیتے وقت اقرار لینا کہ نوحہ نہ کریں گی۔ اسی طرح سعدؓ بن عبادہ کی عیادت کے وقت زبانِ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمانا کہ اس (کی بے احتیاطی) کی وجہ سے عذاب یا رحم کیا جاتا ہے، یہ سب تنبیہات نوحہ و بین کی مذمت اور اس سے بچنے کے لیے کافی ہونی چاہییں۔

نبی کریم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی تعلیم اور عمل کی غرض سے سمجھایا گیا کہ خود بھی ایسا نہ کریں اور اہل خانہ کو بھی اس سے بچنے کی تلقین کریں۔

احادیثِ رسول ﷺ

”تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔ مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد پر حاکم ہے پس ہر شخص حاکم ہے اور اپنی اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جانے والا ہے“۔ (بخاری)

”کسی بندے کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل درست نہ ہو اور اس کا دل درست نہیں ہو سکتا جب تک اس کی زبان ٹھیک نہ ہو“۔ (بحوالہ احمد)

”جو کوئی اللہ تعالیٰ اور قیامت پر یقین رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ مہمان کا اکرام کرے اور جو کوئی اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہو وہ خیر کی (اچھی، نیک بات) کہے یا خاموش رہے“۔ (بخاری)

قول سیّدنا عمرؓ فاروق

”برائی کو نہ جاننا اتنی ہی بڑی بُرائی ہے“

غسل میت

اسلامی تہذیب وتمدن میں مسلمان کے جسم کو زندگی کے اختتام پر بھی احترام کے قابل سمجھا جاتا ہے، اسی لیے اُسے غسل دلا کر، اجلا لباس (کفن) پہنا کر، خوشبوؤں میں بسا کر، باعزت طریقے سے کندھوں پر اٹھا کر لے جایا جاتا ہے اور اجتماعی نظم وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے نماز کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے لیے مغفرت طلب کی جاتی ہے اور پھر نہایت باوقار طریقے سے اسے سپردِ خاک کر دیا جاتا ہے۔

وفات کے بعد میت کے لیے کرنے والے آخری انتظامات میں سرِفہرست اسے غسل کرانا ہے۔

غسل کون کروائے

غسل کرانے کی ذمہ داری اٹھانے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ :

(1) قریبی عزیز یا رشتہ دار ہوں۔

"رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے والے صحابہ کرامؓ میں سیّدنا علیؓ غسل دے رہے تھے، غسل میں مدد کرانے والے صحابہ کرامؓ میں عباسؓ، فضلؓ اور قثمؓ (رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام) آپ ﷺ کی کروٹ بدل رہے تھے، شقرانؓ اور اسامہؓ پانی بہا رہے تھے اور اوسؓ نے آپ ﷺ کو اپنے سینے سے ٹیک دے رکھی تھی"۔ (الرحیق المختوم)

غسل کے سامان کی فہرست

1. وافر، پاک وصاف اور ضرورتاً نیم گرم پانی
2. بیری کے پتے، صابن یا شیمپو، کافور
3. کنگھی
4. روئی، ڈسٹ بن
5. کپڑے یا ربر کے دستانے / کپڑے کے ٹکڑے
6. جسم خشک کرنے کے لیے تولیہ یا کوئی صاف کپڑا
7. چادریں جو میت پر پردہ کے لیے یا اٹھانے کے لیے استعمال ہوں گی۔

شوہر اپنی بیوی کی میت کو اور اسی طرح بیوی اپنے شوہر کی میت کو غسل دے سکتی ہے۔ سیّدنا علیؓ نے سیّدہ فاطمہؓ کو اور سیّدنا ابوبکرؓ کو ان کی زوجہ سیّدہ اسماءؓ نے غسل دیا۔

(موطأ امام مالک)

سیّدہ عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بقیع سے ایک جنازہ پڑھ کر میرے ہاں تشریف لائے۔ میرے سر میں درد تھا اور میں کہہ رہی تھی، ’’ہائے میرا سر‘‘۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’نہیں بلکہ میرا سر، اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو جاؤ تو میں خود تمہیں غسل دوں، تمہیں کفن پہناؤں اور تمہاری نمازِ جنازہ پڑھ کر خود دفن کروں تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں‘‘۔

(مسند احمد)

(اگرچہ یہ ایک دل لگی کی بات تھی، تاہم اس حدیث سے مذکورہ حکم کا بھی پتہ چلتا ہے)

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اس حدیث کو یاد کر کے عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں:

’’جو بات مجھے اب معلوم ہوئی ہے وہ میں پہلے ہی غور کر لیتی تو رسول اللہ ﷺ کو غسل ازواجِ مطہراتؓ ہی دیتیں‘‘۔ (ابن ماجہ)

(2) دین کا علم رکھنے کی وجہ سے آداب غسل سے واقف ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کو جن صحابہ کرامؓ نے غسل دیا تھا وہ نہ صرف قرابت دار تھے بلکہ فہمِ دین رکھنے کی وجہ سے آدابِ غسل سے واقف تھے۔

(3) میت میں کوئی عیب یا ناگوار چیز نظر آئے تو پردہ پوشی کرنے اور راز رکھنے والے ہوں۔

ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’جس نے کسی میت کو غسل دیا اور اس (کی کسی ناپسندیدہ چیز) کی پردہ پوشی کی، اللہ اس کے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائے گا اور جس کسی نے کسی مسلمان کو کفن دیا، اللہ تعالیٰ اسے (روزِ قیامت) سندس کا لباس پہنائے گا‘‘۔

(طبرانی)

غسل کی جگہ

غسل دینے کی جگہ کا انتخاب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل باتوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

☆ یہ جگہ صاف ستھری اور ہموار ہو۔

☆ غسل کی جگہ کا انتخاب کرتے وقت پانی کے نکاس کو چیک کرنا بھی انتہائی ضروری ہے۔

☆ غسل دینے کی جگہ اتنی کشادہ ہو کہ میت کے تختے کے علاوہ اطراف میں غسل میں مدد دینے والوں کے بیٹھنے اور غسل کا سامان، بالٹیاں وغیرہ رکھنے رکھانے میں دقّت نہ ہو۔

☆ پردے کا مناسب انتظام ہو۔ گھر میں غسل خانہ اگر اتنا بڑا نہیں تو کسی اور کمرے میں یا برآمدے وغیرہ میں عارضی طور پر چادریں تان کر یا خیمہ لگا کر غسل کے لیے بندوبست کیا جاسکتا ہے۔ ایسی جائے غسل کو اوپر سے بھی ڈھانپنا ضروری ہے۔

☆ میت کو نہلانے والا تختہ، سر والی جانب سے قدرے اونچا ہو تا کہ استعمال شدہ پانی بہتا رہے۔ اس کے لیے سر کی طرف تختے کے نیچے دو اینٹیں رکھی جاسکتی ہیں۔

☆ غسل کرانے والوں کے قریب استعمال شدہ اشیاء ڈالنے کے لیے کوئی ردی کی ٹوکری، ڈبہ یا لفافہ رکھا ہونا چاہیے۔

☆ میت کو غسل دینے کے بعد اس جگہ کو بہت اچھی طرح دھو دھلا کر صاف کر دینا چاہیے۔

غسل کا پانی

☆ بالٹیوں یا ٹب یا بڑے برتنوں میں وافر مقدار میں پانی تیار رکھا ہو تا کہ دورانِ غسل ختم ہونے پر تاخیر کا امکان نہ ہو۔

☆ غسل کا پانی پاک اور صاف ہونا ضروری ہے۔

☆ بوقت ضرورت پانی نیم گرم بھی کیا جاسکتا ہے۔

☆ بیری کے پتوں کو کسی چھلنی میں دھو کر الگ سے تھوڑے پانی میں ایک جوش دلا یا جائے۔

پھر یہ پانی چھان کر غسل کے پانی کی تمام بالٹیوں میں ملا دیا جائے۔ (بحوالہ بخاری)

☆ اسی پانی کی ایک بالٹی میں کافور بھی مِلا کر الگ سے ایک طرف رکھیں (یہ آخری بار بہایا جانے والا پانی ہوگا جو کہ تیسری، پانچویں یا ساتویں مرتبہ بہایا جائے گا)۔

غسل شروع کرانے سے پہلے

☆ وقت کی بچت اور آسانی کے لیے جب بیری کے پتوں والا پانی گرم ہو رہا ہو اُس دوران کفن کے اجزا کو کھاٹ پر ترتیب وار بچھا لیا جائے۔

ترتیب کے لیے صفحہ نمبر (109) دیکھیے۔

مدد کرانے والے

☆ غسل دینے والے کے پاس صرف وہی افراد موجود ہوں جو اس کی مدد کرائیں، ان کے علاوہ کسی بھی دوسرے کی موجودگی مکروہ ہے۔

☆ غسل کرانے والوں کے لیے با وضو ہونا مستحب ہے۔ غسل کی جگہ داخل ہونے سے پہلے تسمیہ اور غسل خانہ میں داخل ہونے والی مسنون دعا پڑھ لیں:

بِسۡمِ اللّٰہِ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡخُبُثِ وَالۡخَبَآئِثِ.

☆ میت کے کپڑے آسانی سے نہ اتر سکیں تو قینچی کے ساتھ احتیاط سے کاٹ لیے جائیں۔ (کپڑے اُتارتے وقت میت پر چادر ہونی چاہیے)

☆ میت کو غسل دیتے وقت اس پر رنگ دار اور گہرے پرنٹ کا کپڑا ڈال لیا جائے تاکہ گیلا ہونے پر بھی پردہ رہے اور میت کو کپڑے کے نیچے سے ہاتھ پھیر کر غسل دیا جائے۔ یہ بہتر ہے کہ ہاتھوں پر کپڑے کی تھیلی چڑھائی ہو یا ربڑ (پلاسٹک) کے دستانے پہنے ہوں۔

☆ غسل کرانے والوں کو دورانِ غسل آپس میں غیر ضروری باتیں نہیں کرنی چاہییں۔ اسی طرح اس موقع پر کوئی دعائیں وغیرہ پڑھنا بھی سنت سے ثابت نہیں۔

طریقہ غسل

☆ میت کو بستر سے غسل کے تختے تک اور غسل کے بعد کفن بچھے کھاٹ پر ڈالنے کے لیے چادر سمیت اٹھایا جائے گا اگر خاتون میّت اٹھانے میں مشکل درپیش ہو تو موٹی چادر سے ڈھانپ کر میّت کے محرم مرد حضرات سے مدد لے کر غسل کے تختے پر لٹایا جا سکتا ہے اور اسی طرح غسل دینے کے بعد اٹھوایا جا سکتا ہے۔

☆ نہلانے والے سب سے پہلے میت کا سر اٹھا کر آہستگی سے اسے بیٹھا ہونے کے قریب کر دیں۔ پھر اس کے پیٹ کو اطراف سے نرمی سے دبایا جائے تاکہ جو کچھ نکلنے کے قریب ہو وہ نکل جائے۔ اس موقع پر کثرت سے پانی ڈالا جائے تاکہ جو کچھ نکلا ہو پانی اسے بہا کر لے جائے۔

☆ غسل دینے والا اب اپنے ہاتھ پر کپڑا باندھ کر، یا کپڑے کی تھیلی، یا ربڑ کے دستانے چڑھا کر میت کی طہارت (استنجا) کرائے اور اگر کوئی بھی نجاست رہ گئی ہو تو اسے اچھی طرح میت کے جسم پر سے صاف کر دے۔ یہ کپڑا یا دستانہ اب اتار کر دوسری صاف تھیلی یا دستانہ چڑھا لیا جائے۔

☆ خاتون میت کے غسل سے پہلے بندھے ہوئے بال کھول دیے جائیں۔ خاتون میّت کی پن، کلپ، چوڑیاں، بندے، ناک کا لونگ اور لباس وغیرہ اس کے جسم سے الگ کر لیں۔

☆ غسل کروانے والے غسل کی نیت کر کے بسم اللہ پڑھ لیں۔

☆ اب دائیں طرف سے شروع کرتے ہوئے وضو کرایا جائے۔

اُمِ عطیہؓ کہتی ہیں کہ سیدہ زینبؓ کی میت کو غسل دلانے کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا،''دائیں طرف اور وضو والی جگہوں سے شروع کرو''۔ (بخاری)

دورانِ وضو نہ کلی کرائی جائے اور نہ ناک میں پانی ڈالا جائے گا۔ اس کی بجائے کپڑا یا روئی کے پھاہے تر کرکے اس سے میت کے دانتوں اور اس کے نتھنوں کو صاف کر دینا کافی ہے۔ (بحوالہ بخاری)

☆ اب ناک اور دونوں کانوں میں صاف روئی لگا دی جائے تاکہ سر کے بال دھونے اور غسل کرانے کے دوران پانی اندر داخل نہ ہو، بعد میں اس روئی کو نکال دیا جائے گا۔

☆ صابن کے جھاگ یا شیمپو سے سر اور داڑھی کے بال آہستہ آہستہ انگلیاں پھیر کر دھوئے جائیں۔

☆ بقایا تمام غسل کپڑے کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر دیا جائے۔ خاص طور پر حدودِ ستر پر نہ کسی کی نظر پڑنی چاہیے اور نہ ہی خالی ہاتھ سے مس ہونا چاہیے۔

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،''کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو نہ دیکھے''۔ (مسلم)

☆ پہلے میت کے جسم کے سامنے والے حصوں کو صابن وغیرہ سے دھویا جائے، گردن کے دائیں طرف سے لے کر دائیں پاؤں تک اور بائیں پہلو کے بل ہلکی سی کروٹ موڑ کر دائیں طرف کا پچھلا تمام حصہ دھویا جائے' یہی عمل بائیں طرف سے سامنے اور پھر کروٹ دلا کر پچھلا بایاں تمام حصہ دھویا جائے۔

☆ غسل طاق مرتبہ دیا جائے۔ آخری بار غسل دینے کے لیے پانی میں کافور ڈالنا مسنون ہے۔ کافور نہ ملے تو کوئی بھی خوشبو پانی میں ملا سکتے ہیں۔ (بحوالہ بخاری و مسلم)

☆ میّت کو تولیے سے خشک کرکے اوپر خشک چادر ڈال کر گیلی چادر نکال دیں اور میّت کے نیچے بھی ایک خشک چادر بچھا دیں۔

☆ خاتون کی میت ہو تو غسل کے بعد بالوں کی تین چوٹیاں / لٹیں بنا کر پیچھے کو ڈال دی جائیں، کنگھی بھی کی جا سکتی ہے۔

مندرجہ ذیل حدیث مبارک سے میت کے غسل سے متعلق چند احکامات ثابت ہیں۔

اُم عطیہ ؓ بیان کرتیں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جس وقت ہم آپ ﷺ کی بیٹی سیّدہ زینب ؓ کو غسل دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’تین بار، پانچ بار، سات بار اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ بار غسل دو‘‘۔

اُم عطیہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، ‘طاق عدد میں؟’ آپ ﷺ نے فرمایا:

’’ہاں اور آخری بار (تین میں تیسرا، پانچ میں پانچواں اور سات میں ساتواں) میں کچھ کافور بھی ملا دینا۔ پھر جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کر دینا‘‘۔ جب ہم فارغ ہو گئیں تو آپ ﷺ کو اطلاع کی۔ آپ ﷺ نے ہماری طرف اپنا تہ بند پھینک کر فرمایا: ’’یہ اندر (ان کے بدن پر) لپیٹ دو‘‘۔ اُم عطیہ ؓ بیان کرتیں ہیں کہ ہم نے ان کے بالوں کے تین حصے کر کے کنگھی کی اور پیچھے ڈال دیے۔ (بخاری)

☆ ایسے حالات میں جبکہ میت کو غسل دینا ممکن نہ ہو تو میت کو تیمّم کرایا جائے گا۔ (ابوداؤد)

(یہ صورت حال اس وقت پیش آ سکتی ہے جبکہ میت کا جسم زیادہ جل گیا ہو یا پانی میں یا کسی کیمیکل وغیرہ میں ڈوبنے سے گل سڑ گیا ہو یا کسی حادثے میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہو یا کسی ایسی جِلدی بیماری سے وفات ہوئی ہو کہ غسل کرانے سے جسم مزید پھٹنے کا خدشہ ہو)

☆ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

کفن دینا

کپڑا

نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان کو کفن دیا، اللہ تعالیٰ اسے سُندس کا لباس پہنائے گا''۔ (المعجم الکبیر للطبرانی)

کفن کے لیے صاف ستھرا اور سفید کپڑا استعمال کرنا افضل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''سفید لباس پہنا کرو، یہ تمھارا بہترین لباس ہے اور اسی میں مُردوں کو کفن دیا کرو''۔

(ترمذی)

مقدار

کفن کے لیے کپڑے کی مقدار یا پیمائش اتنی ہو کہ آسانی سے میت کا تمام جسم ڈھانپا جا سکے۔ نامکمل اور ناکافی کفن (علاوہ کسی مجبوری یا عذر کے) ناپسندیدہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے ایک صحابیؓ کا تذکرہ فرمایا جسے وفات کے بعد ناکافی کفن میں لپیٹا گیا اور رات کو دفن کیا گیا۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں اس بات کی تنبیہ کی کہ میت کو رات کو دفن نہ کیا جائے، الا یہ کہ انسان مجبور ہو۔ مزید فرمایا:

''جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کو کفن دے تو ممکن ہو تو اچھا کفن دے''۔ (مسلم)

''اچھے کفن'' سے مراد یہ ہے کہ صاف ستھرا ہو، موٹا ہو، سارے بدن کو چھپانے والا ہو، اور درمیانی قسم کا ہو (اچھے سے مراد مہنگا اور نفیس نہیں ہے)۔ ضروری نہیں کہ وہ نیا ہو، پرانا مگر دھلا ہوا صاف کپڑا بھی

کفن کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

سیّدنا ابوبکرؓ سے کفن کے انتخاب کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ نئے کپڑوں کا زیادہ مستحق زندہ ہے، میرے لیے بس یہ پرانے ہی کافی ہیں۔ (بخاری)

اجزائے کفن

عورت اور مرد کے کفن کے لیے یکساں پیمائش کی تین موٹی، صاف، سفید چادریں استعمال ہوتی ہیں جن میں سے ایک چادر دھاری دار ہو تو بہتر ہے۔

سیّدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین دھلی ہوئی سفید سوتی سحولی (یمن کی بنی ہوئی ہلکی دھاری دار) چادروں میں کفن دیا گیا۔ اس میں نہ قمیض تھی اور نہ پگڑی۔

(بخاری)

اگر ہو سکے تو ایک ہلکی دھاری دار چادر کفن میں شامل کر لی جائے اور یوں آخری سفر کے آخری لباس میں بھی سنت کا ثواب حاصل کر لیا جائے۔

حدیثِ رسول ﷺ ہے، ”جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے اور اگر مل سکے، تو کفن میں ایک دھاری دار چادر شامل کر لی جائے“۔ (سننِ اَبی داوٗد)

کفن باندھنے کے لیے 3 یا 5 عدد پٹیاں درکار ہوتی ہیں۔

نوٹ: کفن کے لیے تین چادریں میسر نہ ہوں تو ایک چادر میں بھی کفنایا جا سکتا ہے

شہید کو کفن کی ضرورت نہیں اس کو انہی کپڑوں سمیت ایک چادر میں لپیٹ کر دفنا دیا جائے گا۔

مُحرم کے لیے احکامات

مُحرم (دورانِ حج یا عمرہ وفات پانے والے) کو غسل کرانے کے بعد کفن کی بجائے احرام ہی

میں بغیر خوشبو لگائے اور بغیر سر ڈھانپے دفن کیا جائے گا۔

ایک صحابیؓ میدان عرفات میں اچانک اپنی سواری سے گر گئے۔ اونٹنی نے ان کی گردن توڑ دی اور وہ وہیں وفات پا گئے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر دو کپڑوں میں کفن دو (دوسری روایت ہے اسی کے دونوں کپڑوں یعنی احرام میں) اور خوشبو نہ لگاؤ، نہ ہی اس کا سر اور چہرہ چھپاؤ، یہ روزِ قیامت تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا''۔

(بخاری)

(دفن کرتے وقت مُحرِم مرد میت کے سر اور چہرے کو کھول دیا جائے اور مُحرِم عورت میت کے صرف چہرے کو کھلا رکھا جائے البتہ سر ڈھانپا ہوگا)

کپڑا کم میتیں زیادہ

کسی بھی ہنگامی حالت یا سفر کے دوران میتیں زیادہ اور کفن کم ہوں تو ایک ہی کپڑے میں ایک سے زیادہ میتوں کو کفن دیا جا سکتا ہے۔

جیسا کہ شہدائے احد کے ساتھ کیا گیا۔ اسی طرح اگر کسی وجہ سے کپڑا اتنا نا کافی ہے کہ سر یا پاؤں میں سے کسی ایک کو ڈھانپا جا سکتا ہو تو پاؤں کو گھاس وغیرہ سے چھپا دیا جائے جیسا کہ معصبؓ بن عمیر کو ڈھانپا گیا تھا۔ (بحوالہ بخاری)

کفن لپیٹنے کا طریقہ کار

☆ چار پائی کے درمیان ایک بڑی پٹی اور سر اور پاؤں کی طرف چھوٹی پٹیاں بچھا دیں۔ کفن کو مضبوطی سے باندھنے کے لیے پانچ پٹیاں بھی باندھی جاسکتی ہیں۔

☆ اب چار پائی پر پٹیوں کے اوپر تینوں چادریں بچھا دیں۔ چادر کی لمبائی میّت کے قد کی لمبائی سے کم از کم ایک فٹ بڑی ہو تا کہ سر اور پاؤں کی جانب سے باندھی جاسکے۔

☆ تختہ غسل سے میّت کو اُٹھانے کے لیے دو افراد نیچے والی چادر کو سر اور پاؤں کی طرف پکڑیں، مزید دو افراد چادر کے نیچے سے کمر کی جگہ تولیہ یا مضبوط کپڑا ڈال کر میّت کو اُٹھا کر اسی چار پائی پر رکھ دیں جس پر کفن پہلے سے بچھا ہوا ہے۔

☆ کروٹ دلا کر نیچے کی چادر نکال لیں۔ اوپر کی چادر ابھی نہ ہٹائیں کیونکہ اس کے اندر سے ہی کفن لپیٹا جائے گا اور پہلی چادر لپیٹتے وقت احتیاط سے اسے اس طرح نکال لیا جائے گا کہ میت کا ستر نہ کھلے۔

☆ سب سے پہلے اوپر والی چادر سے خاتون میت کے چہرے اور سر کے علاوہ سارا جسم اچھی طرح لپیٹ دیں اور چادر کے اوپر والے حصے سے سر اور بالوں کو اسکارف کی طرح لپیٹ دیں اس کے بعد دوسری چادر کو سر سے پاؤں تک لپیٹ دیں۔

☆ آخری چادر لپیٹنے کے بعد سر، پاؤں اور کمر کی پٹیوں کو باندھ کر اس طرح گرہ لگائیں کہ قبر میں لٹانے کے بعد یہ گرہیں آسانی سے کھولی جاسکیں۔

مرد میّت کو کفن لپیٹنے کا طریقہ

① تین بڑی اور چوڑی پٹیاں درمیان میں، کندھے اور گھٹنوں کی جانب اور دو چھوٹی پٹیاں سر اور پاؤں کی جانب بچھائیں۔ پٹیوں کے اوپر تین چادریں برابر کر کے ترتیب وار بچھائیں۔

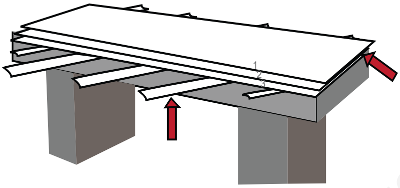

② سر اور پاؤں کی طرف سے کچھ کپڑا چھوڑ کر میّت کو چادروں کے اوپر لٹا دیں پہلی چادر کو ایک طرف سے لے کر میّت کی دوسری طرف کمر کے نیچے اچھی طرح دبا دیں۔

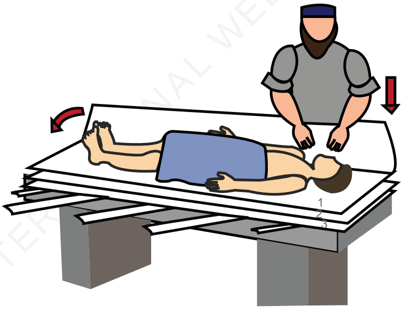

③ ستر کے لیے ڈھانپی گئی چادر کو ہٹا دیں۔ اسی طرح چادر کا ایک حصّہ مخالف سمت دبا دیں۔
سر اور پاؤں کو بھی ساتھ ہی لپیٹ لیں۔

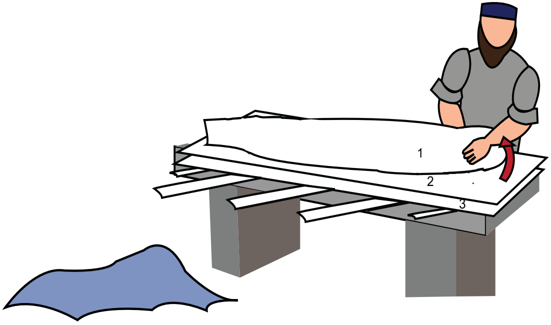

④ اسی طرح دوسری چادر کو بھی سر اور پاؤں سمیت مخالف سمت سے لا کر اچھی طرح دبا دیں۔

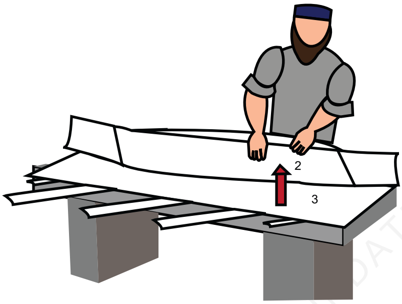

⑤ اب آخری چادر کو بھی مخالف سمت سے لا کر لپیٹ دیں۔

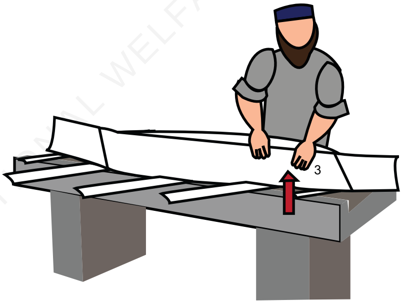

⑥ اب کفن کو تصویر کے مطابق پٹیوں سے باندھ دیں۔

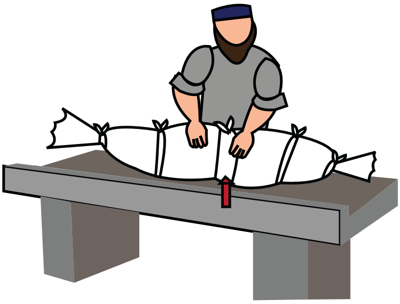

* * *

عورت میّت کو کفن لپیٹنے کا طریقہ

① تین بڑی اور چوڑی پٹیاں درمیان میں، کندھے اور گھٹنوں کی جانب اور دو چھوٹی پٹیاں سر اور پاؤں کی جانب بچھائیں۔ پٹیوں کے اوپر تین چادریں برابر کر کے ترتیب وار بچھائیں۔

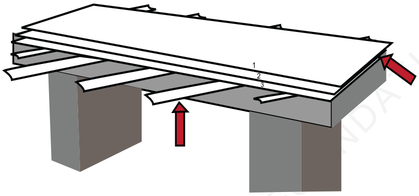

② سر اور پاؤں کی طرف سے کچھ کپڑا چھوڑ کر میّت کو چادروں کے اوپر لٹا دیں پہلی چادر کو ایک طرف سے لے کر میّت کی دوسری طرف کمر کے نیچے اچھی طرح دبا دیں۔

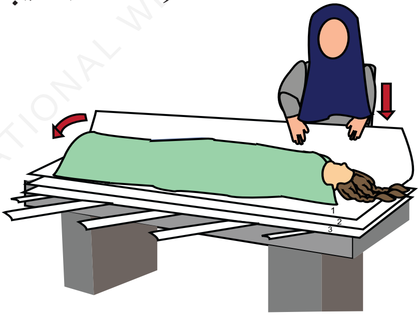

③ ستر کے لیے ڈھانپی گئی چادر کو ہٹا دیں۔ اسی طرح چادر کا ایک حصّہ مخالف سمت دبا دیں۔ سر اور پاؤں کو بھی ساتھ ہی لپیٹ لیں۔

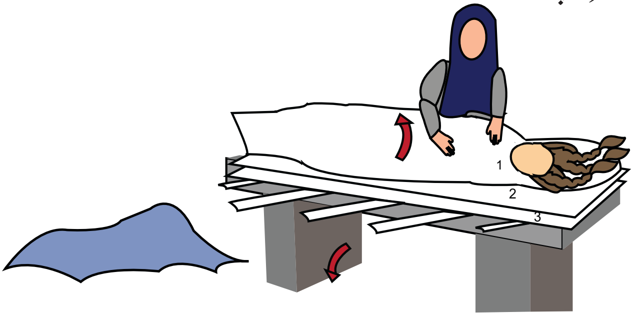

④ پہلی چادر کے سر کی جانب بچھے ہوئے حصے کو اٹھا کر اسکاف کی طرح لپٹتے ہوئے سر اور بالوں کو اچھی طرح ڈھانپ دیں۔

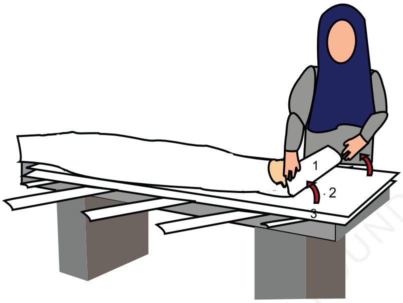

⑤ اسکاف کے باقی کپڑے کو گردن کے پیچھے دبا دیں۔

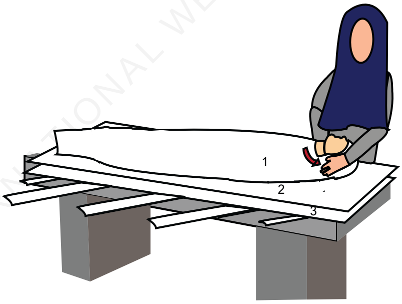

⑥ اب سائیڈ کے دونوں پلوؤں سے چہرے کو ڈھانپ دیں۔

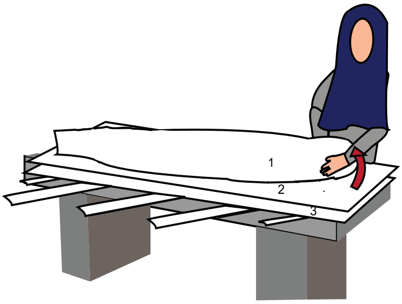

⑦ اسی طرح دوسری چادر کو بھی سر اور پاؤں سمیت مخالف سمت سے لا کر اچھی طرح دبا دیں۔

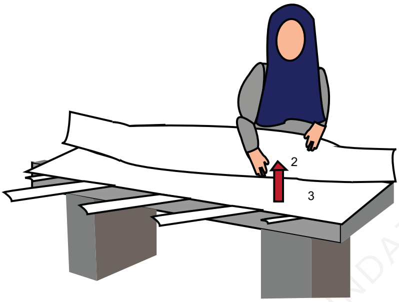

⑧ اب آخری چادر کو بھی مخالف سمت سے لا کر لپیٹ دیں۔

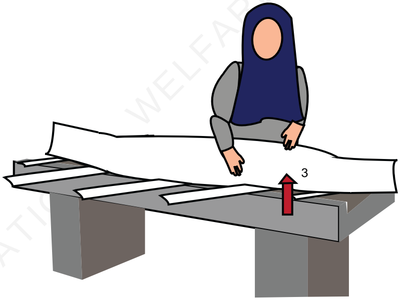

⑨ اب کفن کو تصویر کے مطابق پٹیوں سے باندھ دیں۔

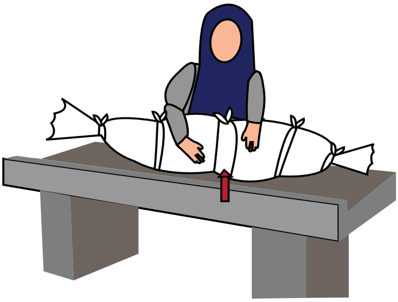

* * *

خوشبو

میّت کو کفن میں لپیٹنے کے بعد تین بار خوشبو کی دھونی دیں۔ یہ ممکن نہ ہو تو عطر وغیرہ لگایا جا سکتا ہے۔

میت کو کفن سمیت عود (خوشبودار لکڑی) کی دھونی دینا مستحب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’جب تم میت کو خوشبو کی دھونی دو تو تین مرتبہ دو‘‘۔ (مسند احمد)

دھونی دینا ممکن نہ ہو تو میت کو عطر (ایسی خوشبو جس میں الکحل نہ ہو) لگایا جا سکتا ہے۔

(بحوالہ بخاری و مسلم)

غسل دینے والے کے لیے خود غسل کرنا

میت کو غسل اور کفن دینے والے کے لیے بعد میں خود غسل کرنا اگر غسل نہ کر سکیں تو وضو کر سکتے ہیں اور میت کو اٹھا کر کھاٹ پر ڈالنے میں مدد کروانے والے کے لیے وضو کر لینا مستحب ہے۔

میت کو غسل و کفن دینے والے کے لیے بعد میں خود غسل کرنا مستحب اور بہتر ہے، واجب نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، ’’جو کسی میت کو غسل دے وہ (بعد میں) خود غسل کر لے اور جو اس کو اٹھائے وہ وضو کر لے‘‘۔ (سنن أبی داؤد)

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے کہ ہم میت کو غسل دیا کرتے تھے، پھر ہم میں سے کوئی تو غسل کر لیتا تھا اور کوئی نہیں بھی کرتا تھا۔ (سنن دار قطنی)

حکمت : میت کو غسل کرانے کے دوران نجاست والے چھینٹے یا جس بیماری سے اس کی وفات ہوئی اس کے جراثیم وغیرہ غسل دینے والے پر لگے ہوں گے تو بعد میں خود اس کے غسل کر لینے سے طہارت حاصل ہو جائے گی، متعدی یا وبائی امراض سے وفات پانے والی میت کو اٹھانے میں مدد کرانے یا نہلانے کے تختہ تک یا تختہ سے چار پائی پر ڈالنے میں مدد کرانے

والے پر وضو کرنے کی حکمت مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہو جاتی ہے۔

وضاحت : مومن مر کر نجس یا ناپاک نہیں ہو جاتا بلکہ بسا اوقات موت کی سختیوں کی وجہ سے پسینہ یا پیشاب کا اخراج ہو جاتا ہے' اسی لیے میت کے بدن کو صاف ستھرا اور پاک کرنے کے لیے اسے غسل دیا جاتا ہے۔

چند احتیاطیں

- ☆ ہر لپیٹا جانے والا کپڑا قدرے مضبوطی سے لپیٹا جائے گا اور ہر پلڑا خوب پیچھے تک کیا جائے گا تاکہ تدفین کے وقت کھل نہ جائے۔
- ☆ کفن لپیٹتے وقت ہر کپڑے کا بایاں حصہ اندر اور دایاں اوپر آئے گا۔
- ☆ چادر سمیت تختے یا کھاٹ پر لٹا کر چادر نکال دینے کا طریقہ یوں ہے کہ میت کو پہلے ایک پہلو کے بل کروٹ دلائی جائے اور چادر تہہ کر کے اس کے جتنا نیچے ہو سکے' کر دی جائے اسی طرح میت کو دوسرے رخ موڑ کر پوری چادر کو آہستگی سے نکال لیا جائے۔
- ☆ غسل دلانے کے بعد اوپر والی گیلی چادر نکالنے اور جسم خشک کرنے کا سارا عمل اوپر سے خشک چادر تان کر کیا جائے گا تاکہ پردہ رہے۔
- ☆ جسم خشک کرنے کے بعد میت کو غسل کے تختے سے اٹھانے سے پہلے اسی طریقے سے نیچے چادر بچھائی جائے گی جس طریقے سے پہلے نکالی گئی تھی۔

نوٹ : آج کل تیار شدہ کفن مع دیگر ضروری اجزا کے مارکیٹ اور الہدیٰ انٹرنیشنل کی تقریباً تمام شاخوں سے دستیاب ہیں۔

غسل و کفن کے مراحل میں غیر مسنون افعال

درج ذیل امور سنت سے ثابت نہیں ہیں۔

☆ غسل دینے کی جگہ پر پاکیزہ کلام تحریری شکل میں لے کر جانا یا زبانی پڑھنا۔

☆ میّت کو دو بار غسل دینا۔

☆ بالوں کی دو چوٹیاں بنا کر سینے پر ڈالنا۔

☆ غسل مکمل ہونے پر قریبی رشتے داروں کا باری باری آ کر میّت پر پانی بہانا۔

☆ کفن سے پہلے صاف لباس پہنانا۔

☆ میّت کی آنکھوں میں سرمہ لگانا۔

☆ کفن پر عرق گلاب ڈالنا یا آب زمزم میں بھگونا۔

☆ شادی کے لباس میں دفنانا۔

☆ کفن پر قرآنی آیات یا دیگر دعائیں لکھنا۔

☆ میّت کے سرہانے قرآن مجید یا عہد نامہ رکھنا۔

میت کے قرض کی ادائیگی

وفات کے بعد میت کے پاس حاضر عزیز و اقارب کا ذمہ ہے کہ مرنے والا اگر مقروض مرا تو اس کے مال سے فوراً قرض ادا کرنے کا بندوبست کریں خواہ تمام مال ختم ہو جائے اور اگر اس نے مال نہ چھوڑا ہو تو حکومت اس کا قرض ادا کرے گی بشرطیکہ اس نے زندگی میں ادائیگی کی حتی المقدور کوشش بھی کی ہو۔ اگر حکومت ادا نہ کرے تو جو کوئی مسلمان یا کچھ مسلمان مل کر بھی احساناً ادا کر دیں تو درست ہوگا۔

قرض کیا ہے؟

کسی ضرورت مند کو اس کی درخواست پر خاص و مقررہ مدت کے لیے روپیہ، مال، سامان، اجناس، غلہ یا جانور وغیرہ دینا کہ لینے والا اسے واپس بھی کر دے ’’قرض‘‘ کہلاتا ہے۔ جس قرض کو قرض خواہ اس احسان کے ساتھ دے کہ واپسی کے وقت اس پر کچھ فائدہ (سود) نہ لے گا اس کو ’’قرض حسنہ‘‘ کہتے ہیں۔

ضرورتاً

مجبوراً اور ضرورتاً قرض لینے میں کوئی حرج نہیں، بلا ضرورت قرض لینے اور اس کے وقت پر ادا نہ کرنے کی بڑی مذمت آئی ہے۔

آسان قرض

قرض کی مقدار اور واپسی کی مدت اتنی مناسب ہو کہ دینے والا بھی تنگی میں پڑ کر مطالبہ نہ شروع کر دے اور لینے والا بھی اپنی زندگی ہی میں بسہولت ادا کر جائے۔

تحریری حساب

مسلمانوں کو زندگی میں جب بھی ضرورتاً قرض لینا پڑے تو اس کا حساب ہمیشہ لکھ کر پاس رکھے کیونکہ اس قسم کے امور پر لکھت پڑھت کا شرعاً حکم ہے۔

وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ط (البقرہ : 282)

”اور (قرض) جس کی مدت مقرر ہے، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، لکھنے میں کاہلی نہ کرو“

علاوہ ازیں امانت، ادھار، واجب الادا حقوق جیسے حق مہر یا زکوٰۃ اگر وقت پر ادا نہیں کر سکا یا قضا روزے یا شرعی نذر وغیرہ اگر مانی ہو، ان تمام کا حساب لکھ نہیں سکا تو کم از کم اہل خانہ سے یا قریبی عزیزوں سے اس کا تذکرہ کرتا رہے۔

اسی طرح ہر شخص کو اپنی زندگی میں وقتاً فوقتاً اس طرف بھی دھیان دیتے رہنا چاہیے کہ اس کے پاس کسی سے مستعار لی ہوئی ایسی کوئی چیز تو نہیں ہے، جسے وہ استعمال کے بعد واپس لوٹانا بھول چکا ہے یا خود دینے والے کو بھی اسے واپس لینا یاد نہیں، کیا ممکن جب اس چیز کا مالک ضرورت پیش آنے پر اسے لینا چاہے تو مستعار لینے والا ہی اس دنیا میں نہ رہا ہو اور اس کی اس غیر ذمہ داری کی وجہ سے دوسروں کو بعد میں اذیت ہو۔ بالفرض کسی ایسی چیز کا مالک ہی دنیا سے چلا جائے تو یہ اس کے وارثوں کو لوٹا دینی چاہیے اور اگر وارث نہ ہوں یا بہت عرصہ کوئی مستعار لی ہوئی چیز پڑی رہے اور یاد نہ ہو کہ یہ کس کی تھی؟ اور کوئی اس کا مطالبہ بھی نہ کرے تو اس صورت میں خود یہ چیز یا اس کی قیمت نکال کر اس کے مالک کی طرف سے صدقہ کر دینا چاہیے۔

قرض سے نجات کے لیے کوشش کے ساتھ ساتھ صفحہ نمبر (324) پر موجود مسنون دعاؤں کا سہارا لینا بھی فائدہ مند ہے۔

میت کا قرض

کوئی مسلمان مقروض حالت میں وفات پا جائے تو اس کے مال میں سے:

1. کفن دفن کا خرچ پورا کیا جائے گا، (ولی یا کوئی دوسرا مسلمان خوشی اور احسان سے یہ کرنا چاہے تو بھی پسندیدہ عمل ہے)
2. قرض کی ادائیگی کی جائے گی،
3. وصیت کی صورت میں 1/3 حصّہ ادا کیا جائے گا،
4. بقایا مال وراثت کی تقسیم کے لیے چھوڑا جائے گا۔

> **سیدھا جنت میں**
>
> رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
>
> ’’جو آدمی اس حال میں فوت ہو کہ وہ تکبر، مالِ غنیمت کی خیانت اور قرض سے پاک ہو، سیدھا جنت میں جائے گا‘‘۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

مِنۡ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِىۡ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ (النساء: ۱۱)

’’اس وصیت (کی تکمیل) کے بعد جو مرنے والا کر گیا ہو یا ادائے قرض کے بعد‘‘

اس آیتِ پاک میں وصیت یا ادائے قرض کا حکم ایک ساتھ ملتا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ اس کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

’’علمائے جدید و قدیم نے اس بات پر اجماع کر لیا ہے کہ قرضہ وصیت پر مقدم ہے‘‘۔

جلد ادائیگی

میت کے قرض کی ادائیگی جلد از جلد کر دی جائے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

’’مومن کی روح قرض کی ادائیگی تک قرض کے ساتھ معلق رہتی ہے‘‘۔ (ترمذی)

کسی کو رعایت نہیں

شہادت جیسا رتبہ حاصل کرنے والے کو بھی اس سے بری الذمہ نہیں سمجھا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’شہادت کی وجہ سے شہید کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر قرض جب تک ادا نہیں ہوگا تو معاف نہیں ہوں گے‘‘۔ (مسلم)

نماز جنازہ پڑھانے سے انکار

اللہ کے رسول ﷺ کسی مقروض میت پر قرض کی ادائیگی تک نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ اس کی دلیل میں یہ حدیث پاک ملتی ہے:

رسول اللہ ﷺ کے پاس نماز پڑھانے کے لیے ایسا جنازہ بھی لایا جاتا جس کے ذمہ قرض ہوتا۔ آپ ﷺ دریافت فرماتے: ’’کیا ادائیگیٔ قرض جتنا مال چھوڑا ہے؟‘‘۔ اگر جواب ’ہاں‘ میں ملتا تو نمازِ جنازہ ادا فرماتے ورنہ نہیں اور فرماتے: ’’اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ خود ادا کرلو‘‘۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتوحات نصیب فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

’’میں دنیا و آخرت میں مومنین کی اپنی ذات پر بھی مقدم ہوں۔ اگر پسند کرو تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ لو:

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِھِمۡ (الاحزاب : 6)

’’نبی (ﷺ) تو اہل ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے‘‘

لہٰذا جو مقروض وفات پا جائے اور برائے ادائیگی قرض مال بھی نہ چھوڑے تو ادائیگی کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور جو مال چھوڑ کر مرے تو وہ اس کے ورثا کا ہے‘‘۔ (بخاری)

مقروض میت اتنا مال چھوڑے کہ اس میں سے قرض ادا نہ ہو سکے اور اس کے غنی ورثاء، عزیز و اقارب یا حاضرین میں سے کوئی اور یہ ادائیگی بخوشی کر دے، تو قرض ادا ہو جائے گا۔

قرض معافی کی درخواست

مقروض کا قرض ادا کروانے میں اس کی مدد کرنے کے علاوہ قرض دینے والے سے مقروض کے حق میں معاف کروانے کی درخواست یا سفارش کرنا بھی قابلِ اجر نیکی ہے۔

حدیثِ رسول ﷺ ہے،

”جو شخص اپنے بھائی سے دنیا کا غم و تکلیف دور کرتا ہے، اللہ قیامت کے روز اس کے غم اور تکلیف کو دور کرے گا“۔ (مسلم)

ایک اور حدیث پاک ہے،

”نیکی کی رہنمائی کرنے والے کے لیے نیکی کرنے والے کے برابر اجر ہے“ ۔ (مسلم)

قرض معافی یا مہلت

اسی طرح خود کوئی قرض خواہ مقروض کی مالی کمزوری کی وجہ سے اس کا قرض معاف کر دے یا اسے مہلت دے تو اس کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا،

”جو کوئی بھی کسی تنگدست کو مہلت دے یا قرض معاف ہی کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا اور قیامت کے دن اللہ اس کی بے چینیوں کو دور فرما دے گا“۔

(مسلم)

احسن ادائیگی

قرض لے کر اس کی بہتر طریقے سے ادائیگی (واپسی) کرنا بہت پسندیدہ عمل ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنت بھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰہَ قَرْضاً حَسَنًا
یُّضٰعَفُ لَھُمْ وَلَھُمْ اَجْرٌ کَرِیْمٌ ۝ (الحدید : 18)

”بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور جو اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں ان کے لیے اس کا کئی گنا (زیادہ) ہے۔ اور ان کے لیے اجروثواب بھی ہے“۔

اس سنت کی پیروی ہمیں اللہ کے محبوب رسول ﷺ کی زندگی میں بھی نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ قرض کے طور پر ایک اونٹ لیا اور اس سے اچھا اور عمر میں اس سے بڑا اونٹ واپس کیا اور فرمایا:

”اچھا انسان وہ ہے جو ادائیگی اچھی کرے“۔ (بخاری)

وضاحت : اپنی خوشی سے اور بغیر شرط طے کیے ادائیگی میں بہتری اور زیادتی اختیار کرنا سود نہیں ہوتا۔ میت کی طرف سے قرض کی واپسی کرنی پڑے تو اس میں اپنے متوفی بھائی / بہن کی عزت کا خیال رکھا جائے اور احسن طریقے سے ادائیگی کی جائے۔

طویل مہلت کے باوجود کیسا عذر ؟

سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

” ناقابلِ سماعت کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس انسان کے عذر کو جس کی موت میں تاخیر ہوئی یہاں تک کہ وہ ساٹھ (60) برس کا ہو گیا“

(بخاری)

حُسنِ وداع

آہ ! ۔۔۔ روانگی کا وقت آ گیا

اب سفر واپسی ہے اسی مطلوبِ حقیقی کی طرف‘ جس نے اپنے بندے کو کچھ عرصہ کے لیے یہاں امتحان گاہ میں بھیجا تھا‘ تا کہ وہ ایک بہتر اور روشن مستقبل (آخرت) حاصل کرنے کے لیے اپنے حال (دنیا) کی اصلاح کر لے۔ اب اس کو اپنے رب کے حضور حاضر ہو کر اپنی زندگی بھر کی کارگزاری پیش کرنی ہے‘ اپنے مالک سے ملاقات کرنی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ’’جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے‘ اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے‘ جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتا‘ اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتا‘‘۔ (متفق علیہ)

جس بندے نے بھی اس کے ساتھ ملاقات کو یاد رکھا اور اس ملاقات کو مقصد زندگی بنایا‘ وہ اب کامیابی کے ساتھ وداع ہو رہا ہے‘ کتنا تھوڑا قیام تھا اور کیا خوب نبھایا !

اس کے برعکس وہ جو منصب، عہدے، شان اور جاہ وجلال کے ساتھ دنیا میں رہنے کے انتظامات کی فکر میں لگا رہا‘ دنیا کے مشاغل نے سوچنے ہی نہ دیا کہ........اتنا تھوڑا قیام....... اور اتنی زبردست تیاری !

بغیر ائیر کنڈیشنڈ گاڑی کے گھر سے نہ نکلنے والا بھی آج اسی کھاٹ پر سوار ہو کر نکل رہا ہے اور ان گاڑیوں کو حسرت سے دیکھنے والے کی بھی آج وہی سواری ہے۔

جنازہ لے جانا

رخصتی اور امتحان

انتہائی ناخوشگوار، کٹھن اور غم سے بوجھل ترین گھڑی وہ ہوتی ہے جب جنازہ گھر سے اٹھایا جاتا ہے۔ آپ کے لیے یہ وقت خصوصاً صبر و برداشت اور ایمان کی پختگی کے امتحان کا ہے اس میں کامیاب ہونے کی کوشش کریں اور بے قابو جذبات کی سمت بدل کر اپنے خاندان کے فرد کو دعاؤں کے تحفے دے کر رخصت کریں تو دونوں کے لیے اجر ہی اجر ہے۔

دیر نہ کریں

جنازہ لے جانے میں غیر ضروری تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

سیّدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جنازہ لے جانے میں جلدی کیا کرو۔ اس لیے کہ اگر وہ نیک ہے تو وہ ایک بھلائی ہے جس کی طرف تم اسے (جلد) آگے بڑھاؤ اور اگر وہ اس کے برعکس ہے تو وہ ایک برائی ہے جسے تم اپنے کندھوں سے جلدی اتار ڈالو“۔ (متفق علیہ)

ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ”جب جنازہ تیار ہو جاتا ہے اور لوگ اسے اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں تو نیک میت کہتی ہے، ”مجھے جلدی لے چلو“۔ اور اگر میت گناہ گار ہے تو گھر والوں سے کہتی ہے، ”ہائے افسوس! مجھے کہاں لیے جا رہے ہو“ ؟ اس کی یہ آواز انسانوں کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے۔ اگر انسان سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں“۔ (بخاری)

رفتار

سیّدنا ابن مسعودؓ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، ’یا رسول اللہ! جنازہ کو کس رفتار سے لے جایا کریں ؟

آپ ﷺ نے فرمایا، ’’جلدی جلدی دوڑنے کی رفتار سے کچھ کم‘‘۔ (ابوداؤد)

کندھا دینا

جنازہ کے ساتھ جانا اور کندھا دینا مسلمان کا مسلمان پر حق ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، ’’جس نے تین بار جنازہ کو اٹھایا اس نے میت کا حق ادا کردیا پھر جس قدر اسے زیادہ اٹھائے گا زیادہ ثواب کمائے گا‘‘۔ (سنن ترمذی)

ساتھ چلنا

جنازہ کے ساتھ چلنے کی فضیلت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

’’جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ چلا‘ پھر نماز جنازہ اور دفن تک اس کے ساتھ رہا تو وہ دو قیراط ثواب کے ساتھ واپس آیا (جبکہ) ایک قیراط اُحد پہاڑ کے مثل ہے اور جو شخص اس کی نماز جنازہ پڑھ کر دفن سے قبل ہی لوٹ آیا تو وہ ایک قیراط ثواب کے ساتھ واپس آیا‘‘۔ (بخاری)

براءؓ بن عازب کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہم کو سات باتوں کا حکم دیا:

جنازوں کے ساتھ جانے کا، بیمار کی عیادت کا، دعوت قبول کرنے کا، مظلوم کی مدد کرنے کا، قسم پورا کرنے کا، سلام کا جواب دینے کا اور چھینکنے والے کے لیے دعا کرنے کا۔‘‘۔ (بخاری)

ایک اور موقع پر نبی ﷺ نے فرمایا، ’’بیمار کی عیادت کرو اور جنازہ کے ساتھ چلو۔ یہ عمل تمہیں آخرت یاد دلائے گا‘‘۔ (احمد)

پیدل اور سوار کا حکم

پیدل جنازے کے قریب رہتے ہوئے آگے پیچھے‘ دائیں بائیں چل سکتا ہے البتہ پیچھے چلنا افضل ہے۔ اور سوار کو جنازہ کے پیچھے چلنا چاہیے، تاہم بلا عذر سواری پر جانا مکروہ ہے۔

(بحوالہ ابوداؤد، احمد، بیہقی)

عورتیں نہ جائیں

جنازہ کے ساتھ رہنے اور دفنانے تک کا یہ اجر صرف مردوں کے لیے ہے، عورتوں کے لیے نہیں۔ عورتوں کا جنازہ کے ساتھ نہ جانا افضل ہے۔

سیّدہ اُمِ عطیہؓ فرماتی ہیں ’’ہم (عورتوں) کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا ہے، لیکن تاکید سے منع نہیں ہوا‘‘ (اس معاملے میں ہم پر سختی نہیں کی گئی)۔ (بخاری)

سیّدنا عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، ’’رسول اللہ ﷺ نے اس جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا ہے جس کے ساتھ نوحہ اور ماتم کرنے والی عورتیں ہوں‘‘۔ (احمد، ابن ماجہ)

خاموشی

جنازہ کے ساتھ جانے والے خاموش رہیں۔ بات چیت کرنا، دعا یا کلمہ شہادت کی صدا لگانا اور تلاوتِ قرآن بلند آواز سے کرتے ہوئے جانا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ اسی طرح جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے روتے ہوئے چلنا بھی جنازہ کے احترام کے خلاف ہے۔

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ جنازوں کے پاس بلند آواز ناپسند کرتے تھے۔ (بیہقی)

کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کا یہ ارشاد سن رکھا تھا:

’’جنازہ کے ساتھ راگ (آواز) اور آگ نہ جائے‘‘۔ (ابوداؤد)

آگ اور چراغ

آگ خواہ چراغوں کی شکل میں ہو یا مشعلوں کی صورت میں، ہر طرح منع ہے۔ البتہ کسی مجبوری سے رات کو دفن کرنا پڑے تو تدفین کے وقت آسانی کے لیے روشنی کا عارضی انتظام کر سکتے ہیں۔

عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں، ’’رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو رات کے وقت دفن کیا اور قبر کے اندر چراغ جلا کر روشنی کی‘‘۔ (ترمذی)

احترام

جب کسی کا جنازہ آتے دیکھیں تو کھڑے ہو جائیں‘ پھر اگر اس کے ساتھ چلنے کا ارادہ نہ ہو تو اس کے کچھ آگے نکل جانے تک کھڑے رہیں۔ (بحوالہ بخاری)

تعریف کرنا

اگر جنازہ کسی ایسے مسلمان کا ہے جو زندگی میں اپنے رب کا تابع فرمان بن کر رہا تو اس کی تعریف کرنا اس کے لیے فائدہ مند ہے۔ حالانکہ یہی تعریف زندہ انسان کو تکبر میں مبتلا کر دینے کے امکان کے پیش نظر منع کی گئی ہے۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے سامنے کچھ صحابہ کرامؓ نے ایک جنازہ کی تعریف بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’واجب ہوگئی‘‘۔

پھر ایک اور جنازے پر سے گذرے تو صحابہ کرامؓ نے اس کی برائی بیان کی۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ’’واجب ہوگئی‘‘۔

سیّدنا عمرؓ نے پوچھا، یارسول اللہ! کیا چیز واجب ہوگئی؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

’’پہلے شخص کی تم نے تعریف کی تو اس کے لیے بہشت واجب ہوگئی‘ پھر دوسرے کی تم نے برائی کی تو اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی۔ تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو‘‘۔ (بخاری)

دوسرے جنازے کے بارے میں صحابہ کرامؓ نے جو برائی بیان کی تو وہ اس کے فاسق‘ فاجر اور کھلم کھلا بدعتی ہونے کی وجہ سے کی تھی، جو کہ جائز ہے۔

(یاد رہے! صحابہ کرامؓ ایسی ہستیاں تھے کہ ان کی بات میں جھوٹ یا مبالغہ کی آمیزش نہیں ہوتی تھی۔ آج اگر ایک مسلمان کسی ذاتی دشمنی یا میت کی زندگی میں اس سے کوئی مفاد حاصل نہ ہو سکنے کی بنا پر اس کی برائی بیان کرتا ہے تو یہ جائز نہیں)۔

راحت ونجات

ابوقتادہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو آپ ﷺ نے پوچھا:

’’آرام پانے والا ہے یا آرام دینے والا ہے‘‘ (متوفی نیک بخت تھا یا بدبخت) ؟

صحابہ کرامؓ نے پوچھا، ’یارسول اللہ! آرام پانے والا یا آرام دینے والا سے کیا مراد ہے‘ ؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ’’ایمان والا بندہ تو مرکر دنیا کی تکالیف اور مصیبتوں سے نجات پا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میں آرام پاتا ہے اور بے ایمان اور بدکار کے مرنے سے تمام دوسرے بندے، شہر، درخت، جانور، چوپائے آرام پاتے ہیں‘‘۔ (بخاری)

جنازہ رکھنے سے پہلے نہ بیٹھنا

قبرستان پہنچ کر جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھا جائے، تب تک بیٹھنا منع ہے۔

ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ’’جب جنازہ آتے دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص جنازے کے ساتھ جائے وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ جنازہ نیچے نہ رکھ دیا جائے‘‘۔ (متفق علیہ)

جنت والوں کی خوبیاں

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا:

’’آج تم میں سے کون روزے سے ہے ؟

آج تم میں سے جنازے کے ساتھ کون گیا ؟

آج تم میں سے کون مریض کی تیمارداری کے لیے گیا‘‘ ؟

ہر بار سیّدنا ابوبکرؓ نے جواب میں کہا، ’’جی میں‘‘۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’جس آدمی میں یہ خوبیاں جمع ہوں وہ جنت میں داخل ہوگا‘‘۔ (مسلم)

نماز جنازہ

(مسلمان کا حق)

فرض کفایہ

غسل، کفن اور دفن کی طرح مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا بھی فرض کفایہ ہے۔ علاقہ کے کچھ لوگ یہ ادا کر دیں تو فرض پورا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے۔

دعائے مغفرت

نماز جنازہ دراصل مرنے والے کے لیے دعائے مغفرت کے ساتھ ساتھ ایک سفارش اور ایک گواہی بھی ہے اور اس طرح زندوں پر میت کا یہ ایک اہم اور آخری حق ہے۔ جسے یہ سوچ کر ہی ادا کر لینا چاہیے کہ آج اس کو ہماری دعاؤں کی ضرورت ہے، کل ہم بھی اسی جگہ بے بس پڑے دوسروں کی دعاؤں کے محتاج ہونگے۔

فضیلت

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص جنازے میں نماز ہونے تک شامل رہے اس کو ایک قیراط (ایک پہاڑ) کے برابر ثواب ملے گا اور جو دفن تک رہے اس کو دو قیراط ملیں گے“۔ (بخاری)

کہاں پڑھیں؟

نماز جنازہ مسجد سے ملحق عید گاہ میں یا بارش ہونے یا نہ ہونے کی صورت میں مسجد کے اندر بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ یہ مسجد اسی رہائشی علاقہ کی بھی ہو سکتی ہے‘ یا آج کل کے قبرستانوں سے ملحقہ بھی۔

نبی کریم ﷺ نے سہیلؓ بن بیضاء اوران کے بھائیؓ کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھائی۔

(مسلم)

قبرستان میں نمازِ جنازہ کی ممانعت

سیّدنا انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قبروں کے درمیان نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (طبرانی)

قبرستان میں کسی بھی قسم کی نماز پڑھنا منع ہے، لیکن بعض خصوصی حالات میں آپ ﷺ سے ایسا کرنا ثابت ہے:

- کسی میت کو اگر کسی وجہ سے نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا تھا یا
- کوئی عزیز اس کی نمازِ جنازہ میں شریک نہیں ہو سکا تھا اور وہ اب ایسا کرنا چاہتا ہے یا
- صرف شک ہے کہ نماز نہیں پڑھی گئی اور بعد میں اس کی قبر معلوم ہو جائے۔

ان تمام مذکورہ حالات میں قبر کے قریب نمازِ جنازہ ادا کرنے کی دلیل کے طور پر کچھ احادیث ملتی ہیں۔

سیّدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک حبشی عورت مسجدِ نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ وہ وفات پا گئی اور نبی کریم ﷺ کو اس کے مرنے کی خبر نہ ہو سکی۔

ایک روز آپ ﷺ نے اس کو یاد فرمایا اور پوچھا:

”وہ کہاں ہے (یا اس کا کیا حال ہے) ؟“

لوگوں نے اس کے مرنے کا قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”مجھے اس کی قبر کی نشاندہی کرو“

پھر آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھی۔ (بخاری)

اس سلسلے میں ایک اور حدیثِ نبوی ﷺ ہے، عبداللہ بن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

''ایک آدمی وفات پا گیا جس کی رسول اللہ ﷺ عیادت فرمایا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے اسے رات ہی میں دفن کر دیا اور صبح کو آپ ﷺ کو اطلاع کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے مجھے رات کو اطلاع کیوں نہ کی؟'' صحابہؓ نے عرض کیا، 'رات ہو گئی تھی، اندھیرا تھا۔ ہم نے آپ کو تکلیف دینا پسند نہ کیا۔

نبی ﷺ اس کی قبر پر تشریف لائے اور اپنی امامت میں نماز جنازہ ادا فرمائی۔ ہم نے ان کے پیچھے صفیں باندھیں' میں بھی موجود تھا۔ نبی ﷺ نے چار تکبیریں کہیں''۔ (ابن ماجہ)

غائبانہ نماز جنازہ

ایسا غیر مسلم علاقہ جہاں کوئی مسلمان وفات پا جائے اور اس کی نماز جنازہ ادا کرنے والا کوئی نہ ہو اس صورت میں کسی اور اسلامی ریاست میں چند مسلمان اس کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کر سکتے ہیں، جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ حبش کے بادشاہ نجاشیؒ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔

سیّدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو نجاشیؒ کی موت کی خبر اسی روز پہنچا دی جس روز ان کی وفات ہوئی۔ نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ جنازہ گاہ تشریف لے گئے، ان کی صف بنائی اور چار تکبیریں کہہ کر نماز جنازہ پڑھائی۔ (متفق علیہ)

نماز جنازہ سے اجتناب

احادیث کے مطابق جن کی نماز جنازہ نبی کریم ﷺ نے پڑھنے سے اعراض فرمایا، ان میں مندرجہ ذیل لوگ شامل ہیں:

☆ مقروض حتیٰ کہ اس کا قرض کوئی ادا کر دے۔ صفحہ نمبر (113) دیکھئے۔

☆ خودکشی کرنے والا۔ صفحہ نمبر (290) دیکھئے۔

☆ زانی حتیٰ کہ سچی توبہ کر کے اپنی جان اللہ کے قانون کے مطابق (حد نافذ کرنے کے

لیے) پیش کردے۔

قبیلہ جُہینہ کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی، جو کہ زنا کی وجہ سے حاملہ تھی۔ اس نے درخواست کی، ’یارسول اللہ! مجھ سے ایسا قصور ہو گیا ہے جس کی وجہ سے مجھ پر حد لگتی ہے، لہٰذا آپ نافذ فرما دیں‘۔

آپ ﷺ نے اس کے سرپرست رشتہ دار کو بلا کر فرمایا:

’’اس کے ساتھ سلوک (دیکھ بھال) کرتے رہو، جب بچہ جن لے تو میرے پاس لے آنا‘‘۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اس کے کپڑے اچھی طرح باندھ دیے گئے اور اسے رجم کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔

سیّدنا عمرؓ نے دریافت کیا، ’آپ ایسی عورت کی بھی نماز جنازہ ادا کرتے ہیں جس نے زنا کیا ہو؟‘ آپ ﷺ نے فرمایا، ’’اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ستر اہل مدینہ پر تقسیم کر دی جائے تو سب کو کفایت کر جائے۔ صرف اللہ کے خوف سے اپنی جان پیش کر دینے والی اس (عورت) سے بہتر کسی کی توبہ تم نے دیکھی ہے؟‘‘ (مسلم)

جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ اسلم سے ایک شخص ماعز اسلمی نبی محترم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے سامنے زنا کا اعتراف کیا۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف سے اپنا رُخ پھیر لیا۔ اس نے پھر زنا کا اعتراف کیا، آپ ﷺ نے پھر اپنا چہرہ مبارک اس سے پھیر لیا، حتیٰ کہ اس نے اپنے نفس کے خلاف چار مرتبہ گواہی دی۔

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے یہ دریافت فرمایا، ’’کیا تم پاگل ہو‘ ؟ اس نے عرض کیا، ’نہیں‘۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، ’’کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے؟‘‘ اس

نے عرض کیا، 'جی ہاں'۔ نبی ﷺ نے اُسے رجم کیے جانے کا حکم فرمایا۔ جب اُسے پتھروں سے تکلیف پہنچی تو وہ بھاگنے لگا، لیکن لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور اسے پتھروں سے مارا، وہ فوت ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ نے اس کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار فرمایا، لیکن اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ (سنن نسائی)

☆ جو شخص مالی استطاعت رکھتے ہوئے بھی وارثوں کے لیے کچھ نہ چھوڑے۔

عمرانؓ بن حصین سے مروی ہے کہ ایک شخص نے فوت ہوتے وقت اپنے چھ غلاموں کو آزاد کر دیا اور ان کے علاوہ (وارثوں کے لیے) مزید قابل تقسیم اور کوئی مال نہ تھا۔ نبی کریم ﷺ کو جب اس بات کا پتہ چلا تو وہ اس پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: ''میرا ارادہ ہے میں اس پر نماز جنازہ نہ پڑھوں''۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے غلاموں کو بلایا اور ان کے تین حِصّے کیے، پھر ان کے درمیان قرعہ ڈالا تو دو غلاموں کو (مرنے والے کی طرف سے بطورِ حصّہ وصیت) آزاد کر دیا اور چار کو (وارثوں کے لیے) غلام ہی رہنے دیا۔ (سنن نسائی)

☆ مالِ غنیمت (سرکاری مال) میں خیانت کرنے والا خواہ شہید ہو۔

زیدؓ بن خالد سے مروی ہے کہ ایک شخص (صحابی رسول ﷺ) خیبر کے دن وفات پا گیا۔ ساتھیوں نے رسول اللہ ﷺ سے تذکرہ کیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا، 'اپنے ساتھی کی نماز جنازہ تم خود ہی ادا کر لو'

اس فرمان سے صحابہ کرامؓ کے چہرے اتر گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمہارے ساتھی نے مالِ غنیمت میں بدیانتی کی ہے''

جب ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو وہاں سے یہودیوں کا ایک موتی نکلا جس کی

قیمت دو درہم بھی نہ تھی۔ (مؤطا امام مالک، سنن ابی داؤد)

اللہ کی راہ میں جان کی بازی لگا دینا اگرچہ بڑی سعادت کی بات ہے، مگر مالِ غنیمت کی چوری یا قرض وغیرہ کے معاملے میں شہادت کا رتبہ پانے والے کو بھی کوئی رعایت نہیں دی گئی۔ صفحہ نمبر (271) پر دیکھئے۔

☆ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فاسق، فاجر اور منافقین کی نماز جنازہ کے لیے فرما دیا تھا۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِهٖ اِنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَمَاتُوۡا وَهُمۡ فٰسِقُوۡنَ ؈ (التوبہ: 84)

”اور آئندہ ان (منافقین) میں سے جو مرے اس کی نماز جنازہ بھی تم ہرگز نہ پڑھنا اور نہ کبھی اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ مرے ہیں اس حال میں کہ وہ فاسق تھے“

ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سے کسی کی نماز جنازہ ادا کرنے کی درخواست کی جاتی تو آپ ﷺ اس کے بارے میں لوگوں کی بھی رائے دریافت فرما لیتے، اور اگر اس کے متعلق اچھی رائے نہ ہوتی تو اس کے اہل خانہ سے فرماتے:

”تم خود ہی اس کی نماز جنازہ پڑھ لو“ اور آپ ﷺ نماز جنازہ ادا نہ فرماتے۔

(مسند احمد)

خلاصہ : ایسے مسلمان جو بظاہر (کھلم کھلا) حرام کاموں اور کبیرہ گناہوں میں ملوث نظر آتے ہوں اور نماز، روزہ اور دیگر فرائض بھی چھوڑ بیٹھے ہوں، ان کی نماز جنازہ میں علماء، مشائخ اور متقی پرہیزگار لوگوں کو شریک نہیں ہونا چاہیے۔ تاکہ بطور تنبیہ و سرزنش دوسروں کو نصیحت رہے۔

طریقہ نمازِ جنازہ

صف بندی

☆ دوسری نمازوں کی طرح نمازِ جنازہ کے لیے بھی باوضو اور قبلہ رخ ہونا شرط ہے۔ البتہ اگر نماز پر اس وقت پہنچے کہ لوگ پڑھ رہے ہوں اور وضو کے لیے وقت نہ ہو تو تیمّم کرے اور اللہ اکبر کہہ کر شامل ہو جائے۔ (بحوالہ بخاری)

☆ اس نماز میں صفوں کی تعداد طاق رکھی جائے گی۔ تین صفیں بنانا افضل ہے اگر لوگوں کی تعداد زیادہ ہو تو تین سے زائد صفیں بنائی جا سکتی ہیں، لیکن کم تعداد کی صورت میں ایک یا دو صفیں بھی کافی ہیں۔ (بحوالہ بخاری)

☆ یہ نماز بھی دیگر فرض نمازوں کی طرح باجماعت ادا کرنا ضروری ہے۔ (بحوالہ بخاری)

☆ جماعت کم از کم تین آدمیوں سے بھی ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں وہ عام نمازِ جنازہ کی طرح امام کے پہلو میں نہیں کھڑے ہوں گے بلکہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔ عبداللہ بن ابی طلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہؓ نے نبی کریم ﷺ کو بلا بھیجا۔ آپ ﷺ تشریف لائے۔ چنانچہ ان کے گھر میں ہی عمیر کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نبی کریم ﷺ سب سے آگے کھڑے ہوئے، ابوطلحہؓ آپ ﷺ کے پیچھے اور ام سلیمؓ (زوجہ ابوطلحہؓ) ابوطلحہؓ کے بھی پیچھے، ان (تینوں) کے علاوہ ان کے ساتھ کوئی اور نہ تھا۔ (مستدرک الحاکم)

☆ نماز جنازہ سے قبل نہ اذان ہے اور نہ ہی اقامت۔ (بخاری)

☆ بہت سی میتوں پر ایک ہی نماز جنازہ پڑھنا بھی درست ہے اور ہر جنازہ پر علیحدہ نماز ادا کرنا بھی جائز ہے۔ (سنن نسائی)

☆ نمازِ جنازہ کے لیے حاضری جتنی زیادہ ہو میت کے حق میں اتنا ہی اچھا ہے۔

احادیثِ رسول ﷺ ہیں:

”جس میت کے لیے مسلمان جماعت میں سے سو (100) آدمی سفارش کریں گے تو اس کے لیے سفارش قبول ہوگی“۔ (مسلم)

”جو مسلمان وفات پا جائے اس کے جنازے میں چالیس (40) ایسے آدمی شریک ہوں جو شرک نہ کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول فرمائیں گے“۔ (مسلم)

امامت

☆ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ جنازے کی نماز میں امامت کا حقدار اسی کو جانتے جس کو فرض نماز میں امامت کا حقدار سمجھتے۔ (بحوالہ بخاری)

☆ امام کو مرد میت کے سر کے مقابل اور عورت میت کے وسط کے مقابل کھڑا ہونا چاہیے۔ نمازِ جنازہ اگر مرد اور عورت دونوں کا ایک ہی وقت میں ہو تو مرد کی میت امام کے قریب اور عورت کی میت قبلہ کی طرف رکھی جائے گی۔ (ابوداوٗد، نسائی)

نافعؒ سے روایت ہے، ’عبداللہ بن عمرؓ نے نو جنازوں کی نماز ایک ہی دفعہ پڑھائی جس میں مرد میتوں کو امام کے قریب کیا اور عورتوں کو قبلہ کی طرف اور ان سب کی ایک صف بنائی‘۔ (نسائی)

☆ بہت سی میتوں کے ساتھ بچے کی میت بھی ہو تو نماز کے وقت اسے امام کے نزدیک تر رکھا جائے گا۔

سیدنا علیؓ کی دختر، سیدنا عمر فاروقؓ کی زوجہ اور آپؓ کے ایک فرزند جنہیں زیدؓ کہا جاتا تھا، کا جنازہ ایک ساتھ رکھا گیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھانے والے سعیدؓ بن العاص تھے۔ لوگوں میں ابن عباسؓ، ابوہریرہؓ، ابوسعیدؓ اور ابوقتادہؓ موجود تھے۔ بچے کا جنازہ امام کے نزدیک تر (سامنے) رکھا گیا۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اسے پسند نہ کیا تو میں نے

ابن عباسؓ، ابو سعیدؓ، اور ابو قتادہؓ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا اور پوچھا، ’یہ کیا ہے؟‘ انہوں نے فرمایا، ’’ایسا ہی کرنا سنت ہے‘‘۔ (سنن نسائی)

☆ حیض یا نفاس والی عورت کی میت پر بھی نماز جنازہ اسی طرح پڑھی جائے گی۔

سمرہؓ بن جندب بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے کعبؓ کی والدہ پر نمازِ جنازہ پڑھی، جو نفاس میں وفات پا گئی تھیں اور آپ ﷺ ان کے جنازہ کے وسط میں کھڑے تھے‘‘۔ (مسلم)

☆ اس نماز میں نہ رکوع ہے اور نہ سجدہ بلکہ صرف قیام ہے۔ (بخاری)

☆ اس نماز میں بھی آپس میں بات نہ کرنا چاہیے۔ (بحوالہ بخاری)

☆ نمازِ جنازہ سِرّی طور پر (آہستہ سے) پڑھانا اور جہری (آواز سے) پڑھانا' دونوں طرح سنت سے ثابت ہے۔ (بحوالہ نسائی' مسلم)

تکبیرات

☆ اس نماز میں چار' پانچ اور نو تکبیروں تک پڑھنا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، البتہ چار تکبیروں سے متعلق احادیث قوی اور کثیر ہیں۔ (بخاری' نسائی' معانی الآثار للطحاوی)

☆ تکبیرات قدرے بلند آواز میں کہی جائیں گی تاکہ پچھلی صفوں والے بھی سن لیں۔

☆ ہر تکبیر میں ہاتھ اٹھانا (رفع یدین کرنا) یا صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانا دونوں طرح درست ہے۔ (بحوالہ ترمذی' بیہقی' دار قطنی)

☆ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ الفاتحہ اور ساتھ کوئی دوسری سورۃ ملانا بھی درست ہے۔ (بخاری)

☆ دوسری تکبیر کے بعد درودِ ابراہیمی ہے (نماز میں تشہد کے بعد والا)۔ (بحوالہ بیہقی)

☆ تیسری تکبیر کے بعد میت کی بخشش کے لیے مسنون دعائیں ہیں۔

(بحوالہ مسلم' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ' بیہقی) صفحہ نمبر (329) پر دیکھئے۔

☆ چوتھی تکبیر کے بعد آہستہ سلام پھیرنا سنت ہے۔ (بحوالہ بیہقی)

☆ نمازِ جنازہ دو سلام کہہ کر ختم کرنا یا ایک ہی سلام پر ختم کرنا دونوں طریقے سنت سے ثابت ہیں۔ اس لیے صرف ایک سلام پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار تکبیروں سے نماز جنازہ ادا فرمائی اور ایک سلام پھیرا۔ (سنن الدارقطنی، مستدرک الحاکم)

خواتین کیا کریں؟

جس مسجد یا جنازہ گاہ میں خواتین کے لیے علیحدہ اور مناسب انتظام موجود ہو وہاں وہ نماز جنازہ میں شریک ہو سکتی ہیں جیسے حرمین شریفین میں۔ تاہم میت کے گھر میں فارغ بیٹھے دنیاوی گفتگو کرنے سے بہتر ہے کہ وہ بھی میت کی مغفرت کے لیے صفحہ (329) پر دی گئی مسنون دعائیں پڑھتی رہیں۔ اس کے علاوہ میت کے گھر والے اس موقع پر یہ دعا مانگیں:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلَهٗ وَاَعْقِبْنِیْ مِنْهُ عُقْبًی حَسَنَةً.

اے اللہ! میری اور اس (مرنے والے) کی بخشش فرمانا اور مجھے اس کا بہترین بدلہ عطا کرنا (اجر اور نعم البدل دونوں مراد ہیں)۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

نماز جنازہ اور دفنانے کے اوقات

☆ مندرجہ ذیل اوقات میں نماز پڑھنے اور میت دفن کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

(1) جب سورج طلوع ہو رہا ہو۔

(2) جب عین دوپہر ہو، حتیٰ کہ سورج ڈھلنے لگے۔

(3) جب سورج غروب ہو رہا ہو، یہاں تک کہ پوری طرح غروب ہو جائے۔ (مسلم)

☆ دن کے اوقات میں دفنانا مستحب اور مجبوری میں رات کے وقت دفنانا جائز ہے۔

(بحوالہ بخاری ومسلم)

نبی کریم ﷺ نے رات کے اوقات میں میت کو دفن کرنے سے سختی سے منع فرمایا خواہ اس کی نماز جنازہ ہی کیوں نہ ادا ہو چکی ہو' سوائے اس کے کہ آدمی مجبور ہو''۔ (مسلم)

مجبوری سے مراد یہ ہے کہ مثلاً میت کا جسم صبح تک خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے یا تدفین کے لیے ساتھ جانے والے دور کی مسافت طے کر کے آئے ہیں اور راستہ بھی دشوار گزار یا پر خطر ہے کہ بحفاظت واپسی کو یقینی بنانے کے لیے تدفین سے جلدی فارغ ہونا ضروری ہے یا کوئی اور عذرِ حقیقی ہے تو ایسی صورت میں رات کو دفنانا جائز ہے۔ (سیدنا ابوبکرؓ کو رات کو دفن کیا گیا تھا)

فیصلوں کا دن

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ o (التکویر: 14) ''ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے''۔

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ o (الشعراء: 88) ''جس دن نہ مال کوئی فائدہ دے گا اور نہ ہی اولاد''۔

یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی شَیْئًا (الدخان: 41) ''جس دن کوئی دوست اپنے دوست کے کچھ کام نہ آئے گا''

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ o وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ o وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ o (عبس: 34,35,36)

''آدمی اس دن اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا''۔

وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ o (المؤمن: 51) ''اور اس دن جب گواہ کھڑے ہوں گے''۔

یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ (النور: 24) ''جس دن ان کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ اور ان کے اپنے پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے''۔

فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا (الانبیاء: 47) ''لہٰذا کسی کی کچھ بھی حق تلفی نہ ہوگی''۔

ظلم کی تلافی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر کسی شخص نے دوسرے شخص پر ظلم کر رکھا ہے' چاہے وہ جانی ظلم ہو یا مالی ظلم ہو' آج وہ اس سے معافی مانگ لے یا سونا چاندی دے کر اس دن کے آنے سے پہلے حساب صاف کر لے جس دن نہ درہم ہوگا' اور نہ دینار ہوگا' نہ ہی سونا چاندی (اور یہ سب ہوتا بھی تو) کچھ کام نہ آئے گا''۔ (بخاری)

مسافر کی منزل

دنیا کے اے مسافر! منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے جو تو، دو دن کا یہ سفر ہے
دنیا کے اے مسافر! منزل تیری قبر ہے
جب سے بنی ہے دنیا، لاکھوں کروڑوں آئے
باقی رہا نہ کوئی، مٹی میں سب سمائے
اس بات کو نہ بھولو، سب کا یہی حشر ہے
دنیا کے اے مسافر! منزل تیری قبر ہے
یہ عالیشان بنگلے، کسی کام کے نہیں ہیں
محلوں میں سونے والے، مٹی میں سو رہے ہیں
دو گز زمین کا ٹکڑا، چھوٹا سا تیرا گھر ہے
دنیا کے اے مسافر! منزل تیری قبر ہے
آنکھوں سے تو نے اپنی، دیکھے کئی جنازے
ہاتھوں سے تو نے اپنے دفنائے کتنے مردے
انجام سے تو اپنے، کیوں اتنا بے خبر ہے
دنیا کے اے مسافر! منزل تیری قبر ہے

(ماخوذ)

قبر

قبر دنیا کا آخری گھر اور آخرت کے گھر کا پہلا دروازہ ہے۔

سیّدنا براءؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں تھے۔ آپ ﷺ قبر کے کنارے بیٹھ کر رونے لگے، حتیٰ کہ مٹی آپ ﷺ کے آنسوؤں سے تر ہو گئی پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ”اے میرے بھائیو! اس دن کے لیے کچھ تیاری کرلو“۔

(ابن ماجہ)

سیّدنا عثمانؓ بن عفان کے آزاد کردہ غلام ہانیؓ کا بیان ہے کہ سیّدنا عثمانؓ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو روتے یہاں تک کہ اپنی داڑھی تر کر لیتے۔ ان سے پوچھا گیا کہ جنت اور جہنم کے ذکر پر آپ اتنا نہیں روتے، البتہ قبر کو یاد کر کے کیوں رونے لگتے ہیں؟

تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ:

” قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے‘ اگر یہاں آدمی نجات پا گیا تو بعد کا مسئلہ آسان ہے اور اگر یہاں چھٹکارا نہیں ملا تو بعد کے مراحل سخت تر آئیں گے“۔

نیز میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے:

”قبر سے زیادہ ہولناک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا“۔

ہانیؓ کہتے ہیں کہ ایک قبر کے پاس کھڑے ہو کر سیّدنا عثمانؓ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

فَا نْ تَنجُ مِنھَا تَنجُ مِنْ ذِیْ عَظِیْمَۃٍ وَالَّا فَاِنِّیْ لَآ اَ خَالُکَ نَا جِیَا

”اگر تو قبر کی مصیبت سے نجات پا جائے تو پھر بہت بڑی مصیبت سے نجات
پا جائے گا .... ورنہ میرا خیال یہ ہے کہ پھر تجھے نجات نہیں ملے گی“۔

حقیقت یہ ہے کہ یہاں قبر میں بھی انسان کو اس کا چھوڑا ہوا عمل ہی فائدہ یا نقصان دے گا۔

حدیثِ رسول ﷺ ہے:

”مرنے والے کا اچھا عمل اچھی انسانی صورت میں قبر میں اس کے ساتھ رہے گا اور برا عمل بری انسانی شکل میں اس کے پاس رہ کر مزید اذیت کا سبب بنے گا“۔ (بحوالہ کنز العمال)

یہ ساتھی دفن کے وقت سے قیامت برپا ہونے کے دن تک ساتھ نبھائے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے:

”تین چیزیں انسان کی ساتھی ہیں، پہلا ساتھی یعنی مال واسباب جو مرتے ہی اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے، دوسرا ساتھی اس کا کنبہ اور حلقہ احباب جو تدفین تک ساتھ نبھانے آتا ہے اور پھر واپس چل دیتا ہے، تیسرا ساتھی یعنی عمل جو باقی رہ جاتا ہے، قبر میں داخل ہونے اور وہاں سے اٹھنے تک ساتھ نبھاتا ہے، تینوں ساتھیوں میں سے یہی میت کا سچا دوست ہے“۔
(بحوالہ کنز العمال)

دفن کرنے کا اسلامی طریقہ

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُمَّ اَمَا تَہٗ فَاَ قْبَرَ ہٗ (عبس : 21)

”پھر اس کو موت دی اور قبر میں دفن کرایا“

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَا تًا لا اَحْيَآ ءً وَّاَ مْوَا تًا لا (المر سلت :26,27)

”کیا ہم نے زمین کو سمیٹ کر رکھنے والی نہیں بنایا ہے، زندوں کو بھی اور مُردوں کو بھی“؟

امام بخاریؒ بیان کرتے ہیں کہ سورۃ عَبَسَ میں جو فَاَ قْبَرَہٗ ہے، تو عرب لوگ کہتے ہیں: اَقْبَرْتُ الرَّجُلَ اُقْبِرُہٗ یعنی ”میں نے اس کے لیے قبر بنائی“ اور قَبَرْتُہٗ کا معنی

''میں نے اس کو دفن کیا'' اور سورۃ اَلْمُرْسَلٰت میں جو کِفَاتاً کا لفظ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی بھی زمین میں ہی بسر کرو گے اور مر کر بھی اسی میں گاڑے جاؤ گے''۔ (بخاری)

اسی طرح قرآن پاک میں جہاں رسول اللہ ﷺ کو آدمؑ کے ان دو بیٹوں کا قصہ سنانے کا حکم دیا گیا ہے' جو روئے زمین پر سب سے پہلے قاتل اور مقتول کی حیثیت سے متعارف ہوئے' وہیں دفن کرنے کے طریقے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ o
فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ
اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ
فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ o (المائدہ :30,31)

''اس کے نفس نے (اسے) اپنے بھائی کے قتل پر ابھارا' پھر اس نے اسے قتل کر ڈالا تو وہ خود خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کریدنے (کھودنے) لگا تاکہ وہ اسے (قاتل کو) دکھا دے (وہ طریقہ) جس سے وہ اپنے بھائی کی لاش چھپا سکے۔ کہنے لگا، 'افسوس میں اس کوّے کی طرح ہونے سے بھی گیا گزرا ہو گیا کہ اپنے بھائی کی لاش تو چھپا دیتا' پھر وہ پچھتانے لگا''۔

مٹی میں دفنانے کا یہ طریقہ رب العزت نے انسانوں کے لیے خود تجویز فرمایا تھا۔ اس وقت سے مسلمان اپنی میتوں کو اسی طرح دفن کرتے چلے آ رہے ہیں' لیکن دنیا میں مختلف قومیں اس کے علاوہ بھی دوسرے مختلف طریقوں سے اپنی میتیں دفن کرتی ہیں۔

قبر کھودنے والا

انسانیت کی خدمت کا یہ شعبہ بھی اسلام میں اجر وثواب سے محروم نہیں رکھا گیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جس نے میت کے لیے قبر کھودی اور اسے اس میں اتارا، اللہ نے اس کے لیے ایک گھر کا اجر لکھ دیا جس میں وہ قیامت تک قیام کرے گا“۔ (حاکم)

قبر کی اقسام

قبر دو قسم کی ہوتی ہے' ایک ”لحد“ یعنی بغلی اور دوسری ”شق“ یعنی صندوقی، اسے ”ضریح“ بھی کہتے ہیں۔ شق کے انداز کی قبر بھی (ضرورتاً) جائز ہے لیکن لحد افضل ہے۔ (بحوالہ بخاری)

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

” لحد“ ہمارے لیے اور ”شق“ ہمارے غیروں کے لیے ہے۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی)

لحد :

لحد یعنی بغلی قبر وہ ہے کہ لمبائی میں شمالاً جنوباً اور گہرائی میں سیدھا کھودنے کے بعد اس کی گہرائی میں نیچے دائیں جانب مغرب کی طرف ایک گڑھا کھود کر اس میں میت کو رکھا جائے گا اور کچی اینٹوں کی دیوار سے اس لحد کو بند کر دیا جائے گا۔ مٹی جو اس میں سے نکالی گئی تھی وہی اس جگہ کو بھرنے کے لیے استعمال کی جائے گی' یہ طریقہ سنتِ رسول ﷺ کے مطابق ہے۔

شق :

جہاں زمین قدرے نرم ہو وہاں شق طرز کی یعنی صندوقی قبر کھودنا بہتر ہے۔ اس میں قبر کی لمبائی میں ایک گڑھا نہر کی صورت میں درمیان قبر کھودا جائے گا اور اس میں میت کو رکھ کر اوپر تختہ لگایا جائے گا اور پھر مٹی ڈالی جائے گی۔ اس میں بھی مٹی وہی استعمال ہوگی جو کہ کھدائی کے وقت اس میں سے نکالی گئی تھی۔

اندرونی پیمائش

گہرائی : قبر گہری اور صاف ستھری ہونی چاہیے۔ کم از کم گہرائی عام قد کے آدمی کے سینے تک ہوگی۔ اس سے زیادہ یعنی پورے قد کی جتنی گہری ہو تو افضل ہے۔ (بحوالہ احمد، نسائی)

ہشامؓ بن عامر سے مروی ہے کہ غزوۂ اُحد میں لوگوں کو سخت تکلیف پہنچی (اللہ کی راہ میں بہت سے مارے گئے) تو رسول اللہ ﷺ نے (دفن سے متعلق) ارشاد فرمایا:

''کھودو اور اسے اچھی طرح صاف کرو اور ایک قبر میں دو، دو، تین، تین افراد کو دفن کرو۔ اور قرآن کریم زیادہ جاننے والے کو آگے کرو''۔ (سنن نسائی)

رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کی تدفین کے وقت ہدایات فرما رہے تھے:

''سر کی طرف سے کُھلا کرو، پاؤں کی طرف سے کُھلا کرو، اس کے لیے جنت میں کتنے ہی کھجوروں کے خوشے لٹک رہے ہیں''۔ (مسند احمد)

چوڑائی : کم از کم چوڑائی بقدر آدھا قد ہونی چاہیے۔

لمبائی : قبر میت کے قد و قامت سے کچھ لمبی کھودنی چاہیے۔

سوکھی گھاس قبر میں بچھانا

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مکّہ کو حرم کیا ہے۔ نہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لیے حلال ہوا، اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔ گھڑی بھر کے لیے (فتح مکہ کے دن) وہ مجھ کو حلال ہوا تھا۔ اس کی گھاس نہ کاٹی جائے، اس کا درخت بھی نہ کاٹا جائے، اور وہاں کا جانور (شکار) نہ بھگایا جائے اور وہاں گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے مگر جو اس کی شناخت کرائے (انتظامیہ وغیرہ)''۔

سیّدنا عباسؓ نے عرض کیا، 'یا رسول اللہ! اِذخر (ایک خوشبودار گھاس) کی اجازت دے دیجیے کیونکہ وہ ہمارے سُنار کام میں لاتے ہیں اور ہماری قبروں میں ڈالی جاتی ہے'۔

آپ ﷺ نے فرمایا، ’’اِذخر کی اجازت ہے‘‘۔ اورا بوہریرہؓ نے اسے یوں روایت کیا ہے، (کہ عرض کیا گیا) ہماری قبروں اور گھروں کے کام آتی ہے۔ (بخاری)

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دفن کے وقت (جسمِ اطہر کے نیچے) ایک سرخ چادر بچھائی گئی (آپ ﷺ کے غلام شقرانؓ نے اسے بچھایا)۔ (نسائی)

اگرچہ اسے مسلم اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ مگر یہ اجازتِ عام نہیں، ممکن ہے کہ احترامِ نبی ﷺ ہو۔ البتہ ایک اور روایت کے مطابق اصحابِ رسول ﷺ نے اس چادر کو دیکھا تو اسے نکال دیا کیونکہ یہ شقرانؓ کا اپنا عمل تھا۔ نہ یہ سنت تھی اور نہ ہی انہوں نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا تھا۔

قبر میں اُتارنا

☆ میت کو قبر میں اُتارنے والے حضرات مضبوط اور پرہیزگار ہوں۔

☆ میت ہلکی ہو تو دو آدمی کافی ہیں ورنہ حسب ضرورت تین یا چار آدمی بھی اتار سکتے ہیں۔

☆ عورت کی تدفین کے وقت پردے کا انتظام کرنا ضروری ہے، جنازے کے ساتھ جانے والے اہل خانہ گھر سے ایک بڑی چادر لے کر روانہ ہوں جو تدفین کے وقت تانی جائے گی۔

☆ خاوند اپنی بیوی کی میت کو قبر میں اتار سکتا ہے۔ (بحوالہ احمد ، ابن ماجہ)

☆ میت کو پائنتی کی طرف سے قبر میں اتارا جائے گا۔ (بحوالہ سنن ابی داؤد)

☆ میت کو دائیں پہلو پر قبلہ رخ کر کے لٹایا جائے گا۔ (بحوالہ سنن ابی داؤد)

☆ اب کفن کے بندھن کی گرہیں کھول دی جائیں گی اور یہ مسنون الفاظ کہے جائیں گے:

بِسْمِ اللّٰهِ، وَعَلٰى مِلَّةِ / سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم (ابوداؤد)

’’اللہ تعالیٰ کے نام سے اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر (ہم اسے رکھ رہے ہیں)‘‘

مٹی ڈالنا

قبر بند ہو جانے کے بعد تدفین کے وقت جتنے بھی حاضرین ہوں، دونوں ہاتھوں میں اکٹھے مٹی بھر بھر کر قبر پر سر کی جانب سے ڈالیں گے، تین مرتبہ ایسا کرنا مسنون ہے۔

(بحوالہ ابن ماجہ)

بیرونی ساخت

قبر کی شکل کوہان نما ہونی چاہیے اور اونچائی نہ زیادہ بلند، نہ زمین کے برابر ہونی چاہیے (زمین سے تقریباً ایک بالشت کے برابر بلند ہو)۔ (بحوالہ بخاری)

پانی چھڑکنا

مٹی ڈالنے کے بعد تھوڑا پانی بھی چھڑک دینا چاہیے۔ (بحوالہ بیہقی)

کچی قبر

قبر پکی بنانا، اس پر چبوترا بنانا، یا مزار، مسجد اور کسی بھی قسم کی تعمیر کرنا مسلمانوں کو منع ہے۔

(بحوالہ بخاری)

علامت کے طور پر پتھر رکھنا

قبر کے سرہانے کی طرف علامت کے طور پر پتھر رکھا جا سکتا ہے۔ یہ پتھر فقط اتنا ہی بڑا ہونا چاہیے جسے ایک آدمی کوشش کر کے اُٹھا سکے۔

مطلبؓ بن وداعۃ بیان کرتے ہیں کہ:

جب عثمانؓ بن مظعون کی وفات کے بعد ان کی میت دفنا دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو پتھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”وہ پتھر لے آؤ“۔

وہ آدمی پتھر نہ اٹھا سکا۔ آپ ﷺ وہاں تک گئے اور اپنی آستین چڑھائی۔ مطلبؓ بیان کرتے ہیں کہ جن صحابی نے مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ واقعہ بیان کیا وہ فرماتے تھے:

’گویا کہ میں آج بھی نبی ﷺ کے بازوؤں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں جب آپ ﷺ نے آستینیں اونچی کی تھیں‘۔

پھر آپ ﷺ پتھر اُٹھا لائے اور اس کے سر کی طرف رکھ دیا۔

میت کے بھائی کا بیان ہے کہ اس پتھر کے نشان سے میں اپنے بھائی کی قبر کو پہچان سکتا ہوں اور اب جو بھی میرے خاندان سے مرے گا، اس کے قریب دفن کروں گا‘‘۔ (ابوداؤد)

قبر پر کتبہ لگانا اور اس پر نام، تاریخ پیدائش اور وفات، شجرہ، شاعری یا کسی قسم کی کوئی بھی تحریر لکھنا جائز نہیں۔

دورانِ تدفین حاضرین کی ذمہ داری

تدفین کے دوران کسی عالم دین کو لوگوں کے درمیان بیٹھ کر نصیحت کے طور پر آخرت کا تذکرہ کرنا چاہیے نیز موت کی تعریف (پہچان) اور اس کی حقیقت کو دین کے حوالے سے بیان کیا جانا چاہیے۔ اس سلسلے میں ایک مشہور اور قابلِ ذکر حدیث ہے:

صحابئ رسول ﷺ براءؓ بن عازب فرماتے ہیں:

ایک انصاری کے جنازے میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکلے۔ جب ہم قبر کے پاس پہنچے تو ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ (قبلہ رو ہو کر) بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ارد گرد یوں بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہوں۔ آپ ﷺ کے دستِ مبارک میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ ﷺ زمین کرید رہے تھے۔

(دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی آسمان اور کبھی زمین کی طرف دیکھتے۔ اسی حالت میں آپ ﷺ نے نگاہ کو تین مرتبہ اوپر نیچے کیا) پھر دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا:

”عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ چاہو“۔ پھر آپ ﷺ نے تین مرتبہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ عَذَا بِ الۡقَبۡرِ

”اے اللہ! میں عذابِ قبر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں“

پھر فرمایا، ”جب مومن بندہ اس دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کو سدھارنے والا ہوتا ہے تو آسمان سے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، ایسے روشن چہروں والے گویا کہ سورج۔ ان کے پاس جنت سے لایا ہوا کفن ہوتا ہے اور جنت ہی کی خوشبو۔ حدِ نگاہ تک وہ آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ آخر میں ملک الموت علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور اس میت کے سر کے پاس بیٹھ کر فرماتے ہیں:

”اے پاکیزہ روح! (دوسری روایت میں: اے مطمئن روح!) پہنچو، اپنے رب کی مغفرت و عنایت کے پاس“۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”پھر وہ اس طرح نکلتی ہے جیسے پانی کا قطرہ مشکیزے کے منہ سے (آہستگی سے) ٹپکتا ہے“

چنانچہ وہ فرشتہ (ملک الموت علیہ السلام) اسے لے لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے آنکھ جھپکنے سے پہلے ان سے وصول کر لیتے ہیں، پھر وہ اسے جنّتی کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔

اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَوَفَّتۡهُ رُسُلُنَا وَهُمۡ لَا يُفَرِّطُوۡنَ ۝ (الانعام : 61)

”ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں
اور اپنا فرض ادا کرنے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے ہیں“

(ایک دوسری روایت میں یہ ہے:... جب وہ روح نکل جاتی ہے تو زمین اور آسمان کے درمیان ہر فرشتہ اس کے حق میں دعائے رحمت کرتا ہے اور آسمان کے تمام فرشتے بھی اس کے

لیے دعائیں کرتے ہیں۔ اس کے استقبال کے لیے آسمان کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ تمام دروازوں کے نگران اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ اسے ہمارے پاس سے گزارا جائے)۔

اس پاکیزہ روح سے دنیا کی بہترین خوشبو کے لپکے اٹھتے ہیں' پھر جب فرشتے اسے لے کر اوپر کو جاتے ہیں تو راستے میں فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں' وہ یہی دریافت کرتے ہیں :

''یہ کس کی اتنی پاکیزہ روح ہے'' ؟

فرشتے جواب میں کہتے ہیں:

''یہ صاحب فلاں بن فلاں ہیں''۔

اس کے خوبصورت ترین نام سے یاد کرتے ہوئے جس سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا' وہ فرشتے اسے لے کر آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ جب اس کی خاطر دروازہ کُھلوانا چاہتے ہیں تو وہ کھول دیا جاتا ہے' پھر اگلے آسمان تک اس پہلے آسمان کے مقرب ترین فرشتے اسے الوداع کہہ کر آتے ہیں' یہی معاملہ ساتویں آسمان تک چلتا ہے۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

''میرے بندے کا نامہ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں رکھ دو''۔

جیسا کہ قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَ مَآ اَدْرٰکَ مَا عِلِّيُّوْنَ o كِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ o يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ o

(المطففين:19,20,21)

''اور آپ کو کیا خبر کہ کیا ہے وہ بلند پایہ لوگوں کا دفتر؟ ایک لکھی
ہوئی کتاب ہے جس کی نگہداشت مقرب فرشتے کرتے ہیں''

اس کا اعمال نامہ بلند پایہ لوگوں کے دفتر میں رکھ دیا جاتا ہے‘ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اسے زمین تک واپس پہنچا دو۔ میں نے ان سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ میں نے ان کو اسی زمین سے پیدا کیا‘ اسی میں واپس کروں گا اور اسی سے میں ان کو دوبارہ اٹھاؤں گا''۔

پھر اسے زمین میں واپس کر دیا جاتا ہے‘ اس کی روح دوبارہ جسم میں ڈال دی جاتی ہے (جب اس کے ساتھی واپس ہو رہے ہوتے ہیں تو یہ ان کے جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے) اس کے پاس دو (سخت لب ولہجہ والے) فرشتے آتے ہیں وہ اسے سخت انداز میں حکم دے کر بٹھا دیتے ہیں‘ پھر (مدفون کے ساتھ) دونوں کے اس طرح سوال وجواب ہوتے ہیں:

وہ سوال کرتے ہیں: مَنْ رَّبُّکَ (تیرا رب کون ہے؟)

وہ جواب دیتا ہے: رَبِّیَ اللّٰہُ (میرا رب اللہ ہے)

وہ سوال کرتے ہیں: مَا دِیْنُکَ (تیرا دین کیا ہے؟)

وہ جواب دیتا ہے: دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ (میرا دین اسلام ہے)

وہ سوال کرتے ہیں: مَا ھٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ (جو آدمی تمہاری طرف مبعوث کر کے بھیجا گیا‘ اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟)

وہ جواب دیتا ہے: ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (وہ اللہ کا رسول ہے)

وہ سوال کرتے ہیں: وَمَا عِلْمُکَ (اور تیری معلومات کیا ہیں؟)

وہ جواب دیتا ہے: قَرَأْتُ کِتَابَ اللّٰہِ فَاٰمَنْتُ بِہٖ وَصَدَّقْتُ (میں نے اللہ کی کتاب پڑھی، پھر اس پر ایمان لایا، اور تصدیق کی)۔

(ایک دوسری روایت کے مطابق، فرشتہ اسے جھنجوڑ کر کہتا ہے: ''تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟''

یہ آخری آزمائش ہے جو مومن کو پیش آتی ہے، اسی موقع کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَفِي الْاٰخِرَةِ (ابراهیم : 27)

''ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے،
دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی''

اب آدمی کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے، میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔

پھر آسمان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی ہوتی ہے:

''میرے بندے نے سچ کہا، اس کا ٹھکانہ جنت میں بنا دو۔ اسے جنت کا لباس پہنا دو، اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو''۔

چنانچہ جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں اس کے پاس آنے لگتی ہیں، اس کی قبر حدِ نگاہ تک کشادہ کر دی جاتی ہے)۔

آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

''اور پھر اس کے پاس ایک خوش شکل آدمی آتا ہے، جس کے کپڑے بھی خوبصورت اور خوشبو بھی عمدہ۔ وہ آکر کہتا ہے: ''تجھے خوش کن خبر کی بشارت دیتا ہوں (اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ایسے باغات کی خوشخبری جن کی نعمتیں ہمیشہ رہیں گی) اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا''۔

چنانچہ وہ بھی جواباً کہتا ہے: ''اللہ تعالیٰ تجھے بھی خوش وخرم رکھے! تم ہو کون؟ تمہارا چہرہ تو کوئی اچھی خبر ہی لا سکتا ہے''۔ وہ جواب دیتا ہے: ''میں تیرا نیک عمل ہوں، بخدا میں تو اتنا ہی تجھے جانتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جلدی کرنے والے اور اس کی نافرمانی میں بہت سُست واقع ہوئے تھے۔ اللہ تم کو بہتر بدلہ دے گا''۔

پھر اس کے سامنے جنت اور دوزخ کے دروازے کھل جاتے ہیں اور بتایا جاتا ہے:

''اگر تم اللہ کی نافرمانی کرتے تو تمہارا یہ مقام ہوتا (دوزخ والا)۔ اس کی بجائے اب

اللہ تعالیٰ نے یہ (جنت والا مقام) تمہیں دے دیا ہے‘‘۔

وہ جب جنت کی نعمتوں کو دیکھتا ہے تو درخواست کرتا ہے، ’’اے میرے رب! قیامت جلد بپا کر دے تا کہ میں اپنے اہل و مال تک پہنچ سکوں‘‘۔ اسے جواب ملتا ہے، ’’ابھی آرام کرو‘‘۔

اور جب کافر (دوسری روایت میں بدکار) دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کو سدھار رہا ہوتا ہے تو آسمان سے اس کے پاس (سخت اور طاقتور) فرشتے آتے ہیں۔ ان کے چہرے کالے ہوتے ہیں، ان کے پاس جہنمی ٹاٹ ہوتے ہیں، حدِ نگاہ تک اس کے پاس آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔

آخر ملک الموت علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے ہیں:

’’اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غصے کے پاس پہنچ‘‘۔

پھر اس کے جسم میں داخل ہو کر اس کی روح نکالتے ہیں جیسے نوکدار سیخ بھیگی اُون سے نکالی جائے (اس کی وجہ سے اس کی رگیں اور پٹھے ٹوٹ جاتے ہیں) ملک الموت جب اسے نکال لیتے ہیں تو پھر آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے دوسرے فرشتے ان کے ہاتھ سے لے کر ایک ٹاٹ میں رکھ لیتے ہیں۔ اس ٹاٹ سے ایسی بدبو آتی ہے جیسے زمینی سڑے گلے مردار کی ہو۔ فرشتے اس روح کو لے کر اوپر جاتے ہیں۔

زمین و آسمان کے درمیان اور آسمان کا ہر فرشتہ اس پر لعنت بھیجتا ہے۔ آسمان کے تمام دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، ہر دروازے کا نگران اللہ تعالیٰ سے یہ استدعا کرتا ہے کہ یہ روح یہاں سے نہ گزاری جائے۔

وہ اسے لے کر فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں، وہ پوچھتے ہیں:

’’یہ کس کی خبیث روح ہے؟‘‘

فرشتے اس کا بدترین قسم کا دنیاوی نام لے کر بتاتے ہیں کہ: ’یہ فلاں بن فلاں ہے‘۔

اس طرح اسے لیے وہ آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں یہاں جب اس کی خاطر دروازہ کھولنے کی درخواست کی جاتی ہے تو کھولا نہیں جاتا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَا بُ ا لسَّمَآءِ وَلَا يَدْ خُلُوْنَ الْجَنَّةَ
حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ (الاعراف : 40)

’’ان کے لیے آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے اور ان کا
جنت میں جانا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا‘‘

پھر وہاں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

’’اس کا نامۂ اعمال قید خانے کے دفتر (سجّین) میں رکھ دو جو کہ سب سے نچلی زمین میں ہے اور اس (بندے) کو زمین میں واپس کر دو' کیونکہ میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اسی سے انہیں پیدا کروں گا اور اُسی میں واپس کروں گا اور یہیں سے دوبارہ اٹھاؤں گا‘‘۔

چنانچہ برے طریقے سے اس کی روح کو آسمان سے نیچے پھینک دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے جسم پر آ کر گرتی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے تلاوت فرمائی:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِا للّٰهِ فَكَاَ نَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ
اَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ o (الحج : 31)

’’اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے' تو گویا وہ آسمان سے گر گیا' اب
یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا اس کو ایسی جگہ لے جا
کر پھینک دے گی جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے‘‘۔

اب اس کی روح واپس کر دی جاتی ہے' پھر فرمایا:

’’جب اس کے ساتھی واپس ہو رہے ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ پھر

اس کے پاس دو (سخت مزاج) فرشتے آتے ہیں’ اور اسے (جھنجوڑ کر) بٹھا دیتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں: ‘‘تیرا رب کون ہے؟’’

وہ جواب میں انتہائی پریشانی سے کہتا ہے: ‘‘کچھ نہیں معلوم’’

پھر وہ پوچھتے ہیں: ‘‘تیرا دین کیا ہے؟’’

وہ پھر پریشانی کے ساتھ کہتا ہے: ‘‘مجھے خبر نہیں’’

وہ پوچھتے ہیں: ‘‘جو آدمی تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو جواب میں اسے نام کا بھی نہیں پتہ ہوتا’

جب بتایا جاتا ہے کہ: ‘‘محمد ﷺ ہیں’’

تو وہ پریشانی کے عالم میں کہتا ہے: ‘‘مجھے تو خبر نہیں البتہ لوگوں کو ایسا کہتے سنا تھا’’

اس سے کہا جاتا ہے کہ: ‘‘نہ تو خود پہچان سکا اور نہ تو نے کسی کی پیروی کی’’

پھر آسمان سے اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے:

‘‘یہ جھوٹا ہے لہٰذا اس کے لیے آگ کا بستر لگا دو اور آگ کی طرف اس کا دروازہ کھول دو’’۔

چنانچہ اس کے پاس جہنم کی گرمی اور لو آتی ہے’ اس کی قبر اس حد تک تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں باہم پھنس جاتی ہیں’ اس کے پاس بدنما چہرے کا آدمی آتا ہے’ جس کے کپڑے بھی بہت گندے ہوتے ہیں’ اور سڑاندھ بھی اُٹھ رہی ہوتی ہے۔ وہ آ کر کہتا ہے:

‘‘ایک تکلیف دہ خبر ہے’ یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا’’۔

اور یہ اسے کہتا ہے، ‘‘اللہ تعالیٰ تجھے بھی تکلیف دہ خبر سے دوچار کرے، تم ہو کون؟ ایسا چہرہ تو کوئی بری خبر ہی لا سکتا ہے’ وہ جواباً کہتا ہے، ‘‘میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ بخدا میری معلومات میں تو تُو نیکی میں بڑا سُست اور برائی کے معاملے میں بڑا چست تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ

تجھے برا ہی بدلہ دے گا۔

پھر اس کے اوپر ایک اندھا‘ گونگا‘ بہرا‘ داروغہ مقرر کر دیا جاتا ہے جس کے ہاتھ میں لوہے کی ایسی سلاخ ہوتی ہے کہ پہاڑ پر بھی ماری جائے تو اس کو ریزہ ریزہ کر دے۔ پھر وہ ایک ایسی کاری ضرب لگاتا ہے جس سے وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ سابقہ حالت میں کر دیتے ہیں۔ وہ دوبارہ ایک اور ضرب لگاتا ہے‘ جس کی تکلیف سے وہ ایسی چیخ مارتا ہے جسے جن وانس کے علاوہ ہر جاندار سنتا ہے۔ اس کے لیے آگ کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور آگ ہی اس کے لیے بچھونا ہوتی ہے، (ایسے تکلیف دہ عذاب میں ہونے کے باوجود) وہ استدعا کرتا ہے: ”اے پروردگار! قیامت بپا نہ ہو“۔ (مستدرک حاکم‘ مسند احمد)

تدفین کے بعد کی دعا

تدفین کے بعد کچھ دیر وہیں ٹھہرے رہنا‘ اور میت کے لیے استغفار اور قبر میں منکر نکیر کے سوالات پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرنا مسنون ہے۔ (بحوالہ سنن ابی داؤد)

دعا یوں کرنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ بِالْقَوْلِ الثَّا بِتِ كَمَا ثَبَّتَّهُ فِي الدُّ نْيَا

”اے اللہ! اسے ثابت قدم رکھنا قولِ ثابت (یعنی سوالات کے
درست جوابات پر) پر جیسا کہ اسے دنیا میں ثابت قدم رکھا“

متفرق احکامات

☆ **مرنے سے پہلے قبر تیار کروانا:** کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ مرنے سے پہلے اپنی قبر تیار کروالے‘ البتہ اپنے علاقے کے اندر کسی جگہ پر دفنائے جانے سے متعلق وصیت کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

سیدہ عائشہؓ نے ”بقیع“ کے قبرستان میں اور سیدنا عمرؓ نے آخر وقت میں حجرہ عائشہؓ

میں رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں دفن کیے جانے کی تمنا کی تھی۔

☆ **پوسٹ مارٹم** : مومن میت کے اعضاء وغیرہ توڑنا یا کاٹنا منع ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”مومن میت کی ہڈی توڑنے (کا گناہ) زندہ مومن کی ہڈی توڑنے کے برابر ہے“۔ (سنن ابی داؤد)

☆ **مردار کو حنوط کرنا** : میت کو حنوط کرنے یا جلانے کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔

(حنوط کردہ پرندے اور جانور وغیرہ بھی سب اسی حکم میں شامل ہیں۔

☆ **سمندر میں وفات** : سمندر کے سفر میں اگر کوئی شخص وفات پا جائے اور خشکی کا مقام اتنی مدت کی مسافت پر ہو کہ میت کے گلنے سڑنے کا امکان ہو، تو غسل و کفن اور نماز جنازہ پڑھنے کے بعد اس کو وزنی چیز سے باندھ کر سمندر میں ڈال دیا جائے گا۔

☆ **میت کا سفر** : دور دراز کے ملک سے میت کو اپنے ملک لا کر دفن کرنا یا آبائی گاؤں لے کر جانے کے لیے دشوار گزار پہاڑی یا میدانی علاقوں کے لمبے سفر کرنا درست نہیں ہے۔

سیّدہ عائشہؓ کے بھائی کی حبشہ میں وفات ہوگئی، وہاں سے ان کی میت لائی گئی تو بڑے افسوس سے فرمانے لگیں کہ، ”مجھے صرف اس بات کا غم ہے کہ میرے بھائی کو اس کے مرنے والی جگہ پر ہی کیوں نہ دفن کیا گیا“۔ (بیہقی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”جب آدمی اپنی پیدائش کے مقام کے سوا دوسرے ملک میں مرے تو اس کی پیدائش کے مقام سے لے کر موت کے مقام تک اسے جنت میں جگہ دی جائے گی“۔ (ابن ماجہ)

بالفرض مرنے والا اپنے بارے میں یہ وصیت کر بھی جائے کہ، میری میت کو میرے ملک، میرے شہر یا میرے گاؤں میں لے جا کر دفنایا جائے، تو اس پر عمل نہیں کیا جانا چاہیے، کیونکہ نقلِ جسد، ”جنازہ لے جانے میں جلدی کرو“ والے حکم کے بھی خلاف ہے۔ (الاذکار نووی 150)

☆ **مسلمانوں کے الگ قبرستان :** مسلمان کو کافر کے ساتھ اور کافر کو مسلمان کے ساتھ دفن نہ کیا جانا چاہیے بلکہ مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے قبرستان الگ الگ ہونے چاہییں۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے ہی ایسا ہوتا چلا آیا ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ایک صحابی ابن الخصاصیہؓ کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے' جب مشرکوں کے قبرستان کے قریب سے گذرے تو فرمایا: ''یہ لوگ بہت ساری خیر سے محروم رہے ہیں''۔ تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا' اس کے بعد آپ ﷺ مسلمانوں کے قبرستان تشریف لائے تو فرمایا:

''ان لوگوں کو بہت ساری خیر و بھلائی مل گئی ہے'' یہ جملہ بھی تین مرتبہ دہرایا۔ (بحوالہ سنن نسائی)

علم الیقین، عین الیقین

رسول اللہ ﷺ نے سورۃ الھاکم التکاثر تلاوت فرمائی:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ o حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ o كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ o ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ o كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ o لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ o ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ o ثُمَّ لَتُسۡئَلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ o

''غفلت میں ڈالے رکھا تم کو ایک دوسرے سے بڑھ کر حاصل کرنے کی حوس نے، یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔ خبردار! تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا، پھر سن لو! تمہیں عنقریب معلوم ہو ہی جائے گا۔ ہرگز نہیں' کاش تم علم الیقین (موت کی حقیقت) کو سمجھتے۔ تم دوزخ دیکھ کر رہو گے، پھر سن لو تم یقیناً اسے دیکھ لو گے۔ پھر اس روز ضرور تم سے ان نعمتوں کے بارے میں جواب طلبی ہوگی''۔

اور فرمایا، ''ابنِ آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال۔ حالانکہ اے ابنِ آدم! تیرا مال (ایک تو وہ ہے) جو تو نے کھا کر ختم کر دیا، یا (دوسرا وہ جو) پہن کر بوسیدہ کر دیا، یا (تیسرا وہ جو) صدقہ کر کے آگے (آخرت کے لیے) روانہ کر دیا''۔ (مسلم)

(مال کا یہ سب سے بہترین مصرف ہے جو آگے جا کر اُسے ملے گا اور دائمی فائدہ دے گا)

قبر کا قیام

قبر میں مدفون میت سے فرشتوں کے سوالات اور قبر کا عذاب و آرام برحق اور سچ ہیں۔

انسان جو روح اور جسم سے مل کر وجود میں آیا، دراصل اس کی زندگی کا آخری اور لافانی دور تو وہی ہے جو یوم حساب کے فیصلوں کے بعد شروع ہوگا، البتہ اس دور کے علاوہ اس کی زندگی جن مختلف ابتدائی ادوار سے گزرتی ہے وہ سب نہ صرف فانی ہیں بلکہ آگے کو رواں دواں ہونے کی صفت کی وجہ سے ان کے واپس پلٹنے کی گنجائش نہیں۔

خالقِ عظیم نے جسم بنایا، روح ڈالی۔ وہی روح جو عالمِ امر میں خالق نے پہلے سے تخلیق کر رکھی تھی۔ قرآن پاک میں اس کا تذکرہ اللہ رب العزت یوں فرماتے ہیں:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ
عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ ج اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ط قَالُوْا بَلٰی ج شَھِدْنَا ج (الاعراف : 172)

”اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی اور ان سے ان ہی کی جانوں کے بارے میں اقرار لیا کہ: ”کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں“ ؟ سب نے کہا، ’کیوں نہیں‘ ہم سب اس پر گواہ ہیں“۔

جسم بنایا گیا، روح ڈالی گئی، پہلا دور--- بے بس بچہ --- پھر بھاگتا دوڑتا بچہ --- بچپن بھی گزر گیا، جوان ہوا--- پھر جوانی گذر گئی، بوڑھا ہوا---اور پھر بڑھاپا فنا کی اس دہلیز پر لے آیا جہاں سے ایک اور اگلی منزل (عالم برزخ) میں داخل ہونا ہے، یہ بھی عارضی دور ہے لیکن یہاں روح نے بدن کا غلاف اُتار پھینکا، روح کے محسوسات ختم نہیں ہوئے لیکن ان کا اظہار کرنے والا جسم خالق کے اگلے حکم تک کے لیے ختم ہوگیا۔

وہ انسان جو جسم پر اپنا اختیار رکھتا تھا، اپنی مرضی سے اسے جہاں چاہے لیے پھرتا تھا، اب

اس اختیار سے محروم کر دیا گیا ہے' اسے اپنی مرضی سے اُس نئے عالم سے نکلنے کی اجازت نہیں جہاں وہ اب پہنچا دیا گیا ہے' وہاں اس کا گذشتہ عمل اس کی قید یا رہائی کا سبب بنے گا' اگر عمل برا تھا تو قیدِ سجین اور عمل احسن تھا تو علّیین کی مراعات حاصل کرنے کا حقدار بن گیا۔

قبر میں راحت یا تکلیف

جو لوگ مرنے کے بعد ایک اور قسم کی زندگی یا اس کے محسوسات کو سمجھنے سے قاصر ہیں ان کے لیے دعوت غور وفکر ہے کہ اچھے برے خواب' جادو کے اثرات' نظر بد کا لگ جانا وغیرہ یہ سب کیا کوئی مادی حیثیت رکھتے ہیں؟ یا صرف روح ان سے متاثر ہوتی ہے؟ اگر ہم ان کو بلا تامل مان لیتے ہیں تو پھر موت کے بعد قبر کی جزا و سزا اور روح کا ان سب کو محسوس کرنا (کیونکہ موت جسم کی ہے روح کی نہیں) ان سب کو بھی مان لینا چاہیے اور ہر مسلمان کو اسے اپنے عقیدہ وایمان کا حصّہ بنانا چاہیے۔

قرآنی آیات کے علاوہ بہت سی احادیث بھی اس پر استدلال اور یقین دہانی کے لیے موجود ہیں جنہیں پڑھنے کے بعد انسان کا ایمان اور پختہ ہو جاتا ہے :

آیت : فَلَآ اُقۡسِمُ بِالشَّفَقِ o وَالَّیۡلِ وَمَا وَسَقَ o وَالۡقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ o لَتَرۡکَبُنَّ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ o فَمَا لَهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ o

(الانشقاق 16,17,18,19,20)

”مجھے شفق کی قسم، اور رات کی اور اس کی جمع شدہ چیزوں کی قسم اور چاند کی جبکہ وہ بھر جاتا ہے، یقیناً تم ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچو گے۔ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایمان نہیں لاتے“

آیت : وَمِنۡ وَّرَآئِهِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ o (المومنون : 100)

”اور ان سب (فوت شدہ) کے پیچھے ایک برزخ ہے دوبارہ اٹھنے کے دن تک“

برزخی زندگی کی ابتدا

اس دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد سے لے کر قیامت برپا ہونے (یعنی روزِ حساب) سے پہلے تک کا طویل عرصہ ''عالمِ برزخ'' کہلاتا ہے۔ اس دور کی ابتدا 'یا انتہا' یا اس کے وسط کا حال احوال بتانے آج تک خود کوئی واپس نہیں آیا۔ البتہ اس موضوع پر قرآن و احادیث سے ہمیں جو معلومات ملتی ہیں وہی ہمیں نصیحت و عبرت کے لیے کافی ہیں۔ ان معلومات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں اور نافرمانوں کو برزخ کی دنیا میں داخل کرنے کے انداز اور طریقے جدا جدا ہیں۔

اہلِ ایمان کے لیے

اہلِ ایمان و تقویٰ کو مرنے سے پہلے مزید نیک اعمال کی توفیق مل جاتی ہے تو موت ان کے لیے تحفہ بن جاتی ہے۔

سیّدنا انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے لیے خیر چاہتا ہے تو اس سے کام لیتا ہے''۔ پوچھا گیا 'وہ کس طرح کام لیتا ہے'؟ فرمایا:

''موت سے پہلے اُسے نیک کام کی توفیق عطا فرما دیتا ہے''۔ (ابنِ حبان)

جان نکالنے کا مرحلہ

سچے مومن کے لیے نزع کی تکلیف گناہوں کی بخشش اور درجات میں بلندی کا سبب بن جاتی ہے اور موت کلمہ پر نصیب ہونے کی وجہ سے جنت کی بشارت دیا جاتا ہے۔

آیت : اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ○

(حم السجدہ : 30)

> ”جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے' پھر اسی پر قائم رہے' ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ نہ کرو اور نہ ہی غم (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو“

مرنے کے وقت انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور، جنت کی خوشخبری اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچایا جاتا ہے۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

آیت : الَّذِیۡنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیۡنَ ۙ یَقُوۡلُوۡنَ سَلٰمٌ عَلَیۡكُمُ ۙ ادۡخُلُوا الۡجَنَّةَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝ (النحل : 32)

> ”وہ جن کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک اور صاف ہوں وہ انہیں کہتے ہیں کہ تمہارے لیے سلامتی ہی سلامتی ہے' داخل ہو جاؤ جنت میں ان اعمال کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے“

حدیث : سیّدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا، ” فرشتے روح قبض کرنے کے لیے جب مرنے والے کے پاس آتے ہیں تو اس کے نیک اور صالح ہونے کی صورت میں کہتے ہیں، ”اے پاک روح! تو پاک جسم میں تھی، اب تو جسم سے نکل آ، تو خوبی والی ہے اللہ کی رحمت سے خوش ہو جا، تیرے لیے جنت کی نعمتیں ہیں، تیرا رب تجھ سے راضی ہے“۔ فرشتے مرنے والے کو مسلسل یہی کہتے رہتے ہیں یہاں تک کہ روح جسم سے نکل آتی ہے۔“۔

(ابن ماجہ)

احمد کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے یہاں یہ بھی فرمایا، ”چنانچہ روح جسم سے اس طرح آسانی سے نکل آتی ہے جیسے مشکیزہ کے منہ سے پانی کا قطرہ بہہ نکلتا ہے“۔

ایمان والوں کی روح کا آسمانوں پر استقبال

آیت : تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ج وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا o (الاحزاب:44)

”جس روز (اہلِ ایمان) اللہ سے ملیں گے، ان کا استقبال سلام سے ہوگا،
ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے“

حدیث : سیّدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ”جب مومن کی وفات کا وقت قریب آتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشم (کا کفن) لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں: ’(اے روح!) اللہ کی رحمت‘ جنت کی خوشبو اور اپنے خوش ہونے والے رب کی طرف جانے کے لیے اس حالت میں اس جسم سے نکل آ کہ تو اپنے رب سے راضی اور تیرا رب تجھ سے راضی ہے۔ مومن آدمی کی روح جب جسم سے نکلتی ہے تو اس سے بہترین مشک جیسی خوشبو آ رہی ہوتی ہے، یہاں تک کہ فرشتے ایک دوسرے سے لے کر اس کی خوشبو سونگھتے ہیں اور جب آسمان کے دروازے پر پہنچتے ہیں تو آسمان کے فرشتے آپس میں کہتے ہیں، ”یہ کیسی عمدہ خوشبو (والی روح) ہے جو زمین سے تمہارے پاس آ رہی ہے“ فرشتے اسے لیے ہوئے جیسے ہی اگلے آسمان پر پہنچتے ہیں تو اس آسمان کے فرشتے بھی اسی طرح کہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس روح کو اہلِ ایمان کی روحوں کی جگہ (علیین) میں لے آتے ہیں۔ جب وہ روح وہاں پہنچتی ہے تو (پہلے سے موجود) روحوں کو اتنی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو اپنے بھائی کے ملنے پر ہو سکتی ہے چنانچہ بعض روحیں (اس نئی آنے والی روح سے) پوچھتی ہیں،

”فلاں آدمی (دنیا میں) کس حال میں تھا“۔ پھر وہ آپس میں کہتی ہیں، ”اسے ذرا چھوڑ دو، آرام کرنے دو، یہ دنیا کے مصائب و آلام میں مبتلا تھا“۔ پھر وہ روح پوچھتی ہے، ”کیا وہ فلاں روح تمہارے پاس نہیں آئی؟ وہ آدمی تو فوت ہو چکا“۔ اس پر وہ (افسوس سے) کہتے ہیں وہ اپنی ماں ھاویہ (جہنم) میں لے جایا گیا ہے...“۔ (حاکم، نسائی)

منکر نکیر

رسول اللہ ﷺ نے قبر میں میت سے سوالات کرنے والے فرشتوں کی بابت فرمایا کہ ان کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلے رنگ کی ہوں گی۔ (بحوالہ ترمذی)

سوالات کے وقت میت کی عقل کا لوٹانا

حدیث : سیّدنا عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو قبر میں آزمائے جانے اور منکر اور نکیر کے سوال و جواب کے بارے میں آگاہ فرمایا تو میں نے پوچھا، ’یارسول اللہ! کیا اس وقت مجھے میری عقل لوٹا دی جائے گی؟‘

آپ ﷺ نے فرمایا، ’’ہاں‘‘۔

میں نے عرض کیا، ’پھر میں دونوں فرشتوں (منکر نکیر) کے لیے کافی ہوں گا‘ واللہ! اگر ان فرشتوں نے مجھ سے پوچھا (تمہارا رب کون ہے؟) تو میں جواب دوں گا، ’میرا رب تو اللہ ہے، تم بتاؤ تم دونوں کا رب کون ہے؟‘ (بیہقی)

حدیث : سیّدہ عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، ’یارسول اللہ! میں تو ایک کمزور عورت ہوں، قبر میں میرا کیا حال ہوگا؟‘

آپ ﷺ نے فرمایا، ’’اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو کلمہ توحید کی برکت سے قبر میں سوالوں کے جوابات پر بھی ثابت قدم رکھے گا‘‘۔ (بزاز)

کلمہ توحید، اس پر زبانی و عملی گواہی اور اس پر ثبات کا حصول ہر مومن کی اوّلین ترجیح ہونی چاہیے تاکہ دنیا سے کامیابی سے کوچ کر جانے کے بعد قبر میں فرشتوں کے سوالات کے موقع پر بھی کامیابی نصیب ہو۔

ایمان والوں سے قبر میں فرشتوں کے سوالات

آیت : قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

وَفِى الْاٰخِرَةِ o (ابراھیم :27)

''ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے

دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی''۔

حدیث : نبی کریم ﷺ میت دفن کرنے سے فارغ ہو کر فرماتے، ''اپنے بھائی کے لیے بخشش اور (سوال و جواب میں) ثابت قدمی کی دعا مانگو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جا رہا ہے''۔ (ابوداؤد)

> **آیئے! ہم اس قول ثابت (پکی بات) کو یاد کرلیں**
>
> رَبِّيَ اللّٰهُ وَدِيْنِيَ الْاِسْلَامُ وَنَبِيِّ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
>
> قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَاٰمَنْتُ بِهٖ، وَصَدَّقْتُ
>
> ''میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں،
>
> میں اللہ کی کتاب پڑھ کر ایمان لایا اور میں نے تصدیق کی''۔ (بخاری)

درست جوابات کی کامیابی پر

دنیا و آخرت میں اللہ اور اللہ کے رسولوں ﷺ کی سچی گواہی دینے والے کامیاب انسان کی پُرمسرت کیفیت کی مثال قرآن میں یوں بیان کی گئی ہے:

آیت : قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ط قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ o بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ o (یٰس :26,27)

''جب اس سے کہا گیا کہ جنت میں چلا جا، کہنے لگا،'' کاش! میری قوم کو بھی علم ہو جاتا کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور مجھے باعزت لوگوں میں سے کر دیا''

اسی طرح کسی بھی بندہ مومن کے ساتھ قبر میں جب اچھا معاملہ پیش آتا ہے اور اسے اپنی کامیابی کے آثار نظر آتے ہیں تو وہ اس خوشخبری کی اطلاع جلد از جلد اپنے اہلِ خانہ کو دینا چاہتا ہے۔

حدیث : سیّدنا ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”جب میت دفن کی جاتی ہے تو اس کے پاس دو سیاہ آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں جن میں سے ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے۔ دونوں اسے پوچھتے ہیں، ”تم اس آدمی محمد ﷺ کے بارے کیا کہتے ہو ؟“ وہ جواب میں کہتا ہے، ”محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں“۔ دونوں فرشتے کہتے ہیں، ”ہمارا بھی یہی خیال تھا کہ تم یہی جواب دو گے“۔ پھر اس کی قبر ستر در ستر ہاتھ فراخ کر دی جاتی ہے اور اسے روشن کر دیا جاتا ہے‘ پھر اس بندے سے کہا جاتا ہے: ’سو جاؤ‘ ۔ وہ کہتا ہے، ” میں اپنے اہل وعیال میں واپس جا کر انہیں (اپنی مغفرت کی) خبر دینا چاہتا ہوں“۔ فرشتے جواب میں کہتے ہیں، ”(یہ ممکن نہیں بلکہ) اب تم دلہن کی نیند جیسی (پر سکون) نیند سو جاؤ، جسے اس کے محبوب کے سوا کوئی نہیں جگاتا (چنانچہ وہ سو جاتا ہے)“۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اسے اس کی قبر سے اٹھائیں گے“۔ (سنن ترمذی)

استقبالِ قبر

حدیث : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”جب مومن دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے، خوش آمدید! مجھ پر چلنے والے لوگوں میں سے مجھے سب سے زیادہ تُو ہی عزیز تھا آج جب کہ بے بس کر کے تجھے میرے حوالے کر دیا گیا ہے‘ تو تُو میرا احسنِ سلوک دیکھ لے گا‘ پھر اس آدمی کی قبر حدِ نگاہ تک فراخ ہو جاتی ہے اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے“۔ (ترمذی)

اہلِ ایمان کی روحوں کا قیام

حدیث : عبدالرحمٰن بن کعب انصاریؓ سے روایت ہے کہ ان کے والد رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ’’مومن کی روح (موت کے بعد) جنت کے درختوں پر اُڑتی پھرتی ہے یہاں تک کہ جس روز مردے اُٹھائے جائیں گے اس روز وہ روح اپنے جسم میں لوٹا دی جائے گی‘‘۔ (ابن ماجہ)

حدیث : سیّدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ’’میت جب قبر میں دفن کی جاتی ہے تو وہ پسماندگان کے (واپس لوٹتے وقت) جوتوں کی آواز سنتی ہے۔ اگر میت مومن ہو تو اسے کہا جاتا ہے، ’’بیٹھ جاؤ‘‘ وہ بیٹھ جاتا ہے اور اسے سورج غروب ہوتا دکھایا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ وہ شخص جو بہت پہلے تمہارے ہاں (مبعوث) ہوئے ان کے بارے میں تم کیا کہتے تھے اور ان کے بارے میں تم کیا گواہی دیتے ہو؟‘‘ مومن آدمی کہتا ہے، ’’ذرا بیٹھو! مجھے نماز عصر ادا کر لینے دو (سورج غروب ہونے والا ہے) فرشتے کہتے ہیں، ’’بیشک تم (دنیا میں) نماز پڑھتے رہے ہو۔ اب ہم جو بات پوچھ رہے ہیں اس کا ہمیں جواب دو اور بتاؤ وہ شخص جو بہت پہلے تمہارے درمیان مبعوث کیے گئے ان کے بارے میں تم کیا کہتے تھے اور کیا گواہی دیتے ہو ؟‘‘ مومن آدمی کہتا ہے، ’’وہ (ہمارے نبی) محمد ﷺ ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کی طرف سے حق لے کر آئے ہیں‘‘۔ تب اسے کہا جاتا ہے، ’’اسی عقیدے پر تم زندہ رہے تھے، اسی پر مرے اور اِن شاءاللہ اسی عقیدے پر اُٹھو گے‘‘ پھر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اس کے لیے کھول دیا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے، ’’جنت میں یہ تمہارا محل ہے اور جو کچھ اللہ نے جنت میں تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے (وہ بھی دیکھ لو، یہ سب کچھ دیکھ کر) اس کے شوق اور لذت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

پھر اس کی قبر ستر ہاتھ (501 فٹ یا 53 میٹر) کھلی کر دی جاتی ہے اور اسے منور کر دیا جاتا

ہے۔ اس کے جسم کو پہلے والی حالت میں لوٹا (سلا) دیا جاتا ہے اور اس کی روح کو پاکیزہ اور خوشبودار بنادیا جاتا ہے اور یہ پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں پر اُڑتی پھرتی ہے۔ تو اسی طرح (قبر میں مومن کا نیک انجام) اللہ تعالیٰ کے اس اِرشاد پاک کی تفسیر ہے:

''اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کوکلمہ طیبہ کی برکت سے دنیا اور آخرت کی زندگی میں ثابت قدمی عطا فرماتے ہیں''۔ (طبرانی، ابنِ حبان، حاکم)

مومنین کے لیے جہنم سے دوری

اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓی لا اُولٰٓئِکَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ o
لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا ج وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ o
لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ط هٰذَا یَوْمُکُمُ الَّذِیْ
کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ o (الانبیاء 101,102,103)

''بے شک جن کے لیے ہماری طرف سے اچھائی پہلے ہی ٹھہر چکی ہے، وہ سب جہنم سے دور رکھے جائیں گے، وہ دوزخ کی آہٹ تک نہ سن سکیں گے اور اپنی من بھاتی چیزوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے' وہ بڑی گھبراہٹ (کادن) انہیں غمگین نہ کر سکے گا اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے کہ یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم وعدہ دیے جاتے رہے تھے''

روح کے لیے سب سے بڑی نعمت یعنی اللہ کی رضا کا انعام

یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ o ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً o
فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ o وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ o (الفجر: 27,28,29,30)

''اے اطمینان والی روح! تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش' پس میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا'

اور میری جنت میں چلی جا‘‘۔

یہ بات نفس مطمئنہ سے تین مواقع پر کہی جائے گی۔

☆ موت کے وقت۔

☆ قیامت کے روز جب وہ دوبارہ اٹھ کر میدان حشر کی طرف چلے گا۔

☆ جب اللہ کی عدالت میں پیش ہونے کا موقع آئے گا۔

غرض ہر مرحلے پر اسے اطمینان دلایا جائے گا کہ وہ اللہ کی رحمت و عنایت کی طرف جا رہا ہے۔ یہ وہ کامیاب و کامران ہستیاں ہوں گی جو اس مشن میں کامیاب رہیں جس کے لیے انہیں دنیا میں بھیجا گیا تھا۔

ان بانصیب ہستیوں میں انبیاء‘ صدیقین‘ شہداء اور صالحین شامل ہیں‘ ان کے اعمال بہترین اعمال والے رجسٹر یا دفتر ’’عِلّیّین‘‘ میں جمع ہیں۔ ان کے ساتھ قبر میں بھی بہترین میزبانی کی جانے کی بشارت ہے۔ اور یوں رسول کریم ﷺ کے اس قولِ مقدس کی صداقت پر بھی ایمان پکا ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (ابوداؤد)

’’بے شک اللہ نے زمین کے لیے حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو (قبروں میں) کھائے‘‘۔

یہی معاملہ اللہ کے مقرب بندوں کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔

ہشامؒ بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں جب سیّدہ عائشہؓ کے حجرہ مبارک کی دیوار گری تو اسے بناتے وقت ایک پاؤں نظر آیا۔ لوگ گھبرا گئے اور سمجھے کہ یہ نبی کریم ﷺ کا قدم مبارک ہے۔ لیکن کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جسے آپ ﷺ کا پاؤں مبارک پہچاننے کا یقینی علم ہوتا یہاں تک کہ عروہ بن زبیرؓ (سیدہ عائشہؓ

کے بھانجے تشریف لائے اور انہوں) نے لوگوں سے کہا، ’’واللہ! یہ قدم عمرؓ کا ہے‘‘۔ (بخاری)

بہر حال قبر کی آسائشیں اور آرام کوئی انہونی بات نہیں۔ اگر چہ ہم زندہ ہوتے ہوئے اس کا تصور نہیں کر سکتے مگر تاریخ اس پر گواہ ہے کہ اللہ کے محبوب اور برگزیدہ بندوں کی قبریں اتفاقیہ یا بوجہ کسی خاص مجبوری کے کھولی گئیں تو ان کے جسم تر و تازہ اور مہکتے ہوئے پائے گئے گویا کہ آج ہی دفن کیے گئے ہوں۔ اسی طرح اور بہت سے واقعات و حالات میں چشم دید گواہوں کے بیانات کے مطابق شہداءِ کرام کے جسم کئی سالوں بلکہ صدیوں کے گذر جانے کے باوجود اتنے محفوظ اور تازہ دیکھے گئے کہ ان پر زندوں کا گمان ہوتا تھا۔

سچا واقعہ

کہا جاتا ہے، 1935ء میں عراق کے حکمران شاہ فیصل اول اور عراق ہی کے مفتی اعظم دونوں کو یکے بعد دیگرے خواب آئے جس میں رسول اللہ ﷺ کے دو صحابہ کرامؓ ان دونوں کو اپنی قبروں میں دریا کے پانی کی آمد کی اطلاع اور ان کے اجسام کو وہاں سے کسی اور جگہ منتقل کرنے کی تلقین کر رہے تھے یہ دونوں اصحاب سیّدنا جابر بن عبداللہؓ اور سیّدنا حذیفہؓ بن یمان تھے۔

کئی دفعہ متواتر یہی خواب آنے کے بعد علماء اور دیگر حکامِ وقت کے باہم مشوروں سے صحابہ کرامؓ کے جسموں کو وہاں سے منتقل کرنے کا فیصلہ کیا گیا، حج کا زمانہ قریب ہونے کی وجہ سے یہ کام اس موقع پر آنے والے زائرین کی موجودگی میں عمل میں لایا گیا۔ پروگرام کے مطابق جب یہ قبریں کھولی گئیں تو لاکھوں مسلمانوں کو یہ تاریخی اور روحانی منظر اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنے کا موقع ملا۔ دونوں صحابہ کرامؓ کے جسم محفوظ تھے، یہاں تک کہ کفن اور ریش (داڑھی) کا بال بال تک محفوظ تھا اور آنکھوں کی چمک بھی برقرار تھی۔

(بحوالہ جریدہ ’’تکبیر‘‘ ۷ نومبر ۱۹۹۱ء اور ’’مشاہدات بلاد اسلامیہ‘‘ از محمودہ عثمان حیدر صفحہ ۳۵۔۴۶)

مذکورہ واقعہ بھی کلام اللہ میں شہداء سے متعلق وعدہ اور اس کی صداقت کا حقیقی ثبوت ہے، ایک عام بندۂ مومن جو تقوی اور پرہیزگاری کے ساتھ زندگی گذارتا ہے اس کے لیے بھی مرنے کے بعد اچھے حال کی خوشخبری ہے۔

چند خوبصورت احادیثِ مبارکہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جو اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان لائے اور نماز کو درستی کے ساتھ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ پر اس کا حق ہے کہ اس کو جنت میں لے جائے خواہ وہ جہاد کرے یا اس کا موقع نہ پا سکے اور اسی ملک میں بیٹھا رہے جہاں پیدا ہوا...''۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جنت میں ایک کمان (ہاتھ) برابر جگہ ان سب (دنیا کی) چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج نکلتا اور ڈوبتا ہے۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی راہ میں صبح یا شام کو چلنا ان سب چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج نکلتا اور ڈوبتا ہے''۔ (بخاری)

سمرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''میں نے آج رات خواب میں دیکھا، دو شخص آئے اور مجھ کو ایک درخت پر چڑھا لے گئے، پھر ایک عمدہ گھر میں لے گئے جس سے بڑھ کر عمدہ اور خوبصورت گھر میں نے نہیں دیکھا، انہوں نے بتایا، یہ شہیدوں کا گھر ہے''۔ (بخاری)

اللہ کے نافرمانوں کی موت

آیت : اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِىْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ o

(الانبیاء : ۱)

”لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے، پھر بھی وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں“۔

آیت : وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ o فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ o لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْآ اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ o قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ o (الا نبیأ :11,12,13,14)

”اور بہت سی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جو ظالم تھیں اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوم کو پیدا کر دیا، جب انہوں نے ہمارے عذاب کا احساس کر لیا تو لگے اس سے بھاگنے۔ (کہا گیا) بھاگ دوڑ نہ کرو اور جہاں تمہیں آسودگی دی گئی تھی ذرا ان ہی اپنے مسکنوں کی طرف واپس جاؤ تا کہ تم سے سوال تو کر لیا جائے، کہنے لگے : ہائے ہماری بدبختی ! بے شک ہم ظالم تھے“۔

آیت : اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ط قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ ط قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ط فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ط وَسَآءَتْ مَصِيْرًا o (النساء :97)

”جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں جب فرشتے انہیں فوت کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں: تم کس حال میں تھے؟ یہ جواب دیتے ہیں: ہم اپنی جگہ کمزور اور

مغلوب تھے، فرشتے کہتے ہیں : کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم کہیں ہجرت کر جاتے؟ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ پہنچنے کی بری جگہ ہے"۔

عذاب اور آگ کی خبر

اللہ کے نافرمانوں کو موت سے پہلے نہ نیک اعمال کی مہلت ملتی ہے اور نہ ہی توبہ کی توفیق بلکہ انہیں آگ اور عذاب کی خبر دی جاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

آیت : حَتّٰیٓ اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ o لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا ط اِنَّهَا کَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ط وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ o (المؤمنون : 99,100)

"یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے، کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کر لوں، ہرگز ایسا نہیں ہوتا، یہ صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے، ان کے پسِ پشت تو ایک حجاب ہے ان کے دوبارہ اٹھنے کے دن تک"

آیت : وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا o

(الفتح : 13)

" اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے بھی ایسے کافروں کے لیے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے"۔

آیت : اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ o (البروج : 10)

"بے شک جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستایا، پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے، اور جلائے جانے کی سزا ہے"۔

حدیث : عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب کافر کو موت آتی ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور اس کی سزا کی خبر دی جاتی ہے تب اسے آئندہ پیش آنے والے حالات سے زیادہ نفرت کسی چیز سے نہیں ہوتی لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند نہیں فرماتا''۔ (بخاری)

اللہ کے نافرمانوں کی ذلت اور مار سے جان نکالنا

آیت : وَلَوۡ تَرٰٓی اِذِالظّٰلِمُوۡنَ فِیۡ غَمَرٰتِ الۡمَوۡتِ وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوۡٓا اَیۡدِیۡھِمۡ ج اَخۡرِجُوۡٓااَنۡفُسَکُمۡ ط اَلۡیَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡھُوۡنِ...

(الا نعام :93)

''اور کاش (اگر) تم موت کی سختیوں میں مبتلا ان ظالم لوگوں کو دیکھ سکتے' (تو دیکھتے) کہ فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ ہاں اپنی جانیں نکالو' آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی''۔

آیت : وَلَوۡتَرٰٓی اِذۡ یَتَوَفَّی الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡاا لۡمَلٰٓئِکَۃُ یَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡھَھُمۡ وَاَدۡبَارَھُمۡ ج وَذُوۡقُوۡا عَذَا بَ ا لۡحَرِیۡقِ o ذٰلِکَ بِمَا قَدَّ مَتۡ اَیۡدِ یۡکُمۡ وَاَنَّ اللّٰہَ لَیۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ o (الانفال :50,51)

''اور کاش تم اس وقت (کی کیفیت) دیکھو جب فرشتے کافروں کی جان قبض کر رہے ہوتے ہیں وہ ان کے چہرے اور پہلوؤں پر مارتے اور (کہتے ہیں) کہ اب عذاب آتش (کا مزہ) چکھو' یہ اس (گناہ) کی سزا ہے جسے تمہارے ہی ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا اور بیشک اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے''۔

آیت : فَکَیۡفَ اِذَا تَوَفَّتۡھُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡھَھُمۡ وَاَدۡبَارَھُمۡ o

(محمد:27)

’’پھر اس وقت کیا حال ہوگا (کافروں کا) جس وقت فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے اور ان کے چہروں اور پیٹھوں پر ماریں گے‘‘۔

آیت : اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ ص فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا کُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ط بَلٰٓی اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ م بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ o فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ط فَلَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ o

(النحل:28,29)

’’وہ جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جانیں قبض کرنے لگتے ہیں تو اس وقت وہ جھک جاتے ہیں کہ ہم برائی نہیں کرتے تھے، کیوں نہیں ؟ اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے تھے، تو اب ہمیشگی کے لیے تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ پس تکبر کرنے والوں کے لیے یہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے‘‘۔

حدیث : ’’ ...مرنے والا اگر برا آدمی ہو تو (روح قبض کرنے والے) فرشتے اس سے یہ کہتے ہیں، ’’اے خبیث روح ! نکل (اس جسم سے) تو خبیث جسم میں تھی، نکل اس جسم سے ذلیل ہو کر اور بشارت ہو تجھے کھولتے پانی کی، پیپ کی اور ایسے دوسرے عذابوں کی‘‘۔ فرشتے روح نکلنے تک مسلسل یہی کہتے رہتے ہیں...‘‘ (ابن ماجہ)

کافر کی روح کا آسمانوں پر استقبال

حدیث : سیّدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ....’’کافر آدمی کے پاس عذاب کے فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں، ’’اے غمزدہ اور مغضوب روح! نکل اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی طرف‘‘۔ کافر کی روح جب جسم سے نکلتی ہے تو اس سے اس قدر بدبو آتی ہے جتنی کسی مردار سے آتی ہے۔ فرشتے اسے لے کر زمین کے دروازے (سجین) کی طرف آتے ہیں تو (زمین کے دروازے کے محافظ) فرشتے کہتے ہیں، ’’کس

قدر گندی بو ہے یہ ! جیسے ہی فرشتے اگلی زمین کے دروازے پر پہنچتے ہیں تو اس زمین کے محافظ فرشتے بھی ایسا ہی کہتے ہیں یہاں تک کہ عذاب کے فرشتے اسے کفار کی روحوں کے مسکن (سجین) میں لے جاتے ہیں“۔ (حاکم، ابن حبان)

حدیث : ایک اور روایت میں فرمایا، ...”فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں تو آسمان کے فرشتے پوچھتے ہیں، ’یہ کون ہے؟‘ جواب دیا جاتا ہے، ’یہ فلاں شخص ہے‘ وہ فرشتے کہتے ہیں، ’اس خبیث روح کے لیے جو خبیث جسم میں تھی، کوئی خوش آمدید نہیں اسے ذلیل کر کے واپس بھیج دو‘۔ آسمان کے دروازے ایسی روح کے لیے نہیں کھولے جاتے چنانچہ فرشتے اسے وہیں آسمان سے نیچے پٹخ دیتے ہیں اور وہ قبر میں (منکر نکیر کے سوالات کے لیے) لوٹ آتی ہے“۔ (ابن ماجہ)

حدیث : سیّدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ کافر کی روح کو جب آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں، ’کوئی ناپاک روح زمین کی طرف سے آ رہی ہے‘ پھر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم ہوتا ہے کہ اسے قیامت قائم ہونے تک (سجین میں) لے جاؤ۔ راویؓ کہتے ہیں، ’جب رسول اللہ ﷺ نے کافر کی روح کی بد بو کا ذکر کیا تو (نفرت سے) اپنی چادر کا دامن اس طرح اپنی ناک پر رکھ لیا‘ (اور پھر ابو ہریرہؓ نے اپنی چادر ناک پر رکھ کر دکھائی)۔ (مسلم)

اہلِ جہنم سے سوالات کا مرحلہ

حدیث : سیّدنا انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”آگ کے عذاب اور فتنہ دجال سے اللہ کی پناہ مانگو“۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، ’یا رسول اللہ! وہ کس لیے؟‘ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ”دفن ہونے والی میت اگر کافر (منافق) ہو تو اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے اور اسے خوب ڈانٹ کر پوچھتا ہے، ’تو کس کی عبادت کرتا تھا؟‘ وہ کہتا ہے،

’میں نہیں جانتا‘۔ فرشتہ اسے جواب میں کہتا ہے، ’تو نے نہ تو خود عقل سے کام لیا نہ (قرآن) پڑھا‘‘ پھر فرشتہ پوچھتا ہے، ’’اس آدمی (محمد ﷺ) کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟‘‘ کافر (یا منافق) کہتا ہے، ’میں وہی کہتا تھا جو دوسرے لوگ کہتے تھے‘۔ (یہ جواب سن کر) فرشتہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان (یعنی دماغ پر) لوہے کے گرزوں سے مارنا شروع کر دیتا ہے اور وہ بری طرح چیخنے چلانے لگتا ہے۔ اس کی آواز جن و انس کے علاوہ ہر جاندار مخلوق سنتی ہے‘‘۔ (ابوداؤد)

حدیث : ایک دوسری روایت کے مطابق’’ مرنے والا منافق ہو تو وہ فرشتوں کے سوال کا یہ جواب دیتا ہے، ’محمد ﷺ کے بارے میں میں بھی وہی کچھ کہتا ہوں جو لوگوں کو کہتے سنا تھا اور میں (اس کے سوا) کچھ نہیں جانتا‘۔ دونوں فرشتے کہتے ہیں، ’’ہمیں معلوم تھا تم یہی جواب دو گے‘‘ اور پھر زمین کو حکم ہوتا ہے: ’’تنگ ہو جا‘‘ تو وہ تنگ ہو جاتی ہے اور اس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ منافق اپنی قبر میں قیامت تک اسی عذاب میں مبتلا رہتا ہے‘‘۔ (سنن ترمذی)

پچھلے صفحات پر براءؓ بن عازب کی روایت کردہ حدیث پاک میں بھی تفصیلاً اس حوالے سے ذکر ہو چکا ہے۔ معلوم ہوا کہ یومِ حساب (یعنی اعمال نامے کھلنے کے دن) سے بہت پہلے ہی قبر میں منکر نکیر کے سوالات ایک طرح کا زبانی امتحان ہے اور چونکہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اس لیے جو پہلی منزل پر اس ہلکے سے انٹرویو نما ٹیسٹ میں کامیاب ہو گیا تو وہ اگلے درجہ میں بہتر سلوک کا مستحق ہوگا بصورت دیگر مشکلات اور عذاب کا آغاز اسی مرحلے سے جاری ہے۔

ہر انسان اسی انٹرویو کی بنیاد پر قیامت سے پہلے تک کے قیام کے لیے عِلّیّین یا سجّین کی جماعت کے ساتھ شامل کیے جانے کا اہل ہوگا۔

قیامت سے پہلے برزخ کا عذاب (عذابِ قبر)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے،

آیت : وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ o (النحل : 26)

”اوران کے پاس وہاں سے عذاب آیا جدھر سے آنے کا انہیں وہم وگمان بھی نہ تھا“۔

آیت : سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ o (التوبہ :101)

”ہم ان کو دوبار سزادیں گے پھروہ بڑے عذاب کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے“۔

آیت : مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا لا فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا o (نوح : 25)

”(قوم نوح کے لوگ) اپنے گناہوں کے جرم میں غرق کردیے گئے اور پھر آگ میں داخل کردیئے گئے، تو پھر انہوں نے اللہ سے خود کو بچانے کے لیے کسی کو اپنا مددگار نہ پایا“۔

آیت : وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ o

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ج

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ قف اَدْخِلُوْٓا

اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ o (المومن: 45,46)

”اور آگھیرا آل فرعون کو بدترین عذاب نے جو جہنم کی آگ ہے جس پر وہ صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت کی گھڑی برپا ہوگی (حکم ہوگا) داخل کردو آلِ فرعون کو سخت ترین عذاب میں“۔

قومِ نوح اور فرعون کو معہ اس کی آل کے صبح اور شام آگ پر پیش کیے جانے سے متعلق آیاتِ مبارکہ سے مماثلت رکھتی ہوئی بہت سی احادیث بھی ہیں، جو عذابِ قبر کی واضح دلیل ہیں مثلاً:

حدیث : سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا:

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کیا بات ارشاد فرمائی؟

.. فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى .. (طٰہٰ:124)

''یقیناً اس کے لیے تکلیف دہ زندگی ہوگی اور ہم قیامت کے روز اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا، ''جانتے ہو تکلیف دہ زندگی کیا ہے؟'' صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، 'اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں'۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ''اس سے مراد قبر میں کافر کو دیا گیا عذاب ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بیشک کافر پر (قبر میں) ننانوے اژدھے مسلط کیے جاتے ہیں۔ ہر اژدھا کے ستر منہ ہوتے ہیں اور ہر منہ کے سات سر ہوتے ہیں جو اسے قیامت تک ڈستے اور زخمی کرتے رہیں گے''۔ (ابو یعلیٰ وابن حبان)

حدیث : اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، ''مرنے والے کو صبح و شام اس کا ٹھکانہ جہنم یا جنت دکھا دیا جاتا ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی''۔ (بحوالہ بخاری ومسلم)

حدیث : سیّدنا جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنی نجار کے قبرستان سے گزرے تو وہاں ان مُردوں کی آوازیں (چیخ و پکار) سنیں جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے، انہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا۔ نبی ﷺ گھبرا کر وہاں سے نکل آئے اور صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ سب قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں''۔ (مسند احمد)

حدیث : سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعدؓ بن معاذ کے

متعلق فرمایا، (جبکہ وہ دفنانے کے بعد ابھی اُن کی قبر پر تھے) ’’یہ وہ ہستی ہیں جن کی وفات سے عرش ہل گیا، آسمان کے دروازے کھول دیے گئے اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازے میں شامل ہوئے ہیں، البتہ ایک دفعہ انہیں قبر میں دبایا گیا، پھر ان سے عذاب ہٹا لیا گیا‘‘۔ (نسائی)

حدیث : سیّدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’بے شک اہل قبور کو قبروں میں عذاب ہوتا ہے ایسا کہ اس کو تمام جانور سنتے ہیں‘‘۔ (نسائی)

حدیث : سیّدنا عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’مردے (کافر یا مشرک) اپنی قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں اور ان (کے چیخنے چلانے) کی آوازیں سارے چوپائے سنتے ہیں‘‘۔ (طبرانی)

حدیث : ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا، ’’مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم (مُردوں کو) دفن کرنا ہی چھوڑ دو گے، تو میں اللہ سے دعا کرتا وہ تمہیں عذابِ قبر سنوا دیتا‘‘۔ (مسلم)

حدیث : سیّدنا انسؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سیّدنا ابوطلحہؓ کے باغ میں تشریف لے گئے، سیّدنا بلالؓ نبی ﷺ کے پیچھے چل رہے تھے، آپ ﷺ کا گزر ایک قبر کے پاس سے ہوا آپ ﷺ نے فرمایا، ’’اے بلال! جو میں سن رہا ہوں، کیا تم بھی سن رہے ہو؟ اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے‘‘ (دریافت کرنے پر معلوم ہوا اس قبر میں ایک یہودی مدفون تھا)۔

(مسند احمد)

حدیث : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تم لوگ قبروں میں فتنہ دجال کی طرح یا اس کے قریب قریب آزمائے جاؤ گے‘‘۔ (بخاری)

حدیث : سیّدہ اسماء بنت ابوبکرؓ سے روایت ہے، ’’رسول اللہ ﷺ (خطبہ کے لیے) کھڑے ہوئے اور اس فتنہ کا ذکر کیا جس میں آدمی قبر میں مبتلا ہوگا۔ جب آپ ﷺ اس کا ذکر فرما رہے تھے تو مسلمانوں نے بری طرح چیخنا اور چلانا شروع کر دیا‘‘۔ (بخاری)

نافرمانوں کے لیے قیامت اور اس کے بعد کا عذاب اور رسوائی

آیت : ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ (النحل : 27)

’’پھر روزِ قیامت بھی اللہ تعالیٰ انہیں رسوا کریں گے اور فرمائیں گے کہ :
’’کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم لڑتے جھگڑتے رہتے تھے؟‘‘ جنہیں علم دیا گیا تھا وہ پکار اٹھیں گے کہ آج تو کافروں کے لیے رسوا کن اور برا دن ہے‘‘

ان آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہونے سے پہلے کے عذاب سے مُراد دراصل عذابِ قبر ہی ہے نیز یہ کہ قبر کی آگ اور باغ و بہار کا مشاہدہ اہلِ دنیا کر ہی نہیں سکتے کیونکہ یہ دنیا کی چیزوں سے مشابہت نہیں رکھتیں۔

اللہ تعالیٰ چاہیں تو کسی قبر کی مٹی اور پتھروں کو میت کے لیے بھڑکا سکتے ہیں۔ اسی طرح دوسری کوئی قبر کسی میت کے لیے راحت افزا مقام بن سکتی ہے بلکہ ایک ہی قبر میں دو میتیں دفن ہوں تو یہ بھی ممکن ہے کہ ایک کے لیے یہ قبر جہنم کا گڑھا ہے مگر اس کی گرمی کا احساس اس کے خوش نصیب ساتھی کو نہیں ہوتا جس کے لیے یہی قبر جنت کا باغ ہے اور اس کی نعمتوں کا احساس اس کے بدنصیب پڑوسی کو نہیں ہوتا۔

ایمان بالغیب

اللہ تعالیٰ کی قدرتیں تو اس سے بھی زیادہ وسیع اور حیرت انگیز ہیں۔ ہمارا محدود علم اس کا احاطہ کر ہی نہیں سکتا مگر جن کو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ تسلیم و یقین کی توفیق دیں وہ جھٹلایا نہیں کرتے، یہی ایمانِ بالغیب ہے۔

انبیاء اور غیب

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے خاص اور غیر معمولی کام لینا ہوتا تھا، اس لیے انہیں خاص صلاحیتیں عطا کر کے ان پر کچھ ایسے غیبی حقائق منکشف کر دیے جاتے تھے جو عام آدمی کے مشاہدہ میں نہیں آ سکتے' مثلاً :

سیّدنا ابو ذرؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''بے شک میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان (اللہ کے خوف سے) چرچرا رہا ہے اور اسے چرچرانا ہی چاہیے۔ اس ذات کی قسم ! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، آسمان میں چار انگلی جتنی بھی جگہ ایسی خالی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی اللہ کے حضور رکھے ہوئے سجدہ نہ کر رہا ہو، (پھر فرمایا) اگر تم وہ باتیں جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ، اور تم بستروں پر بیویوں سے لطف اندوز نہ ہو سکتے اور اللہ کی پناہ طلب کرتے ہوئے میدانوں کی طرف نکل جاتے''۔

(حدیث کے راوی) سیّدنا ابو ذرؓ کہتے ہیں' واللہ ! میری خواہش ہے کہ میں ایک درخت ہی ہوتا جو کاٹ دیا جاتا'۔ (ابن ماجہ)

سیّدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز نصف دن گزرے (اپنے حجرہ مبارکہ سے) باہر نکلے اس حال میں کہ آپ ﷺ چادر میں لپٹے ہوئے تھے، آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور آپ ﷺ بلند آواز سے فرما رہے تھے:

> ''اے لوگو ! اگر تم وہ جان جاتے جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے' اے لوگو ! عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔ بیشک عذابِ قبر برحق ہے''۔ (مسند احمد)

عذابِ قبر سے بچنے والے خوش نصیب

کچھ نیک اور صالح اعمال ایسے بھی ہیں جن پر ثابت قدم رہنے والوں کے لیے منکر نکیر کے سوالات اور قبر کے عذاب سے محفوظ رہنے کی خوشخبری ہے۔

پہرہ :

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ہر فوت شدہ کا عمل ختم ہو جاتا ہے البتہ (جنگ یا امن میں اسلامی لشکر، اسلامی املاک، اسلامی تنصیبات اور اسلامی سرحدوں کی) حفاظت و نگرانی کرنے والے کا عمل بڑھتا رہے گا اور وہ قبر میں منکر و نکیر کی آزمائش سے محفوظ رہے گا“۔ (سنن ابی داوٗد)

شہادت :

شہادت فی سبیل اللہ پانے والا جن چھ انعامات کا مستحق ہو جاتا ہے ان میں ایک قبر کے عذاب سے نجات پانا بھی ہے۔ (بحوالہ ترمذی)

”راشد بن سعدؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابیؓ سے سنا کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے پوچھا، ’یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ سارے مسلمانوں کو قبر میں آزمایا جاتا ہے، لیکن شہید کو نہیں آزمایا جاتا؟“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ان کے لیے (دنیا میں) سروں پر چمکتی تلواروں کی آزمائش ہی کافی ہے“۔ (نسائی)

شہادت کی مزید اقسام بھی ہیں جو اسی خوشخبری (عذابِ قبر سے نجات) کی اہل ہیں

پیٹ کی تکلیف :

عبداللہؓ بن یسار سے روایت ہے کہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ سلیمانؓ بن صرد اور خالدؓ بن عرفطہ تشریف لائے۔ لوگوں نے انہیں بتایا کہ فلاں شخص پیٹ کی تکلیف سے وفات پا گیا ہے تو ان دونوں نے خواہش کی کہ وہ اس کے جنازے میں شریک ہوتے، پھر ایک آدمی نے دوسرے

سے پوچھا، 'کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ارشاد نہیں فرمائی تھی کہ جس شخص کو پیٹ مار ڈالے اسے قبر میں عذاب نہیں دیا جائے گا' ؟ دوسرے نے جواب دیا، 'کیوں نہیں '۔ (نسائی)

سیّدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، '' شہید پانچ قسم کے ہیں: طاعون زدہ، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا، غرق ہونے والا، (مکان یا دیوار کے نیچے) دب کر مرنے والا، اور اللہ تعالیٰ کے رستے میں شہید ہونے والا ان کے علاوہ زچگی کی حالت میں مرنے والی خاتون، آگ میں جل کر مرنے والا، پسلی کی بیماری (نمونیہ) سے مرنے والا''۔

(ابن ماجہ)

ایک اور روایت کے مطابق: '' اپنے مال کی حفاظت میں مرنے والا، اپنے بال بچوں کی حفاظت میں مرنے والا، اپنی جان بچاتے ہوئے مرنے والا، اپنے دین کی حفاظت میں جان دینے والا، ظلم کے خلاف جدوجہد میں مرنے والا بھی شہید ہے''۔ (نسائی)

جمعہ کے دن یا رات کی وفات :

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

'' جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات وفات پائے، اللہ تعالیٰ اسے فتنۂ قبر سے محفوظ کر دیتا ہے (بشرطیکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے کرنے والا ہو)''۔ (ترمذی)

مسجد کی نماز، تلاوتِ قرآن پاک اور صدقہ :

مسجد کی طرف چل کر نماز کے لیے جانا فتنۂ قبر سے نجات کا سبب بنے گا۔ اسی طرح قرآن پاک کی تلاوت کو معمول بنا لینا اور صدقہ وخیرات کرنا بھی عذاب قبر سے محفوظ رکھنے والے اعمال ہیں۔ سیّدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

'' آدمی جب قبر میں دفن کیا جاتا ہے اور فرشتہ (میت کے) سر کی طرف سے عذاب دینے کے لیے آتا ہے تو تلاوت قرآن اسے دور کر دیتی ہے' پھر جب سامنے سے آتا ہے تو

صدقہ خیرات اسے دور کر دیتے ہیں اور جب پاؤں کی طرف سے فرشتہ آتا ہے تو مسجد کی طرف چل کر جانا اسے دور کر دیتا ہے“۔ (طبرانی)

سورۃ الملک کی تلاوت :

اس سورۃ کی فضیلت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جو اس سورۃ کو ہر رات پڑھے‘ اللہ تعالیٰ اسے عذاب قبر سے بچا لیتا ہے“۔ (حاکم، نسائی)

شہادت کی دعا :

خلوصِ دل سے شہادت کی دعا مانگنے والا اپنے بستر پر بھی مرے تو شہید ہے۔ (بحوالہ مسلم)

ارکانِ اسلام اور اعمالِ صالح :

ایک اور حدیث پاک میں ارکان اسلام کی پابندی اور اعمال صالح پر کاربند رہنے والے مسلمان کے لیے بھی یہی خوشخبری ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ” قبر میں جب عذاب کا فرشتہ سر کی طرف سے آتا ہے تو نماز کہتی ہے کہ اس طرف سے راستہ نہیں کسی دوسری طرف سے آؤ، فرشتہ میت کی دائیں طرف سے آتا ہے تو روزہ کہتا ہے اس طرف سے راستہ نہیں کسی دوسری طرف سے آؤ، پھر فرشتہ بائیں طرف سے آتا ہے تو زکوٰۃ کہتی ہے اس طرف سے راستہ نہیں کسی دوسری طرف سے آؤ، پھر فرشتہ پاؤں کی طرف سے آنے لگتا ہے تو دوسری نیکیاں مثلاً؛ صدقہ، خیرات، صلہ رحمی اور لوگوں کے ساتھ احسان وغیرہ کہنے لگتے ہیں ادھر سے راستہ نہیں کسی دوسری طرف سے آؤ“۔

(ابن حبان)

غیبت سے بچنا‘ طہارت کا خیال کرنا :

غیبت نہ کرنا اور پیشاب کی چھینٹوں سے بچنا بھی عذابِ قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔

سیدنا ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مدینہ یا مکہ کے کسی باغ سے گزرے تو

وہاں دو انسانوں کی آواز سنی جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ’’ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ کسی بڑی بات پر نہیں دیا جا رہا‘‘۔ پھر فرمانے لگے، ’’ہاں، ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا‘‘۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ خود بھی عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے اور اپنی امت کو بھی ایسی دعائیں سکھائیں اور کثرت سے پڑھتے رہنے کی تلقین فرمائی۔

یہ دعائیں صفحہ (325) پر ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کو یہ دعائیں اس طرح سکھاتے تھے جس طرح انہیں قرآن مجید کی سورتیں سکھاتے تھے۔ (نسائی)

موت کا خاتمہ

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’جب جنتی لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے اور جہنمی لوگ جہنم میں، تو اس وقت موت کو لایا جائے گا، اور جنت اور جہنم کے درمیان اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر ایک منادی کرنے والا یوں منادی کرے گا، اے اہلِ جنت ! اب تم کو موت نہیں ہے اور اے اہلِ جہنم ! اب تم کو بھی موت نہیں ہے۔ اس وقت جنتیوں کو خوشی پر خوشی ہو گی اور جہنمیوں کو رنج پر رنج ہو گا‘‘۔ (بخاری)

زندگی	غیر مومن کے لیے جینے کا پرلطف موقع .... مومن کے لیے آزمائش وابتلا
موت	غیر مومن کے لیے خسارۂ عظیم ..... مومن کے لیے رب سے شرفِ ملاقات
دنیا	غیر مومن کے لیے عیاشی کا گھر ...... مومن کے لیے کٹھن امتحان گاہ
آخرت	غیر مومن کے لیے خیالِ خام کا انجام ..... مومن کے لیے لافانی منزلِ مراد

تعزیت

تعریف

میت کے متعلقین کو تسلی و صبر کی تلقین کرنا، تا کہ وہ شدت غم میں کمی محسوس کریں، اس نقصان پر آخرت میں اجر و ثواب کی امید دلانا، مرحوم کی خوبیوں کا تذکرہ، پسماندگان سے ہمدردی اور تعاون کا اظہار نیز میت اور پسماندگان کے حق میں دعا کرنا، یہ سب ''تعزیت'' کہلاتا ہے۔

فضیلت

تعزیت کرنا مسنون اور باعث اجر و ثواب ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ''جو شخص کسی مسلمان بھائی کی مصیبت پر اس کی تعزیت کرتا اور تسلی دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اسے قیامت کے دن عزت و کرامت کا لباس پہنائیں گے''۔ (بخاری)

کسی بھی مصیبت کے وقت میں مصیبت زدہ کو تسلی دینا اسلامی شعار ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جو مسلمان کسی مسلمان کے دنیا کے کرب کو دور کرتا ہے، اللہ قیامت کے کرب میں اس کا کرب دور کریں گے اور جو مسلمان کسی تنگدست پر دنیا میں آسانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس پر آسانی فرمائیں گے، جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی دونوں جہانوں میں پردہ پوشی فرمائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اعانت میں لگے رہتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد و خدمت میں لگا رہتا ہے''۔ (مسلم، ابوداؤد)

تعزیت کے وقت کیا کرنا چاہیے؟ ہمارے دین نے اس موقع کے لیے بھی ہمیں بہترین آداب سکھائے ہیں۔

کیا کہا جائے؟

تعزیت کے لیے متاثرین کے پاس جانے سے پہلے ذہنی طور پر اپنے آپ کو تیار کر لیں کہ آپ نے وہاں جا کر کیا کہنا ہے اور کیسے کہنا ہے۔ اس موقع پر ہمارے ہاں ''افسوس'' کرنے کا رواج ہے، جو اللہ کی مشیت اور اس کی لکھی تقدیر پر ناراضگی کا اظہار ہے۔ نیز مرحوم کے اہل خانہ کے پاس جا کر ''بڑا افسوس ہوا'' کہہ کر تعزیت کے فرائض کی ادائیگی کو مکمل سمجھ لیا جاتا ہے۔ ایسے موقع پر جانے سے پہلے' تیاری کے طور پر' کچھ قرآنی آیات اور چند احادیث کا بھی انتخاب کر لیا جائے جن کے حوالے سے 'متاثرہ خاندان' سے تعزیت کرنے میں بہترین مدد مل سکتی ہے۔

قرآنی آیات

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ o (الرحمٰن:26)

''اس (زمین) پر سب فانی ہیں''۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط (اٰل عمران:185)

''ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے''۔

اہل میت کا دل غم کی شدت میں اس یاددہانی سے قرار پکڑے گا کہ یہ سانحہ صرف ان پر ہی نہیں گزرا بلکہ یہ دستورِ قدرت ہے اور کبھی نہ کبھی یہ وقت سب پر ہی آنا ہے۔

اسی طرح مندرجہ ذیل آیات سمجھنے سے تقدیر کے لکھے پر ایمان مضبوط ہوتا ہے اور انسان اس کٹھن اور صبر آزما وقت میں غم کو سکون کے ساتھ برداشت کرنے کے قابل ہونے لگتا ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا
فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ط اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ o
لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ...(الحدید: 22,23)

''جو مصائب بھی روئے زمین پر آتے ہیں اور جو آفتیں بھی تم پر آتی ہیں
وہ سب اس سے پہلے کہ ہم ان کو وجود میں لائیں ایک کتاب میں (محفوظ
اور طے شدہ) ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بات اللہ کے لیے آسان
ہے تاکہ تم اپنی فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو''۔

تعزیت کے الفاظ میں صبر کی تلقین کو ضرور مدنظر رکھیے اور صبر سے متعلق چند ارشادات کو بھی اظہارِ تعزیت کے وقت گفتگو کا حصہ بنائیے۔ صفحہ نمبر (77) ملاحظہ کریں۔

مسنون الفاظ

ہمیں بہت سی احادیث مبارکہ سے بھی مصیبت اور غم میں حوصلہ بڑھانے سے متعلق راہنمائی ملتی ہے۔ سیّدنا انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''جتنی سخت آزمائش اور مصیبت ہوتی ہے اتنا ہی بڑا اس کا صلہ ہوتا ہے۔ اور اللہ جب کسی گروہ سے محبت کرتا ہے تو ان کو (مزید نکھارنے اور کندن بنانے کے لیے) آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پس جو لوگ اللہ کی رضا پر راضی ہیں، اللہ بھی ان سے راضی ہوتا ہے اور جو اس آزمائش میں اللہ سے ناراض ہوں، اللہ بھی ان سے ناراض ہو جاتا ہے''۔ (ترمذی)

سیدنا اُسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک صاحبزادیؓ نے پیغام بھیجا کہ ان کی بچی یا بچہ حالتِ نزع میں ہے، آپ تشریف لے آئیں۔ آپ ﷺ نے واپسی کے پیغام میں سلام بھیج کر فرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ مَآ اَخَذَ وَلَهٗ مَآ اَعۡطٰى وَكُلُّ شَيۡءٍ عِنۡدَهٗ
بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلۡتَصۡبِرۡ وَا لۡتَحۡتَسِبۡ (بخاری)

''اللہ تعالیٰ جو بھی لیتا ہے یا دیتا ہے وہ اسی کا ہے، اور ہر چیز
کا ایک وقت مقرر ہے، لہٰذا صبر کرو اور اجر کی طلبگار رہو''۔

یا پھر (ایک اور روایت کے مطابق) یوں بھی کہہ سکتے ہیں:

اَعُظَمَ اللّٰہُ اُجُرَکَ وَاَحُسَنَ عَزَآءَکَ وَغفَرَلِمَیِّتِکَ (اذکار للنووی)

”اللہ تعالیٰ تمھیں اجرِ عظیم دے اور بہت اچھی تسلی عطا فرمائے اور تمھاری میت کو بخشے“۔

تعزیت پیکیج

تعزیت کو جاتے ہوئے اپنے ساتھ ایک پیکیج سا بنا کر لے جائیں جس کیلئے درجِ ذیل اشیاء کا چناؤ مناسب ہوسکتا ہے:

☆ دعاؤں کے کارڈز،

☆ دینی معلومات پر مشتمل چھوٹے چھوٹے کتابچے،

☆ حسبِ استطاعت کوئی کیسٹ یا اچھی کتاب،
(جس کا موضوع و مضمون اس موقع سے مناسب رکھتا ہو)

اس پیکیج کا انتخاب نہ صرف میت کے گھر والوں کیلئے بطورِ تالیفِ قلب ایک بہترین تحفہ ثابت ہوسکتا ہے بلکہ اکثر حالات میں تبلیغِ دین کے لیے بھی نہایت موثر ذریعہ اور خود تعزیت کرنے والے کیلئے صدقہ جاریہ بن سکتا ہے۔

خوبیوں کا تذکرہ

مرحوم کی خوبیوں، اچھی عادات، نیکی کے کاموں میں شمولیت اور حقوق و فرائض جو وہ ادا کر گیا، کا تذکرہ ایسے انداز سے کریں کہ لواحقین اس کی جدائی سے خلا محسوس کرنے کی بجائے یہ تسلی اور قرار پکڑیں کہ مرنے والا ان کے ساتھ اچھی طرح زندگی نبھا گیا، اب ہم نے بھی ایسے ہی کام کر کے اس کے لیے صدقہ جاریہ بننا ہے۔

ہمدردی و تعاون

مرحوم کے اہلِ خانہ سے اظہارِ ہمدردی کے ساتھ ساتھ جو خدمت اور تعاون کر سکتے ہوں

ضرور کریں۔ بعد میں بھی کچھ عرصہ تک گاہے بگاہے ان کے مسائل دریافت کرتے رہیں۔ اگر وہ مستحق ہوں تو مالی امداد بھی کریں۔

بچوں کی دل جوئی

قریبی لواحقین میں اگر بچے بھی ہیں تو ان کی دل جوئی کی ہر ممکن کوشش کریں اور انہیں اس غمزدہ ماحول سے نکال کر کچھ دیر گھما پھرا لائیں تاکہ ان کی پریشانی اور اضطراب میں کمی واقع ہو۔ پھر جب ان میں حالات کو سمجھنے کی قوت بحال ہو تو انہیں آخرت کی زندگی، صبر کرنے کی جزا اور بہتر انسان بن کر زندگی گذارنے سے متعلق معلومات دیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت اور احسانات وانعامات یاد کرا کر نئے عزم کے ساتھ زندگی گذارنے کا سبق سکھائیں۔

کھانا بھجوانا

جس گھر میں وفات ہو وہاں کھانا بھجوانا مسنون ہے۔ رشتہ دار یا پڑوسی اس کا انتظام کر سکتے ہیں۔ لیکن اہل میت خود تعزیت کے لیے آنے والوں یا مسافروں کے لیے کسی ضیافت وغیرہ کا اہتمام نہ کریں۔ جعفرؓ طیار شہید ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا، ''جعفر کے گھر والوں کو کھانا بھجوادو کیونکہ آج وفورِ غم میں ان کے گھر والے کھانا نہ پکا سکیں گے''۔ (ابوداؤد)

تلبینہ سے غم میں کمی

ام المومنین سیّدہ عائشہؓ کی عادت تھی ان کے عزیزوں میں کسی کی وفات ہوتی اور عورتیں جمع ہوتیں، پھر چلی جاتیں اور آخر میں گھر والے خاص قریبی لوگ ہی رہ جاتے تو وہ تلبینہ پکانے کا حکم دیتیں (تلبینہ / حریرہ آٹے اور دودھ یا بھوسی اور دودھ سے بنایا جاتا ہے اس میں شہد بھی ڈالا جاتا ہے) پھر ثرید (شوربے میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر پکانا) بنا کر تلبینہ اس پر ڈال دیا

جاتا۔ پھر سیّدہ عائشہؓ فرماتیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: ”تلبینہ سے بیمار کے دل کو تسکین ہوتی ہے جس سے اس کا غم کسی قدر ہلکا ہو جاتا ہے“۔ (بخاری)

تعزیت کی مدت

سوگ کے برعکس تعزیت تین دن تک محدود نہیں۔ بوجہ کسی مجبوری شروع دنوں میں تعزیت کو نہیں جا سکے یا کسی اور جگہ مرحوم کے متعلقین سے ملاقات نہیں ہو سکی‘ جیسا کہ گھر کے علاوہ کہیں اور ملاقات ہو جانے پر بھی تعزیت ہو سکتی ہے تو پھر بعد میں جب بھی موقع ملے تعزیت کر سکتے ہیں۔

پیغامِ تعزیت

فاصلہ یا وقت کی مجبوری کی وجہ سے متعلقین سے بالمشافہ ملاقات نہ ہو سکتی ہو تو خط‘ فون‘ ٹیلیگرام‘ ٹیلیکس‘ ای میل یا کسی بھی اور ذریعہ سے پیغامِ تعزیت بجھوایا جا سکتا ہے۔

مقامِ تعزیت

کسی مخصوص جگہ جیسے گھر‘ میدان یا قبرستان میں شامیانے ڈلوا کر یا مسجد وغیرہ میں تعزیت کی خاطر جمع ہونا غیر مسنون ہے۔ کام کاج چھوڑ کر خاص شکل میں بیٹھے رہنا غم کو اور تازہ کرتا ہے‘ متعلقین کو اپنے کسب و معاش میں مصروف ہو جانا چاہیے۔ جو بھی تعزیت کرنا چاہتا ہو وہ وہیں ان سے مل سکتا ہے۔

طعامِ تعزیت

دعا کے لیے دنوں کو مخصوص کرنا‘ اس کے لیے باقاعدہ دعوت نامے چھپوانا‘ اخبارات وغیرہ میں اس کے لیے اشتہارات لگوانا اور ان دنوں میں تعزیت کے لیے آتے رہنے والوں کے لیے گھر والوں کی طرف سے کھانا‘ پھل یا چائے وغیرہ کا انتظام کرنا بھی غیر اسلامی ہے‘ اور

اس سے اخراجات میں بھی خواہ مخواہ کا اضافہ ہوتا ہے۔ کھانے کے اوقات میں اگر تعزیت کے لیے کوئی مسافر یا دور دراز رہنے والا آ جائے تو اسے وہی پیش کیا جائے جو موجود ہے۔ بہت سے لوگوں کو اکٹھا کر کے انہیں بطورِ ثواب خصوصی طور پر تیار کروایا ہوا کھانا کھلوانا یا اس کے لیے اصرار کرنا منع ہے اور ”بدعت“ ہے۔

الفاظ کی احتیاط

مَا يَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيۡبٌ عَتِيۡدٌ o (ق:18)

”منہ سے نکلی بات کا ہر لفظ محفوظ کرنے کے لیے پاس ایک نگران تیار رہتا ہے“

ابو ہریرہؓ نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”بندہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے ایک بات زبان سے نکالتا ہے اور اسے وہ کوئی اہمیت بھی نہیں دیتا مگر اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے درجے بلند کر دیتا ہے۔ کوئی دوسرا بندہ ایک ایسا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے، وہ (بندہ) اسے کوئی اہمیت بھی نہیں دیتا لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں جا گرتا ہے“۔ (بخاری)

ابو ہریرہؓ نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”اللہ نے میری اُمت کو ایسے خیالات کی باز پرس سے سبکدوش فرما دیا ہے جو ان کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں، جب تک کہ وہ اس کو زبان سے نہ نکالیں یا اس پر عمل نہ کریں“۔

(متفق علیہ)

عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے، کسی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، ’ہم نشین کیسے ہوں؟ (کن لوگوں کی صحبت میں بیٹھیں؟)

آپ ﷺ نے فرمایا، ”جن کو دیکھ کر اللہ یاد آئے اور جن کی گفتگو سے تمہاری دینی معلومات میں اضافہ ہو اور جن کا عمل تمہیں آخرت یاد دلائے“۔ (بحوالہ صحیح ابنِ حبان)

بذریعہ ڈاک تعزیت کے لیے علامتی خط

سیّدنا معاذؓ بن جبل کا ایک بیٹا وفات پا گیا تو صحابہ کرامؓ کی طرف سے انہیں یہ تعزیتی خط لکھا گیا جو نمونے کے طور پر سب کے لیے مفید ہے :

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

یہ خط معاذؓ بن جبل کے نام ہے،

آپ پر سلامتی ہو! اللہ کا شکر اور اس کی حمد و تعریف ہم سب پر واجب ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ بھی اللہ کا شکر اور اس کی تعریف کریں۔

امّا بعد، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دے اور صبر دے اور ہمیں اور آپ کو شکر کی توفیق بخشے، ہماری اپنی جانیں اور مال اور بال بچے یہ سب اللہ عزوجل کی خوشگوار نعمتیں ہیں، یہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی رکھی ہوئی امانتیں ہیں۔ اور ایک مقررہ وقت تک ہم ان سے مسرت اور خوشی دیے جاتے ہیں اور ایک ایسے وقت میں (جسے اللہ ہی جانتا ہے) ان کے فوائد سے روک لیے جاتے ہیں۔ اس نے ان نعمتوں کے ملنے پر ہمارے لیے شکر اور آزمائشوں پر صبر لازم کر دیا ہے۔

پس آپ کا بیٹا بھی اللہ تعالیٰ کے خوشگوار عطیات اور رکھی ہوئی نعمتوں میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے رشک اور خوشی کی صورت میں نفع مند کیا اور بہت بڑے اجر کے بدلے میں آپ سے اُٹھا لیا۔ اب یہ اجر و ثواب دعا، رحمت اور ہدایت کی صورت میں ہے۔ یہ سب اللہ سے چاہتے ہوئے صبر کیجیے اور آپ کا جزع فزع کرنا کہیں اس ثواب کو ضائع نہ کر دے۔ جان رکھیے! بے صبری اور اضطراب نہ کسی کو واپس لوٹا سکتا ہے نہ اس سے غم دور ہو سکتا ہے اور جو حادثہ واقع ہو گیا وہ تو (مقدر میں) ہونا ہی تھا۔

والسلام

(طبرانی)

زیارتِ قبور

مدفون مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا اور استغفار کرنے کی نیت سے نیز آخرت اور اپنی موت کی یاد تازہ رکھنے کے لیے زیارتِ قبور کو جاتے رہنا جائز ہے۔ دنیا کے شب و روز کی مصروفیت میں انسان عموماً بھولا رہتا ہے کہ یہ بھی ایک ٹھکانہ ہے جہاں آخر سب کچھ چھوڑ کر آ رہنا ہے، یہی وہ مقامِ عبرت ہے جس کا نظارہ کرنے کے بعد انسان اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف سنجیدگی سے توجہ کرنے لگتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ قبرستان تشریف لے گئے تو وہاں قبر کے کنارے بیٹھ کر بہت روئے پھر صحابہ کرام ؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”بھائیو! اس دن کے لیے تیاری کرلو“۔ (سنن ابن ماجہ)

ایک اور موقع پر فرمایا:

”قبرستان کی زیارت دل کو نرم کرتی ہے، آنکھوں سے آنسو بہاتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے“۔ (مستدرک حاکم)

عورتوں کا قبرستان جانا

دنیا کی رغبت کم اور آخرت کا فکر زیادہ کرنے کی غرض سے عورتیں بھی کبھی کبھار قبرستان جا سکتی ہیں، بشرطیکہ وہاں صبر و استقامت کا مظاہرہ کریں اور آہ و بکا (چیخ و پکار) سے بچیں۔

سیّدنا انس ؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کو قبر پر روتے دیکھا تو فرمایا:

”اللہ سے ڈرو اور صبر کرو“۔ (بخاری)

عورتوں کے لیے زیارت قبور کی دلیل عبداللہ ؓ بن ابی ملیکہ کی بیان کی ہوئی اس حدیث سے ملتی ہے، کہتے ہیں، ”سیّدہ عائشہ ؓ ایک دن قبرستان سے تشریف لائیں۔ میں نے

دریافت کیا، ’’ام المومنین! آپ کہاں سے تشریف لارہی ہیں؟‘‘ فرمایا، ’’عبدالرحمٰن بن ابوبکر (اپنے بھائی کی قبر) سے‘‘۔ میں نے عرض کیا، ’’کیا رسول اللہ ﷺ نے زیارتِ قبور سے منع نہیں فرمایا تھا؟‘‘

آپؓ نے فرمایا، ’’لیکن بعد میں جانے کا حکم بھی دے دیا تھا‘‘۔ (سنن ابن ماجہ)

ایک اور روایت میں بھی سیّدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ:

’’رسول اللہ ﷺ نے قبرستان کی زیارت کی اجازت دے دی تھی‘‘۔ (سنن بیہقی)

سامانِ عبرت

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں جہالت کے اثرات زیادہ شدید تھے۔ عورتیں قبرستان جا کر چیخنے چلانے اور بین کرنے کے علاوہ بے شمار قسم کی مکروہات و بدعات کا شکار تھیں۔ اس لیے شروع میں بغیر کوئی گنجائش چھوڑے زیارتِ قبور پر مکمل پابندی لگا دی گئی۔ بعد میں جب لوگ اسلام کے احکامات کے پابند ہو گئے تو پھر کسی حد تک یہ پابندی اٹھا لی گئی تاکہ کچھ نہ کچھ عبرت کا سامان رہے، اس لیے کہ قبر والوں کے لیے دعا اور استغفار تو کہیں سے بھی ہو سکتی ہے، مگر آخرت کی یاد قبرستان جائے بغیر مشکل سے آتی ہے۔ حدیثِ رسول ﷺ ہے:

’’میں تمہیں زیارتِ قبور سے منع کرتا تھا، سو اب تم زیارتِ قبور کر لیا کرو، اس لیے کہ وہ تمہیں موت یاد دلائے گی‘‘۔ (مسلم)

ممنوعات

کثرت سے قبرستان جانا اور اسے تفریح اور وقت ضائع کرنے کی جگہ بنا لینا اور جیسے ہمارے ہاں رائج ہے پیری فقیری کا اڈہ بنا لینا یہ طرزِ عمل اسلام میں ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

’’اللہ کے رسول ﷺ نے کثرت سے قبرستان کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے‘‘۔ (ترمذی)

زیارت کی نیت سے سفر کرنا

قبرستان، مزار یا مقبرہ دور کی مسافت پر ہو تو اس کی زیارت کے لیے خصوصی سفر اختیار کر کے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

’’تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کے لیے (بغرض ثواب) سفر کا اہتمام نہ کیا جائے۔ مسجد حرام، میری یہ مسجد (مسجد نبوی ﷺ) اور مسجد اقصیٰ‘‘۔ (متفق علیہ)

ان تین مساجد کے علاوہ اگر کسی اور عبادت گاہ تک کے لیے سفر کی اجازت نہیں تو مزاروں یا ان پر ہونے والے میلوں ٹھیلوں میں شرکت کے لیے دور دراز کے علاقوں سے ’’زائرین‘‘ کا آنا اس حکم کے بالکل مخالف ومنافی ہے۔ لیکن نہایت افسوس کا مقام ہے کہ یہاں باقاعدہ شغل میلے کے طور پر ان ’’سالانہ عرسوں‘‘ کو نہ صرف پختہ رواج دیا جا رہا ہے بلکہ اس موقع پر مقامی تعطیل کا اعلان کیا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں قبروں کے اردگرد ڈھول اور دھمال کا اہتمام کرنا، چڑھاوے چڑھانا، قبر پر چادروں اور پھولوں سے سجاوٹ کرنا، خرید وفروخت کے لیے دکانیں اور کاروبار چمکانا، قوالی کا بندوبست، انواع واقسام کے طعام کی تیاری، اور پھر ان سب خلافِ شرع تقریبات کو ’’عرس‘‘ کا نام دینا، سب کا سب قطعاً غیر اسلامی ہے۔

دین یا رسم

دین کا مطالعہ کیے بغیر ان تمام رسومات کو دین کا حصّہ قرار دینے پر بضد رہنا ایک بڑی جہالت ہے اس پر مزید گناہ یہ کیا جاتا ہے کہ سمجھانے والے اہلِ علم کو بزرگوں اور زیارتوں کا ’’انکاری‘‘ (نہ ماننے والا) کہہ کر اسے ’’گنہگار‘‘ اور ’’بے دین‘‘ ہونے کا فتویٰ دے دیا جاتا ہے حالانکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے محبوب اور پیارے رسول محمد ﷺ، جن پر خود اللہ تعالیٰ اور فرشتے درود بھیجتے ہیں اور ہمیں بھی اس کا حکم دیا گیا ہے، ان تمام بزرگ ہستیوں سے اعلیٰ

وارفع مقام پر ہونے کے باوجود اپنی قبرِ مقدس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

’’ میری قبر کو میلہ نہ بنالینا اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بنالینا‘ تم جہاں سے بھی مجھ پر درود بھیجو‘ تمہارے درود مجھے پہنچائے جاتے ہیں‘‘۔ (مسند احمد)

(گھروں کو قبریں نہ بنالینے سے مراد ہے‘ اگر قبرستان میں عبادت کرنا اور تلاوت قرآن پاک کرنا منع کیا گیا ہے تو اس کے برعکس گھروں میں عبادت اور قرآن کی تلاوت کیا کرو)۔

قبروں کو عبادت گاہیں بنانے کی مذمت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے‘ انہوں نے اپنے انبیاء اور صالحین یعنی نیک بزرگوں کی قبروں کو مسجدیں (عبادت گاہیں) بنالیا ہے‘‘۔ (بخاری)

اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشادِ پاک جس موقع (حالت نزع) میں سنا گیا اس سے اس مسئلے کی نزاکت اور اس درپیش اندیشے کا اندازہ ہوتا ہے جو آپ ﷺ کو یہود و نصاریٰ کے اس قسم کے کردار کے پیشِ نظر اپنی امت کے بارے میں ہونے لگا تھا‘ کہ کہیں وہ بھی ایسی گمراہی میں نہ پڑ جائے جو انہیں شرک کی طرف لے جائے۔ یہی وجہ تھی کہ باوجود بیماری کی سخت تکلیف کے آپ ﷺ کا خیال بار بار ادھر ہی جا رہا تھا۔

ایک اور روایت کی رُو سے دعائے نبوی ﷺ ہے:

’’اے پروردگار! میری قبر کو بت نہ بنا دینا‘ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر لعنت کرے جو انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیتے ہیں‘‘۔ (مسند احمد)

ایک اور حدیثِ پاک سے مزید وضاحت ملتی ہے۔

’’ساری زمین مسجد (جائے عبادت) ہے، سوائے قبرستان اور حمام کے‘‘۔ (ابوداؤد)

قبرستانوں میں نماز اور قرآن

مذکورہ بالا احادیث سے قبرستان اور مزاروں کو عبادت گاہوں کا درجہ نہ دینے کا حکم سمجھ میں آجائے تو پھر وہاں نماز اور قرآن پڑھنے کی کراہت بھی سمجھ میں آجانی چاہیے۔ مزید وضاحت کے لیے کچھ اور احادیثِ رسول ﷺ ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”اپنی کچھ نمازیں گھر میں ادا کیا کرو اور گھروں کو قبرستان مت بناؤ“۔ (مسلم)

وضاحت : جس طرح قبرستان نماز سے خالی ہوتے ہیں، ویسے ہی گھروں کو نماز سے خالی مت کرو۔ فرض نماز مسجد میں اور کچھ سنتیں اور نوافل گھر میں بھی ادا ہونے چاہییں۔

(سنت نماز سے مراد رسول اللہ ﷺ کی نفل جو ہمارے لیے سنت نماز ہے)

سیّدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ”نبی ﷺ نے قبروں کے درمیان نماز ادا کرنے سے روکا ہے“۔ (طبرانی)

ابو مرثد غنویؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ”قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو اور نہ ہی قبروں پر بیٹھو“۔ (نسائی)

ابو موسیٰؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”جس گھر میں اللہ کی یاد ہوتی ہے اور جس گھر میں نہیں ہوتی وہ مثل زندہ اور مردہ کے ہے“۔ (مسلم)

اسی طرح قبرستانوں میں جا کر قرآن پاک پڑھنے کی بھی کوئی مثال سنتِ نبوی ﷺ سے نہیں ملتی، نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرامؓ یا اہل بیتؓ کو اس کی تلقین کی ہے، بلکہ فرمایا:

”اپنے گھروں کو قبرستان نہ بنالو، جس گھر میں سورۃ البقرہ کی تلاوت ہو وہاں سے شیطان بھاگتا ہے“۔ (مسلم)

قبروں کی تعظیم کا دائرہ کار

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ہمیں قبروں کی تعظیم کے سلسلے میں اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تعظیم کو شرکیہ رنگ دینے کی بجائے اسلام کی جائز حدود کا پابند رکھا جانا چاہیے' مثلاً :

قبر والے سے نہیں صرف اللہ سے مانگیں

دعا کرتے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں مگر رخ قبلہ کی طرف ہو' نہ کہ قبر کی طرف۔ کیونکہ دعا اللہ تعالیٰ سے مانگی جا رہی ہے' نہ کہ قبر والوں سے۔ اہل قبور تو خود بے بس اور زندوں کی دعاؤں کے محتاج' اور اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ کسی کی حاجت پوری کرنا یا اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے سفارش کرنا ان کے اختیار کی بات نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡا دُعَآءَ كُمۡ ج وَلَوۡ سَمِعُوۡا مَااسۡتَجَابُوۡا لَكُمۡ ط وَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكۡفُرُوۡنَ بِشِرۡكِكُمۡ ط وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثۡلُ خَبِيۡرٍ o (فاطر: 14)

"اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے' بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے اور تمہیں کوئی بھی اللہ تعالیٰ جیسا خبر دار خبریں نہ دے گا"۔

قُلِ ادۡعُوا الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ط لَا يَمۡلِكُوۡنَ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَمَا لَهُمۡ فِيۡهِمَا مِنۡ شِرۡكٍ وَّمَا لَهٗ مِنۡهُمۡ مِّنۡ ظَهِيۡرٍ o (سبا : 22)

''کہہ دیجئے! اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے (سب کو) پکار لو' نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے' نہ اس میں ان کا کوئی حصہ ہے نہ ان میں کوئی اللہ کا مددگار ہے''۔

قرآن الکریم میں بہت سے اور بھی مقامات پر ایسی آیات ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر والوں سے مانگنا سراسر شرک ہے۔

اسی حوالے سے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ملتی ہے:

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا، 'جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں'۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم نے مجھے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے؟ یہ کہا کرو: جو صرف اللّٰہُ وَحْدَہٗ چاہے''۔ (طبرانی)

بزرگوں کے نام کی قسمیں

کسی نبی یا بزرگ کی قبر پر دعا کرتے ہوئے ان کے نام یا اس جگہ کی قسم نہ کھائی جائے۔

سیدنا عمرؓ بن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جس نے اللہ کے سوا کسی دوسرے کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا''۔ (سنن ترمذی)

قبروں پر قربانی

قبروں پر جانور ذبح کرنا اور وہاں تقسیم کرنا درست نہیں ہے۔

سیدنا انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اسلام میں قبر پر جانور ذبح کرنا منع ہے''۔ (مسند احمد)

احترام کی حد

مسلمانوں کی قبروں کے درمیان جوتوں سمیت نہ چلا جائے۔

بشرؓ بن الحصاصیہ سے مروی حدیث ہے، ”میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چل تھا‘ کہ آپ ﷺ مسلمانوں کی قبروں کے پاس آئے‘ اچانک آپ کی نگاہ ایک ایسے آدمی پر پڑی جو قبروں کے درمیان جوتوں سمیت چل رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا، ”اے جوتوں والے! انہیں اتار دے“۔ اس نے دیکھا‘ اور جب معلوم ہوا کہ یہ آپ ﷺ ہیں، تو جوتے اتار کر پھینک دیئے“۔ (سنن ابی داوٗد)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ”اگر میں انگارے یا تلوار پر چلوں‘ یا اپنا جوتا پاؤں سے ٹانکوں (یعنی بہت تکلیف و مشکلات میں پڑوں) یہ کام مجھ کو زیادہ پسند ہیں نسبتاً اس کے کہ ایک مسلمان کی قبر پر چلوں اور قبروں کے بیچ میں یا بازار میں حاجت (پیشاب اور پاخانہ) کروں“۔ (ابن ماجہ)

قبروں پر بیٹھا نہ جائے

سیّدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

”تم میں سے کوئی آدمی انگارے پر بیٹھے اور وہ انگارہ اس کے کپڑے جلا دے اور اس کا اثر اس کی جلد تک پہنچ جائے اُس کے لیے یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی قبر پر بیٹھے“۔ (مسلم)

مقام طعام نہیں

زیارتِ قبور کے وقت کھانا پینا بھی قبروں کے احترام کے خلاف ہے۔

سنجیدہ رہیں

سخت دل لوگوں کی طرح زیارتِ قبور کے وقت ہنسی مذاق یا دنیاوی باتیں کرنا بھی قبرستان کی تعظیم کے خلاف ہے۔ ایسے مواقع پر خاموشی کے ساتھ مسنون طریقے سے صرف سلام اور دعائے مغفرت کی جائے اور اس جگہ اپنے آکر رہنے کو بھی یاد رکھا جائے۔

زیارت قبور کے وقت سلام و دعا

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدَّ یَارِ مِنَ الْمُوْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ، وَإِنَّآ اِنْ شَآ ءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ، اَنْتُمْ لَنَافَرَطٌ وَّنَحْنُ لَکُمْ تَبَعٌ، نَسْأَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَہ (مسند احمد)

’’اس گھر کے مومنو اور مسلمانو! تم پر سلام ہو، بیشک ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں، تم پہلے چلے گئے، ہم تمہارے بعد آئیں گے، ہم اللہ سے اپنے اور تمہارے لیے عافیت طلب کرتے ہیں‘‘۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الدِّ یَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِ مِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِیْنَ وَاِنَّآاِنْ شَآ ءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ (مسلم)

’’مومن اور مسلمان گھر والوں پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہم سے پہلے پہنچنے والوں اور بعد میں آنے والوں پر رحمت فرمائے اور ہم بھی اِن شاءاللہ تم سے آملنے والے ہیں‘‘۔

دعائے بخشش کی ممانعت

کافروں، مشرکوں، منافقوں اور فاسقوں کی نماز جنازہ یا ان کی قبر پر سلام اور دعائے استغفار کرنے کی مسلمانوں کو اجازت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ ط اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ فٰسِقُوْنَ o (التوبہ : 84)

’’اور آئندہ ان میں سے جو مرے اس پر نماز جنازہ بھی تم ہرگز نہ پڑھنا اور نہ کبھی اس کی قبر پر کھڑے ہونا، کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ مرے بھی اس حال میں کہ وہ فاسق تھے‘‘۔

سنن النسائی میں روایت ہے، سیدنا علیؓ فرماتے ہیں، ’’میں نے ایک آدمی کو اپنے مشرک

والدین کے حق میں استغفار کرتے سنا تو میں نے کہا، تم اپنے مشرک والدین کے حق میں استغفار کر رہے ہو؟'' اس نے جواب میں کہا، 'سیّدنا ابراہیمؑ نے اپنے مشرک والدین کے حق میں دعا نہیں کی تھی؟' میں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْآ اُوْلِیْ قُرْبٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّھُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ o وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاھِیْمَ لِاَبِیْہِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَۃٍ وَّعَدَھَآ اِیَّاہُ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗٓ اَنَّہٗ عَدُوٌّ لِّلّٰہِ عَدُوٌّ لِّلّٰہِ تَبَرَّاَ مِنْہُ ط اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ لَاَوَّاہٌ حَلِیْمٌ o (التوبہ:113,114)

''نبی (ﷺ) کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے، زیب نہیں دیتا کہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں، چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جبکہ ان پر یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں۔ ابراہیمؑ نے اپنے والد کے لیے جو دعائے مغفرت کی تھی تو اس وعدے کی وجہ سے تھی جو انہوں نے اپنے والد سے کیا تھا مگر ان پر جب یہ بات کھل گئی کہ ان کا باپ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے زار ہو گئے، حقیقتاً ابراہیم بڑے رقیق القلب، خداترس اور بردبار آدمی تھے''۔

قبل اسلام فوت شدہ

قبل اسلام وفات پا جانے والے عزیزوں کی زیارتِ قبور کی کیا صورت ہوگی؟ نیز اسلام کے ظہور کے بعد تمام ادوار میں نومسلم لوگوں کی طرف سے یہ سوال خصوصی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ اس سلسلے میں سیّدنا ابو ہریرہؓ سے بیان کردہ ایک حدیثِ پاک ہے:

''نبی کریم ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے، خود بھی روئے اور گردوپیش کو بھی رلا دیا، پھر فرمایا، ''میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے حق میں استغفار کی اجازت چاہی، لیکن نہ ملی، پھر زیارتِ قبر کی اجازت چاہی تو اجازت مل گئی، چنانچہ قبروں کی زیارت کرتے رہا

کرو، یہ موت یاد دلاتی ہیں“۔ (مسلم)

مقاماتِ عبرت

ظالموں کی قبروں اور عذاب والے مقامات سے گذر رہو تو تیزی سے گذر جانا مسنون ہے، اس کے ساتھ ہی اللہ کے ان نافرمانوں کی تباہ و بربادی پر عبرت کی نگاہ ڈالتے ہوئے رنجیدہ ہونے اور خود پر رقت طاری کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: (جبکہ وہ قوم ثمود کے تباہ شدہ مقامات حجر وغیرہ کے پاس سے گذر رہے تھے) کہ ”ان عذاب میں گرفتار لوگوں کے پاس سے روتے ہوئے گزرو۔ اور اگر تم روتے نہیں ہو تو ان پر سے مت گزرو۔ کہیں تم پر بھی عذاب نہ آجائے جس طرح ان پر عذاب آیا“۔ (بخاری)

دوسری روایت ہے کہ نبی ﷺ جب حجر کے مقام سے گذرے تو فرمایا:

”ظالموں کے مسکنوں میں (جہاں ظالم قومیں عذاب کا شکار ہوئیں) داخل نہ ہونا مگر روتے ہوئے کہیں تم پر بھی وہی عذاب نہ پہنچے جس میں وہ مبتلا ہوئے“۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک ڈھانپ لیا اور سواری کو تیز چلایا، یہاں تک کہ آپ ﷺ عذاب والی وادی سے گذر گئے۔ (مسلم)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

.. اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ط وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءً ا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ج وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ o (الرعد: 11)

”حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ ان (خرابیوں) کو خود نہ سدھارے جو اس میں ہیں، اور جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا ارادہ کر لے تو پھر کوئی اس کا ٹالنے والا نہیں اور نہ ہی تب ان کا اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی مددگار ہو سکتا ہے“۔

نبی ﷺ نے فرمایا، ”...اللہ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب اسے پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں“۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت

مدینہ منورہ جانے والوں کو دو بڑی سعادتیں نصیب ہوتی ہیں:

1) مسجدِ نبوی ﷺ میں نماز

مسجد نبوی ﷺ میں نہایت ادب و احترام کی کیفیت لیے داخل ہوں۔ جماعت تیار ہے، تو شامل ہو جائیں ورنہ پہلے دو رکعت نماز تحیّۃ المسجد (مسجد میں داخل ہونے کی دو رکعت نماز نفل) پڑھ لیں۔ یہ نماز مسجد نبوی ﷺ میں کسی بھی جگہ ادا ہو سکتی ہے البتہ بہتر ہے کہ روضہ شریف (ریاض الجنۃ) میں ادا کی جائے، لیکن ہجوم کی وجہ سے جگہ نہ مل سکے تو مسجد کے کسی بھی حصّہ میں پڑھنا باعثِ سعادت ہے۔ (بحوالہ مسلم)

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”میری اس مسجد میں نماز کا ثواب باقی مساجد کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ ہے، سوائے مسجد حرام کے“۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ کے منبر مبارک اور قبر شریف (سیدہ عائشہؓ کا حجرہ) کے درمیان کی جگہ ”روضۃ الجنۃ“ کہلاتی ہے۔

2) رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر حاضری

مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کے بعد نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کرنا مستحب ہے، لیکن واجب یا سنت کے درجہ پر نہیں ہے۔ سلام کے لیے خاموشی سے چلتے ہوئے قبر شریف کے سامنے جا کھڑے ہوں اور آہستہ آواز سے یوں کہیں:

اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ (بحوالہ بیہقی)

نبی کریم ﷺ کو سلام کے بعد ان کے صاحبان (ساتھیوں) کو بھی سلام کہنا چاہیے۔

نافعؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ جب بھی کسی سفر سے واپس آکر مسجد تشریف لاتے تو نماز تحیّۃ المسجد ادا کر کے قبرِ رسول کریم ﷺ پر حاضر ہوتے اور انہیں سلام کہنے کے

بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ کو بھی انہیں الفاظ میں سلام کہتے (یہ دونوں اصحابؓ بھی یہیں قریب مدفون ہیں۔ (بحوالہ بیہقی)

رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر سلام کہنے کے بعد درود شریف بھیجنا بھی مستحب ہے۔
(یاد رہے! درود شریف بھی ایک دعا ہے اور دعا کے لیے قبر کی طرف رخ کی بجائے قبلہ رخ ہوں)

> ### نبیوں کا مقامِ وفات ہی ان کا مقامِ دفن ہوتا ہے
>
> سیّدہ عائشہؓ فرماتی ہیں، ”اللہ کے رسول ﷺ کی وفات ہوئی تو لوگوں میں آپ ﷺ کے دفن سے متعلق مختلف آراء زیرِ غور تھیں۔
>
> پھر سیّدنا ابوبکرؓ نے کہا، ”میں رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سن کر بھولا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کا اسی جگہ دفن کیا جانا پسند فرماتے ہیں، جہاں ان کی روح قبض کر لیتے ہیں“۔
>
> پھر رسول اللہ ﷺ کو اسی جگہ دفن کیا گیا، جہاں ان کے بستر کی جگہ تھی۔ (ترمذی)

کعبؓ بن عجرہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا، ”یا رسول اللہ! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ ہمیں معلوم ہے، آپ پر درود کیسے بھیجا جائے؟“۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. (بخاری)

”اے اللہ! رحمت نازل فرمائیے، محمد (ﷺ) پر اور ان کی آل پر جیسے کہ رحمت نازل فرمائی آپ نے ابراہیم (علیہ السلام) پر اور ان کی آل پر، بیشک آپ ہی تعریف کے مستحق، بڑی بزرگی والے ہیں۔
اے اللہ! برکت نازل فرمائیے، محمد (ﷺ) پر اور ان کی آل پر جیسے کہ برکت نازل فرمائی آپ نے ابراہیم (علیہ السلام) پر اور ان کی آل پر، بیشک آپ ہی تعریف کے مستحق، بڑی بزرگی والے ہیں“۔

رسومات و بدعات

بدعت کیا ہے؟

بدعت لفظ بَدَعَ سے ہے۔ جس کا معنی ہے اضافہ' نیا یا انوکھا پن۔ دین میں کوئی ایسا نیا طریقہ یا رسم یا کام ثواب کی غرض سے یا نیکی کا کام سمجھ کر شامل کر لیا جائے اور اسے ضروریاتِ دین کا لازمی حصّہ سمجھ لیا جائے جس کی دلیل قرآن وسنت سے نہ ملتی ہو' اس کو ''بدعت'' کہتے ہیں۔

ہمارے ہاں بدعات کی اکثریت کا تعلق ایسی خود ساختہ رسومات سے ہے جو آباؤ اجداد اور غیر مسلم اقوام کی تقلید میں اپنائی گئی ہیں اور اگرچہ وہ بطور ثواب تو نہیں رواج پا رہیں مگر وہ بھی قرآن وسنت کی تعلیمات، اسلامی روایات اور دینی تقاضوں کے عین برخلاف ہیں۔

دین اسلام ایک مکمل دین ہے۔ نئی شریعت ایجاد کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام کو ناقص سمجھا گیا' یا پھر یہ مطلب ہوا کہ وحی کے نزول کے وقت' معاذ اللہ' اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں تھا کہ اس کام میں ثواب ہے اور اب لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اس میں ثواب ہے یا پھر اللہ تعالیٰ کو تو معلوم تھا کہ اس میں ثواب ہے مگر وہ بتانا نہیں چاہتا تھا یا معاذ اللہ بھول گیا یا پھر یہ سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ معاملہ بتایا تھا مگر معاذ اللہ' رسول اللہ ﷺ سمجھے نہیں یا پھر سمجھنے کے بعد امت کو بتانا بھول گئے یا یہ کہا جائے کہ معاذ اللہ' صحابہ کرامؓ نے اس دین کو پوری طرح آگے نہیں پہنچایا' یا خود اس پر عمل نہیں کیا اور ہمارے علماومشائخ کو اب سمجھ آیا ہے یا انہیں کوئی نیا الہام ہوا ہے۔

اگر ایسی کوئی بات نہیں تو پھر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے یہ مقابلہ اور یہ بغاوت کیسی!

ایسے لوگ دراصل (1) عقیدہ کی کمزوری (2) علم کی کمی خصوصاً دینی کم فہمی اور (3) اور غلط راہنمائی کی وجہ سے خود ساختہ رسومات و بدعات کو بڑی ڈھٹائی سے دین ہی کا حصہ سمجھتے رہتے ہیں اور اسی اساس پر عام مسلمانوں کے درمیان اختلافات اور فرقہ واریت کو پروان چڑھانے کا سبب بنتے ہیں۔ قرآن وسنت سے دُوری اور دینی جہالت اس اچھے بھلے باشعور اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے کو بھی حقائق سے قریب نہیں ہونے دیتی اور وہ نسل در نسل حقائق جانے بغیر گمراہیوں میں بھٹکتے چلے جاتے ہیں۔ مندرجہ ذیل حدیث مبارک میں یہی بات ہمیں نہایت خوبصورت اور صاف طریقے سے واضح کر دی گئی ہے:

’’سب حدیثوں سے بہتر حدیث (کلام/ بات) اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور سب طریقوں سے بہتر طریقہ (سنت) محمد (ﷺ) کا طریقہ ہے اور سب کاموں سے بُرا کام دین میں کوئی نیا کام (بدعت) نکالنا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے‘‘۔ (مسلم)

وعید و مذمت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

یا ٓیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّ مُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ
وَا تَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ o (الحجرات :1)

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مت آگے بڑھو اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے
اور ڈرو (اس معاملہ میں) اللہ سے بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے‘‘۔

اَفَغَیْرَ دِ یْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْ نَ.....(اٰل ِعمران : 83)

’’کیا بھلا وہ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہیں؟‘‘

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِ سْلَا مِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ ج وَ ھُوَ
فِی ا لْاٰ خِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِ یْنَ o (اٰل ِعمران : 85)

”جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ
کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اُٹھانے والوں میں ہوگا“

غیر دینی افعال کو جانتے بوجھتے دین کا حصہ سمجھ لینا یا جو کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نہ بتایا ہو اس کو ان کی طرف منسوب کر لینا، اس پر قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث میں بھی سخت وعید آئی ہے۔

جہنم میں ٹھکانہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَالَّذِیۡنَ کَذَّ بُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَاسۡتَکۡبَرُوۡا عَنۡهَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّار ج
هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوۡ
کَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ط (الاعراف :36,37)

”اور جو لوگ ہمارے ان احکامات کو جھٹلائیں اور ان سے تکبر کریں گے وہی لوگ آگ والے ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ سو اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے“۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس نے مجھ پر جانتے بوجھتے جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے“۔ (متفق علیہ)

بائیں راستہ کے لوگ

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَمَاۤ اٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ ق وَمَا نَهٰکُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا ج (الحشر: 7)

”رسول جو حکم تم کو دیں اس کو مان لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو“۔

بدعت پر ایک خطبہ دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’یوم حساب میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا اور انہیں بائیں راستہ کی طرف ڈال دیا جائے گا‘۔ میں کہوں گا، ’’میرے رب! یہ میرے ساتھی ہیں‘‘۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

’’تم نہیں جانتے انہوں نے تمہارے بعد دین میں کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں‘‘۔ (بخاری)

توبہ اور بدعت

رسول اللہ ﷺ نے ایک اور موقع پر فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ بدعتی کی توبہ قبول نہیں کرتا‘ جب تک کہ وہ اپنی بدعت کو چھوڑ نہ دے‘‘۔ (طبرانی)

فرائض و نوافل نا قبول

سیدنا علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ’’مدینہ عائر (پہاڑ) سے لے کر فلاں مقام (ثور) تک حرم ہے، اور جو کوئی (دین میں) نئی بات نکالے یا نئی بات نکالنے والے کو جگہ دے گا اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی پھٹکار۔ نہ اس کا فرض قبول ہوگا نہ نفل...‘‘۔ (بخاری)

بدعت کیونکر شروع ہوتی ہے؟

دین کے علم کو لوگوں تک نہ پہنچانا اور سیدھے سادے دین میں سختی اور کج روی پیدا کر کے اسے بگاڑنا، بدعت کا سبب بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’اللہ دین کا علم بندوں سے چھین کر نہیں اٹھائیں گے بلکہ عالموں کو اُٹھا کر علم کو اُٹھا لیں گے۔ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار (پیشوا) بنالیں گے اور انہی سے معاملات پوچھیں گے۔ وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے‘‘۔ (بخاری)

ایک اور موقع پر فرمایا، ’’اللہ تعالیٰ کو وہ دین پسند ہے جو سچا، سیدھا اور آسان ہو‘‘۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”وہ زمانہ قریب ہے جب مسلمان کا بہتر مال بکریاں ہوں گی اور وہ ان کو پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کے مقام پر چراتے ہوئے (دنیاوی) فتنوں سے اپنا دین بچاتا پھرے گا“۔ (بخاری)

اِفتراقِ اُمّت

بدعت اسلامی معاشرے میں پھیلنے والی بہت سی برائیوں کی جڑ ہے ان میں سرفہرست برائی فرقہ واریت ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”متفرق ہوگئے یہود اکہتّر (71) یا بہتّر (72) فرقوں پر اور نصارٰی بھی اسی طرح اور ہوجائے گی میری اُمت تہتّر (73) فرقے“۔ (ترمذی)

دوسری روایت میں یوں اضافہ ہے: ”جس طریقے پر میں اور میرے اصحاب ہیں اسی پر چلنے والے جنت میں جائیں گے اور جو نیا راستہ نکال کر چلیں گے، وہ جہنم میں جائیں گے“۔ (ترمذی)

عمل جاریہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”...جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ اپنایا‘ (ایسا عمل کیا جسے لوگ چھوڑ چکے تھے) اس کے لیے اس کا اپنا بھی اجر ہوگا اور اس آدمی کا بھی اجر جو بعد میں اس پر عمل کرے گا۔ بعد میں کرنے والوں کے اجر میں کمی بھی نہیں ہوگی۔ اور جس نے اسلام میں برا طریقہ ایجاد کیا اسے اپنا گناہ بھی ملے گا اور بعد میں اس پر عمل کرنے والوں کا بھی اور بعد میں کرنے والوں کے گناہ میں کمی بھی نہیں ہوگی‘ پھر نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی :

وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ط (یٰسٓ : 12)

”جو کچھ (اعمال) لوگ آگے بھیجتے ہیں وہ سب ہم لکھ رہے ہیں اور جو کچھ
آثار انہوں نے پیچھے چھوڑے (وہ بھی ثبت کر رہے ہیں)...“۔ (مسلم)

بدعات ہی بدعات

کفر اور شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ 'بدعت' ہے، دین کے نام پر شامل کیے گئے (غیر اسلامی) رسوم و رواج میں سے نوے فیصد کا تعلق صرف جنازے کے مسائل سے ہے جن کا سلسلہ بیماری سے شروع ہو کر مرنے تک اور بعد ازاں زیارت قبور اور پھر ''برسیوں'' تک جا پہنچا ہے ان رسومات و بدعات کی ہر علاقے' قبیلے اور برادری کے مزاج اور ماحول کے حوالے سے ایک لمبی فہرست ہے۔ یہاں مرحلہ وار ان رسومات میں سے کچھ کا مختصراً ذکر کیا جا رہا ہے:

بیماری میں بدعات اور غیر اسلامی رسومات

☆ بیماری کی حالت میں خاکِ شفا' منکے' تعویز' دھاگے وغیرہ حاصل کرنے کے لیے ''زندہ پیروں'' کے پاس جانا۔

یہ لوگ جن کی اکثریت علمِ دین سے ناواقف ہوتی ہے ان سادہ لوح عوام کو فوت شدہ بزرگوں کے نام کی نذر' نیاز اور چڑھاوے وغیرہ دینے پر مجبور کرتے ہیں۔ بیشتر خانقاہوں' مقبروں' مزاروں وغیرہ پر یہ لوگ مجاور بنے بیٹھے نظر آتے ہیں۔ یہاں مریضوں کو لا کر 'حاضری' دلائی جاتی ہے جسے 'زیارتیں کرانے' کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

☆ بعض دفعہ مرگی اور پاگل پن کے مریضوں کو یہاں لوہے کی زنجیروں سے باندھ کر ان پر تشدد کیا جاتا ہے اور اسے جنات نکالنے کا علاج سمجھا جاتا ہے، جو سراسر ظلم اور غیر اسلامی طرز عمل ہے۔ اسی طرح مریضوں کو بغرض علاج ناقابلِ برداشت دھونی دینا' اور کوٹھریوں میں بند رکھنا' چلّے کاٹنا' پیروں کے نام پر چھوڑے ہوئے مخبوط الحواس بچوں سے مریضوں کو پٹوانا اور جس کو بچہ زچ ہو کر زیادہ مارے، اس کے لیے گمان کرنا کہ اس 'اللہ والے' کی زیادہ مار سے یہ مریض زیادہ جلدی صحت یاب ہوگا۔

علاوہ ازیں ان زیارتوں پر ہر قسم کے مریضوں کو خواہ ان میں بستر سے اٹھنے کی بھی سکت نہ ہو' سلام کروانے لانا تاکہ وہ فوت شدہ ''بزرگوں کی دعا'' سے صحت یاب ہو جائیں۔

☆ چھوٹے ناتواں بچوں کو مزاروں کے درختوں کے نیچے طواف کروا کر انہیں کئی دن تک جوتیوں کے پلڑے کے برابر تولنا' پھر اس بچے کی قمیض مزار پر پھینک آنا' سوکھے کے مریض کا ایک اور علاج یہ کہ' اناج سے بھرا ہوا تھیلا دریا کے کنارے گیلی سطح کے نیچے دبا آنا اور عقیدہ رکھنا کہ جیسے جیسے اس میں دانے پھولیں گے' بچے کا کمزور جسم صحت مند ہوتا جائے گا۔

☆ جس عورت کے بچے پیدائش کے بعد فوت ہو جاتے ہوں' اس کا منت ماننا کہ اب بچہ ہوگا تو میں اتنے سال تک اسے مانگ کر کپڑے پہناؤں گی تاکہ وہ زندہ بچ جائے۔

☆ اسی طرح بانجھ مردوں کی بیویوں کا یا خود بانجھ عورتوں کا ایسے مزاروں پر جانا جن کے بارے میں مشہور کر دیا گیا ہو کہ وہاں حاضر ہونے / سلام کرنے سے اولاد جیسی نعمت ملتی ہے۔ ایسے مزاروں کے پاس درختوں کے نیچے جھولیاں پھیلا کر کھڑے ہو جانا کہ جھولی میں پتہ گرے گا تو اولاد ہوگی اور اس مقصد کے لیے گھنٹوں کھڑے رہنا۔

☆ مزاروں اور قبروں کی مٹی لا کر اسے متبرک اور باعثِ شفا سمجھ کر پاس رکھنا۔

☆ مزاروں پر پڑے مخصوص پتھروں کو اٹھا کر جسم پر درد کے مقامات پر رگڑنا۔

☆ مزاروں پر جلنے والے چراغوں سے تیل لے کر جسم کے تکلیف زدہ حصوں پر لگانا۔

یہ اور اس قسم کی دوسری بے شمار غیر اسلامی حرکات ہمارے ملک کے تقریباً ہر علاقے میں بڑی عقیدت و احترام سے شفاء کی خاطر اپنائی جاتی ہیں۔

میت کی بدعات

☆ بیمار کی موت واقع ہو جانے پر لواحقین کا میت کے گرد بیٹھ کر بلند آواز سے نوحہ کرنا۔

☆ جب تک میت گھر میں ہو، 14 بار سورۃ البقرہ پڑھنا۔ (بے پناہ فضائل والی اس سورۃ کو اس موقع پر اس گنتی کے ساتھ مخصوص کر لینا جبکہ کسی صحیح حدیث سے تو درکنار کسی ضعیف حدیث سے بھی اس کی کوئی دلیل نہیں ملتی، لہٰذا یہ بدعت بن جاتی ہے)

☆ میت کی چارپائی کے نیچے سرہانے کی طرف کچے چاول یا گندم رکھنا اور دفنانے کے بعد اسے خیرات کرنا۔

☆ بیوی کے فوت ہونے پر خاوند کے لیے بیوی کو غیر محرم قرار دینا۔ اور اسی طرح خاوند کے فوت ہو جانے پر بیوی کو میت کے پاس نہ آنے دینا اور نہ ہی دیکھنے دینا۔

غسل کی بدعات اور غیر اسلامی رسومات

☆ میت کے غسل کے وقت دعائیں، نعتیں یا کوئی اشعار وغیرہ پڑھنا۔

☆ میت کو دو بار غسل دینا۔

☆ کسی خاص علاقے یا جگہ کی مٹی کو متبرک سمجھ کر اسے غسل کے وقت استعمال کرنا۔

کفن کی بدعات اور غیر اسلامی رسومات

☆ کفن پر آیات و پاکیزہ کلمات لکھنا یا ان کو کاغذ یا کپڑے پر لکھ کر میت کے سینے پر رکھنا۔

☆ کفن آب زم زم میں بھگونا۔

☆ میت دُلہا یا دلہن ہے یا عنقریب شادی ہونے والی تھی تو کفن کی بجائے شادی کے لباس میں یا سہرا باندھ کر دفنانا۔

جنازہ کی بدعات اور غیر اسلامی رسومات

☆ جنازہ کو پھولوں سے یا قرآنی آیات لکھی ہوئی چادروں سے سجا کر لے جانا۔

☆ کسی مخصوص رنگ کی مثلاً کالی یا سبز چادر ہی جنازہ پر ڈالنا۔

☆ فوٹوگرافی کرنا۔

☆ اس موقع پر صدقہ وخیرات کا اہتمام کرنا۔

☆ گھر کے دروازہ سے جنازہ نکالتے ہوئے قرآن پاک کا سایہ کرنا۔

☆ جنازے کو فوت شدہ خاندانی پیروں کے مزاروں کے گرد طواف کروانے لے جانا۔

☆ جنازے کو لے جاتے ہوئے راستہ میں کلمہ شہادت بلند آواز سے پڑھنا یا اس کے پڑھانے کے لیے صدا لگانا۔

☆ جنازہ کے ساتھ سات پھل، مٹھائی، خشک میوے وغیرہ لے جا کر قبر پر تقسیم کرنے کی رسم کرنا۔

☆ فوٹوگرافی کرنا۔

نماز وحشت ادا کرنا

☆ بیشتر گھرانوں میں میت کو تدفین کیلئے لے جانے کے بعد گھر کے باقی ماندہ افراد جن میں اکثریت خواتین کی ہوتی ہے ’نماز وحشت‘ ادا کرتے ہیں جس کی کوئی دلیل قرآن یا سنت سے نہیں ملتی۔ یہ دو رکعت نماز مرنے والے کیلئے دوریِ وحشتِ قبر کے طور پر ادا کی جاتی ہے۔ گھر کی بڑی بوڑھیاں اس کا اہتمام کرتی ہیں اور دیگر افراد یہ بدعتی رسم ان کی تابعداری میں ادا کرتے ہیں۔ (نوافل کو نمازِ وحشت کے طور پر مخصوص کرنے کی بجائے غم میں واستعینو بالصبر والصلوٰۃ کی نیت سے پڑھنا چاہیے)۔

دفن کی بدعتیں اور غیر اسلامی رسومات

☆ تدفین کے وقت میت کے سینے پر ’عہد نامہ‘ رکھنا۔ یہ ایک کاغذ پر لکھے ہوئے کچھ پاکیزہ کلمات ہوتے ہیں جنہیں قبر میں میت کے ساتھ رکھ کر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے میت ہر طرح کے دکھ اور عذاب سے محفوظ رہے گی۔

☆ دفن کرتے وقت قبر میں میت کے سر کے نیچے کوئی نرم چیز رکھنا۔

☆ تدفین کے بعد قبر پر اذان دینا۔ میت دفن کرنے کے بعد چند افراد قبر کے نزدیک کھڑے ہو کر باری باری اذان دیتے ہیں' اس کی خود ساختہ حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب مردہ قبر میں اذان سنے گا تو نماز کی تیاری کرے گا' اور یوں اس تیاری کے سبب منکر و نکیر کے سوالات وغیرہ کے مراحل سے بآسانی گزر جائے گا۔

قبر کی بدعات اور غیر اسلامی رسومات

☆ پختہ قبریں بنوانا اور انہیں قیمتی سنگ مرمر سے مزین کروا کر ان پر کتبے معہ شجرہ نسب اور شعر و شاعری کے نصب کروانا۔

☆ قبر کے پاس روشنی کا بندوبست کرنا۔ نیز چراغ اور موم بتیاں جلانا۔

☆ قبر کے قریب کسی آدمی کو اجرت پر بہت دنوں تک قرآن پاک کی تلاوت کے لیے بٹھا دینا۔

☆ ثواب اور مغفرت کی غرض سے قبروں پر قرآنی آیات والی چادریں بچھانا۔

☆ مرنے والے کے ساتھ اپنی محبت و عقیدے کے طور پر قبر پر پھول پتیاں بکھیرنا' اور اس تعلق کے اظہار کے لیے قبر کو بوسے دینا' اور ماتھا' رخسار یا جسم کو قبر سے لگانا۔

☆ قبروں کی طرف منہ کر کے دعائیں مانگنا۔

☆ قبروں پر نماز پڑھنا یا کوئی اور عبادت کرنا۔

☆ قبر والے کو سجدہ کرنا یا قبروں کا طواف کرنا۔

☆ کسی نبی' ولی یا بزرگ کی قبر پر دعاء کرتے ہوئے ان کے نام کی قسم کھانا' نیز ان کی قبروں کو وسیلہ بنا کر دعا مانگنا۔

☆ اپنی حاجتیں پوری کروانے کی درخواستیں لکھ کر مزاروں پر ڈال آنا۔

☆ مسجد میں قبر یا مزار بنانا۔

☆ قبروں اور مزاروں پر کھانے کے چڑھاوے چڑھانا‘ قبر پر روپے پیسے ڈال آنا۔

☆ مدفون لوگوں کے لیے دعائے مغفرت کرنے اور خود عبرت حاصل کرنے کی بجائے قبروں پر ’’حاضریاں اور زیارتیں‘‘ کرنے جانا اور وہاں بزرگوں کے ناموں کی نذر‘ نیازیں اور منتیں ماننا۔

☆ قبروں پر میلے یا عرس وغیرہ لگانا۔

☆ قبر پر صدقہ خیرات تقسیم کرنا۔

☆ مزاروں اور قبروں پر جانور ذبح کرنا۔

☆ وہاں بال‘ دھاگے‘ رنگ برنگے کپڑے اور جھنڈے وغیرہ لگانا۔

☆ عرقیات وغیرہ سے مزاروں کی دھلائی کرنا۔

☆ مخصوص دنوں کو زیارت قبور کے لیے مقرر کرنا۔

☆ قبر پر اگر بتیاں وغیرہ جلانا یا خوشبو ملنا۔

☆ زیارت قبور کے بعد الٹے پاؤں واپس پلٹنا۔

☆ ڈھول دھمالوں کے ساتھ جلوس کی شکل میں چادریں‘ جھنڈے اور سجی ہوئیں ’’ڈالیاں‘‘ لے کر مزاروں پر جانا۔

روح سے متعلق بدعات اور غیر اسلامی رسومات

☆ یہ عقیدہ رکھنا کہ مرنے والے کی روح چالیس روز تک گھر آتی ہے‘ اس وجہ سے چالیس راتیں اپنے گھر میں روشنی جلائے رکھنا۔

☆ اسی ضعیف عقیدہ کے زیر اثر مرنے والے کے لیے سات پھل‘ سات خشک میوے اور مٹھائیاں وغیرہ قبر پر لے جا کر تقسیم کرنا۔

☆ مرنے کے بعد روح کو ثواب پہنچانے کے لیے قبروں کے کسی مجاور وغیرہ کا کھانا لگوا

دینا، اور گھر والوں کا مسلسل چالیس روز تک بہترین اور مرغن کھانا پکا کر اسے بھجوانا۔

(اس موقع پر ایک اور عجیب قسم کی توہم پرستی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے وہ یہ کہ کھانے میں ہر چیز فقط ایک عدد ہی دی جائے۔ اس سے زیادہ دے دیا تو خاندان میں کسی دوسرے فرد کی موت واقع ہو جائے گی)

ایصالِ ثواب کی بدعات اور غیر اسلامی رسومات

میت کے ایصالِ ثواب کی غرض سے بے شمار غیر مسنون کام کیے جاتے ہیں، جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا مثلاً:

☆ مخصوص دنوں، مخصوص اوقات اور مخصوص انتظامات کے ساتھ مرنے والے کے گھر میں جمع ہونا۔

☆ ان اجتماعات پر بڑے بڑے کھانوں کا بندوبست کرنا۔

☆ ان موقعوں کے نام یہ ہیں: سوئم/ قل، فاتحہ خوانی، ختم دلانا، جمعراتیں، ساتواں، دسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ۔ اس کے علاوہ وفات کے بعد آنے والی پہلی عیدیں اور شعبان، رمضان بھی ان سلسلوں میں شامل ہیں۔

☆ ان تمام ایام میں بدعت کے کھلم کھلا مظاہرے شروع ہو جاتے ہیں، بعض بدعتی امور خود میت کے اہل و عیال اپنے طور پر ادا کرتے ہیں، اور اکثر اوقات یہ رسومات تعزیت کے لیے آنے والے ''خیر خواہوں'' کے مشورے پر ثواب جان کر ادا کی جاتی ہیں، بلکہ بسا اوقات مرنے والا زندگی میں خود بھی ایسی غیر مسنون رسومات ادا کرنے سے متعلق وصیت چھوڑ جاتا ہے مثلاً:

''میرے مرنے کے بعد مالِ وراثت میں سے ان مخصوص دنوں اور تہواروں وغیرہ پر ختم دلاتے رہنا، یا میری طرف سے فلاں مزار پر چادر چڑھایا کرنا وغیرہ''۔

دین کے حوالے سے ایصالِ ثواب کی ان محفلوں کی حقیقت و حیثیت کیا ہے؟ یہ معلوم کرنے کی زحمت نہیں کی جاتی۔ ان بدعتی مشغلوں کو اپنانے والے افراد میں سے اکثریت کا مقصد صرف دکھاوا اور تمام رشتہ داروں میں سرخروئی اختیار کرنا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ برادری میں ناک بچانے کی خاطر قرض بھی لینا پڑے تو اس سے بھی گریز نہیں کیا جاتا خصوصاً غریب طبقے کو مہنگائی کے دور میں جینا تو دشوار تھا ہی اب مرنا بھی دشوار نظر آنے لگتا ہے۔

دل کا فتویٰ

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، ”(واضح احکامات کے علاوہ) ہر کام کے لیے اپنے دل سے بھی فتویٰ لیا کرو۔ جس بات پر دل مطمئن ہو وہ جائز ہے اور جس پر دل نہ ٹھکے، قلب میں خلش ہو تو اس سے بچو خواہ لوگ تمہیں جواز ہی کا فتویٰ دے دیں“۔ (احمد)

اہم ترین رسم ”چالیسواں“

☆ میت کے ایصالِ ثواب کے طور پر ادا کی جانے والی رسومات میں سب سے بڑی اور اہم رسم چالیسواں یا چہلم ہے۔ یہ دن وفات سے 40 روز بعد باقاعدہ منایا جاتا ہے‘ اور اس میں لوگوں کو باقاعدہ مدعو کیا جاتا ہے (اخبارات میں اشتہار لگوانے کے علاوہ نہ صرف اب دعوتی کارڈز بھی تقسیم ہونے لگے ہیں‘ بلکہ اس اجتماع کے لیے بسا اوقات شادی ہال بھی بک کرایا جاتا ہے)۔

☆ گذشتہ چالیس دنوں کے دوران مرحوم کے قرابت داروں اور مولوی صاحب نے جتنے قرآن پاک مرحوم کے ایصالِ ثواب کی غرض سے ”ختم“ کیے، انہیں با آوازِ بلند ساری برادری کے سامنے مرنے والے کی روح کو ہدیتاً پیش کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔

☆ گٹھلیوں پر پڑھنے کا جو سلسلہ سوئم سے شروع ہوا تھا اب اختتام کو پہنچتا ہے۔

- ☆ چہلم پر مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لیے جو جوڑے کپڑے وغیرہ بنوائے گئے تھے وہ باقاعدہ عزیزوں کو دکھا کر خیرات کیے جاتے ہیں۔
- ☆ اس کے بعد پر تکلف کھانا تمام مہمانوں کو کھلایا جاتا ہے، لواحقین صاحبِ حیثیت ہوں یا قرض لینا پڑے، کھانا پورے لوازمات کے ساتھ تیار کیا جاتا ہے، جس کا مقصد مرحوم کی روح کو خوش کرنا، برادری والوں کے سامنے مرحوم کے ساتھ اپنی گہری وابستگی اور تعلق جتانا، خاندان بھر میں اس سے پہلے گزر چکنے والے چالیسووں سے خوب تر چالیسواں منانا اور برسی کی آمد تک کے لیے ایک بڑے ”فرض“ سے سبکدوش ہو جانا ہوتا ہے۔
- ☆ اس رسم کو ادا کرنے میں اس بات کا خصوصاً خیال رکھا جاتا ہے کہ عین چالیسویں کے دن یا ایک دو دن پہلے یہ رسم ادا کر لی جائے، مگر 40 دن سے ایک دن بھی اوپر نہ ہونے پائے، اس بات کو بھی بدشگونی سمجھا جاتا ہے اور وہم کیا جاتا ہے کہ اگر اس رسم کی ادائیگی میں تاخیر ہوئی تو خاندان میں کسی اور شخص کی موت واقع ہو جائے گی۔

دستار بندی

- ☆ چالیسویں کے موقع پر اس رسم کو ادا کرنا، مرنے والا سربراہ خانہ تھا، تو اب اس کے بڑے بیٹے کے سر پر خاندان کا کوئی اور بزرگ ”دستار“ باندھتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ اپنے باپ کے جانشین کے طور پر خاندان کا کفیل مقرر کر دیا گیا ہے۔
- ☆ اس موقع پر اس ”جانشین“ کی طرف سے سارے خاندان والوں کو کپڑے تقسیم کرنا۔

پہلی عید پر سوگ منانا

- ☆ اکثر گھرانوں میں موت کے بعد آنے والی پہلی عید کو 'یومِ سوگ' کے طور پر منایا جاتا ہے، اس دن میت کے اہلِ خانہ نہ تو اچھے کپڑے پہنتے ہیں اور نہ ہی عید کی خوشی مناتے ہیں۔
- ☆ خصوصاً دورانِ عدت عید آ جائے تو بیوہ کو کالے یا سفید لباس ہی کا ہدیہ دیا جاتا ہے۔

برسی منانا

- ☆ فوت شدہ کی موت کا ایک سال مکمل ہونے پر برسی کی رسم ادا ہوتی ہے۔ اس موقع پر پھر سے تمام عزیز و اقارب جمع ہوتے ہیں، افسوس کے الفاظ پھر سے دہرائے جاتے ہیں۔
- ☆ باقاعدہ دعوتی پیغام دیے جاتے ہیں۔
- ☆ میت کی طرف سے اس خاص موقع کے لیے پھر سالانہ کے جوڑے تیار کیے جاتے ہیں
- ☆ آنے والوں کے لیے پرتکلف کھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے وغیرہ۔
- ☆ بعض گھرانوں میں برسی منانے کا سلسلہ سالہا سال جاری رہتا ہے۔

غیر اسلامی عقائد و نظریات پر مبنی یہ تمام رسومات سراسر وہ بدعتیں ہیں جن کا دین سے دور کا بھی واسطہ نہیں، اور ان کو بلا تحقیق محض باپ دادا کی پیروی کرتے ہوئے اپنا لیا جاتا ہے۔ ان کو اپنانے میں نہ صرف اسراف کا پہلو نمایاں رہتا ہے بلکہ ریا کاری اور دکھاوا بھی پیش پیش ہوتا ہے کیونکہ ایصالِ ثواب کے لیے جتنا خرچ کیا جاتا ہے اس میں غریبوں کے لیے صدقہ خیرات کا حصہ کم، اور ان لوگوں کے کھانے، کپڑے اور تبرک پر خرچ زیادہ کیا جاتا ہے جن کے پاس یہ نعمتیں پہلے ہی وافر مقدار میں موجود ہوتی ہیں۔

بزرگوں کی قبریں

بدعات کے شرک کی حد تک بڑھے ہوئے نظارے ہمارے یہاں بزرگوں اور نیک لوگوں کی قبروں پر دیکھنے کو ملتے ہیں۔

یہ سب وہ بزرگ اور نیک ہستیاں تھیں جو ہمیں توحید اور اتباعِ سنت کی تعلیم دے گئیں اور جنہوں نے اپنی زندگیاں لوگوں کو شرک کی دلدلوں سے نکالنے میں صرف کر دیں، ان ہی کی قبروں پر مقبرے، مزار اور خانقاہیں تعمیر کر دی گئیں، اب انہیں گلاب کے عرق اور دودھ سے دھویا جاتا ہے۔

خوبصورت چادروں اور غلافوں سے انہیں سجایا جاتا ہے، رنگ برنگے کپڑے اور دھاگے وغیرہ ان مزاروں اور ان کے ارد گرد کے درختوں پر باندھے جاتے ہیں اور وہاں کے پتھروں کو بھی متبرک مانا جاتا ہے۔ زائرین ہاتھ باندھ کر اور سر جھکا کر نہایت عجز و انکساری سے ان مزاروں پر حاضری دیتے ہیں نیز وہاں قوالیاں، عرس، میلے اور تمام غیر شرعی پروگرام منعقد کرانے کے لیے باقاعدہ فنڈ اکٹھا کیا جاتا ہے جس کے لیے مزار کے گرد و پیش میں ڈبے رکھے ہوتے ہیں تاکہ تمام زائرین حسبِ توفیق اس 'نیک کام' کے لیے حصّہ ڈال کر ثواب کمائیں۔

سوچنے کا مقام

ایک برائی ختم نہ کی جائے تو طبیعت دوسری برائی پر آمادہ ہونے لگتی ہے، پھر تیسری اور پھر ... برائی برائی ہی نہیں لگتی، اسے ''رسم'' یا ''رواج'' کا نام دے دیا جاتا ہے۔

گلاب کے عرق اور دودھ سے مزاروں کو دھونے کی ''رسم'' ادا کرنے والوں کو یہ خیال تک نہیں آتا کہ یہ بدعت ہی نہیں، انتہائی درجے کا اسراف بھی ہے۔ یہی ملک جہاں بہت سے لوگ خصوصاً بچے دودھ اور دوسری غذائی قلت کے سبب کمزور صحت اور کم عمری کی اموات کا شکار ہیں وہاں اس بیش بہا نعمت کو یوں ضائع کر کے ایک بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا جا رہا ہے۔ جبکہ صحابہ کرامؓ جیسی جلیل القدر ہستیاں اپنے کفن تک کے خرچ کے لیے نئے کپڑوں سے بھی گریز کرتے تھے اور نئے کپڑے کے لیے زندوں کو مُردوں سے زیادہ حقدار سمجھتے تھے۔

سیّدنا ابوبکر صدیقؓ سے ان کی زندگی میں جب کپڑوں میں سے کفن کے انتخاب کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''نئے کپڑوں کا زندہ زیادہ مستحق ہے میرے لیے بس یہ پرانے ہی کافی ہوں گے''۔ (بخاری)

یہ رسومات و بدعات ہمارے صاف ستھرے دین کا حصّہ کب بنیں؟

یہ چند دنوں مہینوں یا سالوں میں نہیں ہوا بلکہ اس میں ان صدیوں کا عمل دخل شامل ہے جو ہم نے غیر مسلموں کے ساتھ مل کر گزاری ہیں۔ یہی مخلوط معاشرت رسومات و بدعات کی

چھوٹی بڑی بہت سی پگڈنڈیوں کو شرک کی شاہراہ پر لا ملانے کا سبب بنی۔

ہمارے ہاں مسلمانوں کے ساتھ یہ بدقسمتی بھی ہوئی کہ انہیں بحیثیت محکوم قوم‘ تعلیم سے دور رکھا گیا اور یوں جہالت کے اندھیروں سے نکلنے نہ دیا گیا۔ علاوہ ازیں بت پرستی اور کفر و شرک میں گھری قوم کے ساتھ صدیوں یکجا رہنے سے ان کے بہت سے رسوم و رواج اور شرکیہ افعال کا مسلمانوں پر غیر محسوس طریقے سے اثر ہوتا چلا گیا۔ آزادی ملی بھی تو قوم ظاہری اور دنیاوی تعمیر و ترقی کے منصوبوں میں مصروف ہوگئی‘ لیکن دین کی بنیادیں مضبوط کرنے کی طرف توجہ کم ہی رہی۔ اسی لیے دین کی عمارت کی تعمیر ڈھانچے سے آگے نہ بڑھ سکی۔ بلکہ یہ ڈھانچہ بھی دینی عقیدوں کے بگاڑ‘ جماعتوں کی نا اتفاقی اور فرقہ واریت کے طوفانوں سے ہچکولے ہی کھاتا رہا۔

بہر حال خلاصہ یہ کہ ابھی بھی وقت ہے کہ ہم بے دینی کو مزید سیراب کرنے کی بجائے تمام قابلِ اصلاح امور کی طرف توجہ دیں تو خیر کے بہت سے چمن آباد ہو سکتے ہیں۔

رسومات و بدعات کے حوالے سے بڑے بڑے قابلِ اصلاح امور یہی ہیں۔

(1) کم علم آباؤ اجداد کی جاہلانہ روایات کی پابندی۔
(2) دینی جماعتوں کی نا اتفاقی اور ان کے عقیدوں کا بگاڑ۔
(3) درآمد شدہ غیر مسلم رسومات کی تقلید۔

الحمد اللہ! چند پُرخلوص دینی خدمت گزاروں کی سالہا سال کی بے لوث اور انتھک کوششوں سے اب ہمارے ملک میں بھی لوگوں کے سوچنے اور سمجھنے کے انداز میں تبدیلی آ رہی ہے۔

خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ میں یہ صلاحیت بیدار ہوتی چلی جا رہی ہے کہ دینی مسائل و معاملات کو خالص عقیدۂ توحید کی کسوٹی سے جانچ کر اور اتباعِ سنت کی روشنی میں پرکھ کر عمل میں لایا جائے۔ لہٰذا وہ وقت دور نہیں جب مسلمانوں کے اس پاک خطہ سے شرک و بدعت کا خاتمہ ہو جائے گا‘ اِن شاءَاللہ۔

ایصال ثواب کے مسنون طریقے

سیدنا ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’مرنے کے بعد انسان کے اعمال (کے ثواب کا سلسلہ) منقطع ہو جاتا ہے‘

سوائے تین چیزوں کے جن کا ثواب میت کو پہنچتا رہتا ہے:

(1) صدقہ جاریہ،

(2) لوگوں کو فائدہ دینے والا علم،

(3) نیک اولاد جو میت کے لیے دعا کرتی رہے‘‘۔ (مسلم)

(1) صدقہ جاریہ

دینی بھلائی کے کام، مسجد، مدرسہ، کتب خانہ، مسافر خانہ یا شفاخانہ کی تعمیر، پانی پلانے کا انتظام، سایہ دار یا پھل دار درخت لگانا‘ یہ سب صدقہ جاریہ کے کام ہیں‘ جو انسان اپنی زندگی میں خود کر جائے یا اس کی وفات کے بعد اس کے لواحقین کریں، ان کا اجر و ثواب انسان کو مرنے کے بعد ملتا رہتا ہے۔

صدقہ جاریہ کی ایک شکل ’’وقف‘‘ بھی ہے۔

وقف : (مندرجہ ذیل حدیث واضح کرتی ہے کہ وقف کیا ہے)

عبداللہ بن عمرؓ نے روایت کیا ہے کہ سیدنا عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اپنے ایک مال (ثمغ) کو وقف کر دیا۔ وہ کھجور کا ایک باغ تھا۔ عمرؓ نے عرض کیا، ’یا رسول اللہ! مجھے ایک عمدہ مال حاصل ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو صدقہ کر دوں‘۔

نبی ﷺ نے فرمایا، ’’تم چاہو تو اصل جائیداد کو روک رکھو اور اس کا فائدہ خیرات کر دو۔

نہ وہ بکے، نہ ہبہ ہو سکے، نہ میراث ہو البتہ اس کا پھل (اللہ کی راہ میں) خرچ ہو“۔

تو عمرؓ نے اس کو اللہ کی راہ میں اس طرح وقف کیا کہ اس کی آمدنی (فی سبیل اللہ) غلاموں کے آزاد کرانے، محتاجوں اور مہمانوں کی خدمت اور مسافروں اور قرابت داروں پر صرف کی جانے لگی اور (فرمایا) جو اس کا انتظام کرے وہ اس میں سے دستور کے مطابق کھایا کرے اور اپنے دوست کو بھی کھلائے مگر دولت مندی کے لیے اس میں سے جمع جوڑ نہ کرے (ضرورت کا ہی لے)۔ (بخاری)

تعریف

اپنے مال (اسباب، مکان، دکان، فیکٹری، باغ، کنواں، کان، اراضی، سواری یا جائداد وغیرہ) کو اللہ کی راہ میں مستقل طور پر اس طرح مختص کر دینا کہ :

☆ اصل جائداد باقی رہے مگر اس کی آمدنی، پیداوار یا فائدہ صدقہ کر دیا جائے۔

☆ وقف کو نہ فروخت کیا جا سکتا ہے۔

☆ اور نہ ہی ہبہ کیا جا سکتا ہے۔

☆ اور نہ ہی وراثت میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

☆ نہ ہی وقف کرنے والا دوبارہ اسے خرید سکتا ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عمرؓ نے اللہ کی راہ میں استعمال کرنے کے لیے ایک گھوڑا رسول اللہ ﷺ کو دیا، تاکہ آپ ﷺ اس پر کسی کو سوار کریں۔ پھر سیدنا عمرؓ کو یہ خبر ملی کہ جس شخص کو گھوڑا ملا تھا اس نے اسے بیچنے کو کھڑا کیا ہے، سیدنا عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے خریدنے کی بابت پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”اس کو ہرگز نہ خریدو اور اپنا صدقہ نہ لوٹاؤ“۔ (بخاری)

وقف کی مختلف صورتیں

☆ مالِ وقف محتاج اولاد یا رشتہ داروں کے لیے بھی مخصوص کیا جاسکتا ہے۔

انسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب (سورہ ال عمران کی) آیت:

﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ﴾

’’تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ تم (اللہ کی راہ میں) وہ خرچ نہ کرلو جو تمہیں سب سے پیارا ہے‘‘ نازل ہوئی تو ابوطلحہؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے، ’ یارسول اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں یوں فرمایا ہے کہ: ’’لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ‘‘ اور میرے جتنے بھی مال ہیں ان میں بیرحاء مجھے زیادہ پسند ہے‘ (بیرحاء ایک باغ تھا جس میں نبی کریم ﷺ جایا کرتے اور وہاں سایہ میں بیٹھتے اور وہاں کا پانی پیتے)۔

تو ابوطلحہؓ نے کہا، ’ میں یہ بیرحاء اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی طرف اپنے ثواب اور ذخیرۂ آخرت کی امید میں رکھتا ہوں‘ تو اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ جیسے مناسب سمجھیں اسے خرچ کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’واہ اے ابوطلحہ! یہ تو (دنیا و آخرت میں) بڑا فائدہ دینے والا مال ہوا۔ یہ مال ہم قبول کر کے تمہیں کو لوٹاتے ہیں تاکہ تم اپنے (مستحق) رشتہ داروں کو دے دو‘‘۔ تو ابوطلحہؓ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دیا۔ (بخاری)

☆ وقف کرنے والا چاہے تو بعض صورتوں میں وقفی چیز کا فائدہ استعمال کرسکتا ہے، مثلاً:

اگر اس نے شفا خانہ، کتب خانہ یا پانی وغیرہ کا انتظام کیا ہے تو دوسرے لوگوں کی طرح خود بھی ضرورتاً اس کے فائدہ میں شریک ہوسکتا ہے۔

☆ فوت شدہ رشتہ دار کو ثواب پہنچانے کے لیے بھی وقف کیا جاسکتا ہے۔

- ☆ وقف کی ہوئی جائداد کو اپنی نگرانی میں رکھا جا سکتا ہے، اور اس نگرانی کی مناسب اُجرت خود بھی لے سکتا ہے۔
- ☆ کسی منتظم یا نگران کے حوالے کر سکتا ہے اور منتظم کو اسی کی آمدنی میں سے مناسب سی اُجرت دینے کی وصیت کر سکتا ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا، ''میں ایک دینار بھی چھوڑ جاؤں تو میرے وارث اسے تقسیم نہیں کر سکتے بلکہ میرے چھوڑے ہوئے میں سے میری بیویوں اور عملہ (انتظام کرنے والوں) کا خرچ نکال کر جو بچے وہ تمام اللہ کی راہ کے لیے ہے''۔ (بخاری)

(اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء کا ترکہ اللہ کی راہ میں وقف ہوتا ہے)۔

کچھ بھی وقف کرتے وقت ہی تحریری طور پر طے کر لیا جائے تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔

وقف کی اقسام

وقف دو طرح کا ہو سکتا ہے:

1۔ وقفِ خاص 2۔ وقفِ عام

وقفِ خاص میں کسی جگہ، تعمیر، ادارے یا فرد وغیرہ کو یا اس کے فائدہ یا آمدنی کو کسی کے لیے مخصوص کر دیا جاتا ہے۔ اسے 'شرطی وقف' بھی کہا جاتا ہے۔ مثلاً:

- ☆ کسی نے کوئی عمارت اس لیے وقف کی کہ اس میں یتیم بچوں کی پرورش ہو' تو اسے کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا جائے گا یا کسی نے کوئی سواری اللہ کی راہ میں (دینی بھلائی کے کاموں میں بھاگ دوڑ کے لیے) وقف کی تو اب اسے ذاتی یا دنیاوی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا جائے گا، یا کسی بستی میں کوئی کنواں/ٹیوب ویل اس لیے وقف کرایا گیا کہ اس سے وہاں کے لوگوں کی گھریلو ضروریات پوری ہوں تو اب اس کے پانی سے کوئی اپنے کھیتوں کو سیراب نہیں کر سکتا، وغیرہ۔

زبیرؓ بن عوام نے اپنے گھروں کو وقف کر دیا تھا۔ ان کی بیٹیوں میں سے کوئی لوٹائی جاتی (بیوہ یا مطلقہ) تو اسے کہتے کہ اس میں رہو، نہ ستائی جاؤ اور نہ نقصان دی جاؤ۔ اور اگر کوئی خاوند والی بیٹی ہوتی تو اسے وہاں رہنے کا حق نہ ہوتا۔ (بخاری)

اسی طرح ابنِ عمرؓ نے اپنے والد سیدنا عمرؓ کے گھر (جسے وہ وقف کر گئے تھے) کے ایک حصے میں اپنی کچھ محتاج اولاد کو رہنے دیا تھا۔ (بخاری)

☆ والدین، استاد یا بزرگ عزیز کی خدمت کے لئے اولاد یا کسی فرد کو وقف کیا جائے تو وہ اسی کام کے لیے مخصوص ہوگا مثلاً :

انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ان کے پاس کوئی خدمتگار نہیں تھا۔ ابوطلحہ (جو انسؓ کی والدہ کے دوسرے شوہر تھے) نے میرا ہاتھ پکڑا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے اور کہنے لگے، 'یا رسول اللہ! انس ایک سمجھ دار لڑکا ہے، یہ آپ کی خدمت میں رہے گا۔ انسؓ کہتے ہیں کہ پھر میں سفر اور حضر دونوں میں آپ کی خدمت کرتا رہا۔ (بخاری)

وقفِ عام میں فلاح، فائدہ یا آمدنی کا استعمال ہر رشتہ دار، غیر رشتہ دار، مسافر، مقیم، امیر، غریب، سب کے لیے ہوسکتا ہے۔ مثلاً:

☆ مسجد اور مدرسہ کے لیے اراضی و تعمیر کا بندوبست وقفِ عام کی اہم مثال ہے۔

رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے وہاں مسجد بنانے کا حکم دیا اور بنونجار سے فرمایا، ''تم لوگ اس اراضی کی مجھ سے قیمت لے لو'۔ تو انہوں نے کہا، 'واللہ! ہم تو اس کی قیمت سوائے اللہ کے کسی سے نہیں لیں گے'۔ (بخاری)

(طبقات ابنِ سعد کی روایت کے مطابق نبی ﷺ نے بعد ازاں یہ زمین دس دینار میں خرید لی اور ابوبکرؓ نے یہ قیمت ادا کی۔ یہ اس لیے کیا گیا کیونکہ اس میں دو یتیم بچوں کا بھی حصہ تھا)

یاد رہے ! مسجد پر زکوٰۃ کی مد سے رقم خرچ نہیں کی جاسکتی مگر اس کے لئے زمین وقف کی جاسکتی ہے خواہ زمین وقف کرنے والے ہی کے نام رہے یا جس فرد یا ادارہ کو وقف کی جا رہی ہو اس کے نام لگا دی جائے بہر حال وقف کر سکتے ہیں۔

☆ پانی کا انتظام بھی بہترین صدقہ جاریہ ہے۔ وقفِ عامہ کے کاموں میں پانی پلانے کے انتظام کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

مدینہ منورہ میں جب مسلمانوں کے لیے پانی کی کمی تھی تو سیدنا عثمانؓ نے رومہ کا کنواں کھدوایا اور اسے عام مسلمانوں کے لیے وقف کیا، جس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو جنت کی بشارت بھی دی۔ (بحوالہ بخاری)

سعدؓ بن عبادہ کی والدہ فوت ہوگئیں تو سعدؓ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، 'میری والدہ فوت ہوگئی ہیں تو کیا میں ان کی طرف سے خیرات کر سکتا ہوں؟' فرمایا: ''ہاں''۔
سعدؓ نے عرض کیا، 'کونسی خیرات بہتر رہے گی؟' فرمایا: ''پانی پلانے کا انتظام''۔ (نسائی)

☆ انسانوں کے علاوہ حیوانوں جیسے باربردار جانوروں کے پانی پینے کے لیے حوضوں کا انتظام، مجاہدین کے گھوڑوں، اونٹوں کے لیے چراگاہیں، تالاب وغیرہ بھی وقفِ عام کی صورتیں ہیں۔ (اجر و ثواب کے زمرے میں گرمی کے موسم میں گھر کے صحن یا باغیچے میں پرندوں کے پینے کے لیے پانی کا پیالہ وغیرہ رکھنا بھی بہت نیک عمل ہے)۔

صدقہ جاریہ کی کچھ اور اشکال

صدقہ جاریہ کی ایک اور شکل یہ ہے کہ دین میں کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جائے جو بھلائی جا چکی تھی۔ ایسا کرنے والے کے لیے اس کا اپنا اور اس آدمی کا بھی اجر شامل ہوگا جو بعد میں اس پر عمل کرے، بعد والوں کے اپنے اجر میں بھی کمی نہیں ہوگی۔ (بحوالہ مسلم)

(''بدعات'' میں تفصیل بیان ہو چکی ہے)

زندگی میں 'امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' کی تلقین کرنا اور اس کی وصیت چھوڑ جانا بھی بہترین صدقہ جاریہ ہے۔ خصوصاً آج کے دور میں اس کی بے حد ضرورت و اہمیت ہے۔ اگرچہ فتنوں سے گھرے ہوئے ماحول اور خواہشات کی اندھا دھند پیروی کرنے والوں کے درمیان درست عقیدہ کو اپنانا اور اسی کے مطابق عمل کرنا بے حد مشکل ہو چکا ہے، جبکہ نیکی و خیر کے کاموں میں معاون بھی دستیاب نہیں۔ آخرت کی یاد سے غفلت اور اس کی تیاری سے لاپروائی کا یہ عالم ہے کہ کوئی مر بھی رہا ہو تو شاید ہی کوئی یہ سوچتا ہو کہ اس نے اپنے واسطے کیا اعمالِ خیر آگے بھیجے البتہ یہ ضرور پوچھا جاتا ہے کہ اس نے کتنا مال چھوڑا ؟

(2) لوگوں کو فائدہ دینے والا علم

یہ ایصالِ ثواب کی دوسری قسم ہے۔ زندگی میں ایسا نافع علم سکھا جانا جس پر درس و تدریس اور عمل کا سلسلہ بعد میں بھی جاری رہے خصوصاً قرآن کی تعلیم اور دینی اصلاح و تربیت وغیرہ

علاوہ ازیں دنیا میں انسانیت کی بھلائی کے امور میں مدد دینے والا علم بھی اس میں شامل ہے۔ مثلاً: کوئی فائدہ مند سائنسی یا میڈیکل ایجاد وغیرہ' جس سے لوگ نسل در نسل فائدہ اٹھاتے رہیں۔

علم کے حوالے سے دین کی نشر و اشاعت کے کام بھی بہترین صدقہ جاریہ ہو سکتے ہیں۔

درحقیقت علم ایسا نور ہے جس کی نہ کوئی حد ہے اور نہ ہی وہ کبھی ختم ہونے والا ہے اسی لیے یہ دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی فائدہ دیتا رہتا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

يَرۡفَعِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَالَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ ط

(المجادلہ :11)

”جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جو علم دیے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجے بلند فرمائے گا“۔

سیّدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جو کوئی علم کی تلاش میں ایک راہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے لیے جنت کی ایک راہ آسان کر دیتے ہیں۔ جو لوگ کسی جگہ مِل بیٹھ کر قرآن کی تعلیم و مذاکرہ کرنے میں مشغول ہوتے ہیں تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، رحمت الٰہی ان کا احاطہ کر لیتی ہے اور سکینت ان پر نازل ہوتی ہے' پھر اللہ تعالیٰ اپنے مقرب ملائکہ میں ان کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ جس کسی کو اس کے عمل نے پیچھے کر دیا، اسے اس کا نسب آگے نہیں کر سکتا"۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

معاویہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے علمِ دین کی سمجھ عطا کر دیتے ہیں"۔ (متفق علیہ)

عبداللہؓ بن مسعود کہتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا، 'دو خصلتوں (خوبیوں) پر رشک کیا جا سکتا ہے؛ ایک تو وہ جس کو اللہ نے دولت دی اور وہ اس کو نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے، دوسرا جس کو اللہ نے حکمت (قرآن و حدیث کے علم) سے نوازہ اور وہ اسی علمی سوجھ بوجھ کے ساتھ، جو اس نے پائی، فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو بھی سکھاتا ہے"۔ (بخاری)

علم و ہدایت کی باتیں سیکھنے اور سکھانے کو زرخیز اور عمدہ زمین سے تشبیہہ دی جاتی ہے جو خود بھی سرسبز ہوتی ہے اور دوسروں کو بھی اناج' گھاس' چارہ وغیرہ مہیا کرتی رہتی ہے۔

سیدنا عمرؓ فرماتے تھے کہ اس سے پہلے کہ تمہیں (معاشرے میں) بزرگی کا مقام ملے علمِ دین کی سمجھ حاصل کر لو۔ (بخاری)

سیّدنا علیؓ نے فرمایا، "علم مال سے بہتر ہے کیونکہ مال کی تمہیں نگہبانی کرنی پڑتی ہے مگر علم خود تمہارا نگہبان ہوتا ہے' مال خرچ کرنے سے ختم ہو جاتا ہے مگر علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے' علم حاکم ہے اور مال محکوم۔ مالدار چل بسے لیکن علم والے زندہ ہیں اور رہتی دنیا تک زندہ رہیں

گے' بیشک ان کے جسم مٹ گئے ہیں مگر ان کے کارنامے کبھی مٹنے والے نہیں''۔

اسی بات کو سیدنا علیؓ نے شعر کی شکل میں یوں بھی بیان کیا:

رَضِیْنَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِیْنَا　　لَنَا عِلْم'' وَّ لِلْجُهَّالِ مَال''

ہم راضی ہیں اس فیصلہ پر جو اللہ جبار نے ہمارے لیے کیا ہے
کہ ہمارے حصہ میں علم آیا اور جاہلوں کے حصہ میں مال آیا ہے

فَاِنَّ الْمَالَ یَفْنٰی عَنْ قَرِیْبٍ　　وَاِنَّ الْعِلْمَ یَبْقٰی لَایَذَ ال''

تو بے شک مال ہی جلدی ختم ہو جانے والا ہے
اور یقیناً علم ہی ہمیشہ باقی رہ جانے والا ہے

(جامع بیان العلم)

انبیأ کا علم

علمأ کو انبیأ کا وارث اسی لیے کہا گیا کہ انبیأ نے درہم و دینار نہیں چھوڑے تھے بلکہ اللہ کی طرف سے عطا کیا ہوا علم (علمِ وحی) چھوڑا' اور اللہ ہی کی عطا کی ہوئی حکمت سے اس علم کا عملی نمونہ بھی بن کر دکھایا۔

انبیأ کی آمد کا سلسلہ بند ہو جانے کے بعد جس نے بھی اس علم و حکمت کو حاصل کر لیا' بڑی دولت کا مالک بن گیا اور یہ فضیلت اسی وقت ہے جب اس پر اپنی بھرپور کوشش سے عمل بھی کر لیا۔ بے عمل عالم کی نصیحت دل پر اثر ہی نہیں کرتی یا پھر جلد دل سے اتر جاتی ہے' کہاں یہ کہ وہ صدقہ جاریہ بنے۔ سہیلؓ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیّدنا علیؓ سے فرمایا:

''واللہ! بلا شبہ اللہ پاک تیرے ذریعہ سے کسی ایک آدمی کو بھی ہدایت عطا فرما دے تو تیرے لیے سرخ اُونٹوں سے بہتر ہے''۔ (متفق علیہ)

پانچ سوالات

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا،'' (قیامت کے دن) انسان کے قدم (اپنی جگہ سے) ہٹ نہ سکیں گے جب تک کہ اس سے پانچ باتوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے :

1- عمر کیسے اور کن کاموں میں ختم کی؟
2- جوانی کہاں صرف کی؟
3- مال کہاں سے کمایا؟
4- مال کہاں خرچ کیا؟
5- جو علم حاصل کیا اس پر کہاں تک عمل کیا؟ (ترمذی)

(3) نیک اولاد جو میت کے لیے دُعا کرتی رہے

میت کے لیے زندوں کی طرف سے ایصالِ ثواب کی صورت میں تیسری نفع بخش چیز اس کے لیے دعائے استغفار کرنا ہے۔ جس طرح زندہ انسان کھانے پینے کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح مردے دعا کے انتہائی محتاج ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ عزوجل جنت میں نیک آدمی کا درجہ بلند فرمائیں گے تو آدمی عرض کرے گا،

'یا اللہ! یہ درجہ مجھے کیسے حاصل ہوا' ؟

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''تیرے بیٹے نے تیرے لیے استغفار کیا تھا''۔ (مسند احمد)

اس کے علاوہ نیک اولاد کے اعمال کا ثواب بغیر نیت کیے بھی والدین کو زندگی میں اور زندگی کے بعد پہنچتا رہتا ہے۔ سیّدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سب سے پاکیزہ تر کھانا جو تم کھاتے ہو اپنی کمائی سے ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں شامل ہے''۔ (سنن ابی داؤد)

اولاد کو قرآن وسنت کا تابع بنا کر مرنے والا قیامت تک اس کی کمائی کو وصول کرتا رہے گا۔

جس کی اولاد نہیں اس کے لیے دعا کون کرے؟

اہل خانہ، رشتہ دار، دوست، پڑوسی، استاد، شاگرد وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہوتے ہیں۔ ان سب لوگوں کے ساتھ دکھ سکھ میں ہمدردی اور اچھے تعلقات رکھنے چاہئیں اور اگر ان میں سے کوئی وفات پا جائے تو انہیں نہ صرف اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں بلکہ ان کے اچھے کاموں کا دوسروں کے سامنے تذکرہ کریں اور ان کے برے کاموں یا زیادتیوں کو بھلا دیں۔ اگر آپ کے دل میں مرنے والوں کے لیے ایسے جذبات ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی موت پر دوسرے لوگوں کے دلوں میں بھی آپ کے لیے ایسے ہی جذبات پیدا فرما دے گا اور یوں ان کی طرف سے آپ کی مغفرت کے لیے دعائیں آپ کو قبر میں اور قیامت کے دن اور پل صراط پر فائدہ دیں گی اور جنت میں آپ کے درجات کی بلندی کا باعث بنیں گی۔

بے اولاد لوگوں کے لیے خصوصاً یہ نہایت کارآمد تجویز ہے۔

اہلِ دنیا کی دعاؤں کے منتظر

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ.. (الحشر: 10)

”اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے دعا کرتے ہیں ’اے ہمارے پروردگار!
ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے تھے، بخش دینا“

رسول اللہ ﷺ سے مُردوں کے حق میں دعا فرمانا بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔

ایسی دعاؤں کی قبولیت کے بارے میں آپ ﷺ نے تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

”ایک مسلمان جب اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لیے دعا کرتا ہے تو وہ قبول ہوتی ہے، اس آدمی کے پاس ایک نگران فرشتہ ہوتا ہے، جب بھی آدمی اپنے بھائی کے حق میں دعا کرتا ہے تو نگران فرشتہ آمین کہتا ہے، اور کہتا ہے کہ تجھے بھی ایسا ہی ملے“۔ (مسلم)

دعا سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت

تلاوت وقرآتِ قرآن کو دعا کی قبولیت کا وسیلہ وسبب بنا کر میت کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت ورحمت طلب کرنا فائدہ مند ہوسکتا ہے، مگر قرآن کا ’’ختم‘‘ کرانا اور صرف مخصوص دنوں میں قرآن پہ قرآن ختم کرنے کی دوڑ میں حصہ لینا اور یہ سمجھنا کہ اس سے میت کو کوئی فائدہ پہنچے گا‘ ایسا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

یہ کتابِ ہدایت ہے اور ہدایت وعمل کی زندوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ مرنے والے پر عمل وہدایت کا دروازہ زندگی ختم ہونے کے ساتھ ہی بند ہوجاتا ہے‘ اب اسے بخشش اور درجات میں بلندی پانے کے لیے زندوں کی طرف سے دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اور دعائیں اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے ناموں‘ بابرکت کلام اور نیک کاموں کو وسیلہ بنا کر مانگی جائیں تو اس کے ہاں ضرور قبول ہوتی ہیں‘ اس لیے قرآن پاک کی تلاوت کرنا اور اتنی کرنا جتنی آسانی سے سمجھ کر اور عمدہ طریقے سے کی جاسکے‘ دعا کی مقبولیت کے لیے بہتر ہے۔ عبادات کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے حضور کثرت کے مقابلہ میں اخلاص کی زیادہ قدر کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں آیت کریمہ کتنی بار پڑھی؟ کہیں بھی درج نہیں۔ ہاں! دعا میں تضرع، پورا اخلاص اور عاجزی ضرور شامل ہوگی جو فوراً قبولیت کے درجہ کو جا پہنچی۔

اسی طرح اگر ہم بھی اپنے عزیز واقارب کے لئے خود دعا کریں تو جو اخلاص ہمارے دل میں ہوسکتا ہے ویسا کسی دوسرے کے دل میں نہیں ہوسکتا اور یہ بالکل فطری سی بات ہے۔ مثلاً ہم جب بھی کسی غیر قرابت دار کی وفات کا سنتے ہیں تو جو محسوسات میت کے افرادِ خانہ کے ہوتے ہیں وہ ہمارے نہیں ہوتے گویا کہ اپنے قریب ترین اور پیارے عزیز جس چاہت، سنجیدگی اور اخلاص سے تلاوت اور دعا کرسکتے ہیں اس جذبے سے یہ کام کوئی اور نہیں کرسکتا۔

حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو ''ختم قرآن'' کی محفل میں قرآن مجید کے ادب کو بھی مدنظر نہیں رکھا جاتا اور گفتگو ہی عام ہوتی ہے۔ حالانکہ محبت کے قرینوں میں ادب پہلا قرینہ ہے۔ پھر کافی غیر سنجیدہ اور لاپروائی کے مناظر بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ مثلاً کہیں دو، دو لوگ بیک وقت ایک ہی پارہ اس طرح پڑھ رہے ہوتے ہیں کہ ایک صفحہ ایک فرد اور اس کے سامنے والا صفحہ دوسرا فرد پڑھ رہا ہوتا ہے۔ یا پھر دو، دو مل کر آدھا آدھا پارہ بانٹ کر پڑھ رہے ہوتے ہیں، حالانکہ ایسا کرنا صریحاً غلط اور آدابِ قرآن مجید کے منافی ہے۔ کچھ کمر میں تکلیف یا کسی اور وجہ سے مجبوراً بیٹھے ہوتے ہیں جبکہ کسی کو غیر ضروری مشقت میں ڈالنا بھی اسلامی آداب کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ مزمل آیت: 20 میں فرماتے ہیں:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ... پس جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو۔

کچھ مائیں ساتھ آئے چھوٹے بچوں کو بہلانے میں بار بار قرآن پاک پڑھنے اور چھوڑنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ ان تمام چیزوں سے سنجیدگی سے پڑھنے والی خواتین کی توجہ بھی متاثر ہوتی ہے۔ اگر یہی تلاوت گھروں میں سکون اور سہولت سے فراغت کے اوقات میں بیٹھ کر اور مرحوم کے ساتھ اپنے اپنے تعلق، محبت اور اپنی استطاعت کے مطابق کر لی جائے تو نہ صرف سب کے لیے بہتر ہو بلکہ درست طریقے سے قرآن پڑھنے کا حق بھی ادا ہو جائے۔

انسانوں کے لیے احکامات اور قوانین بنانے والی ذاتِ عالی نے ایسے کسی طرزِ عمل کو فرض قرار ہی نہیں دیا جو انسانوں کے لیے نبھانا مشکل ہو یا اس کی ادائیگی میں بیزاری کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔

البتہ قرآن خوانی کی محفل سے بہترین استفادہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ اسے دعا کے علاوہ درس و تدریس کا رنگ دیا جائے تاکہ یہاں سے اُٹھ کر جانے والے علم و ایمان کے اضافہ سے

فیض یاب ہوں۔ مرگ والے گھر میں لوگوں کے دل نرم اور خشیتِ الٰہی کی طرف نسبتاً زیادہ مائل ہوتے ہیں۔ ایسے موقع پر انہیں اللہ، قرآن اور سنتِ رسول ﷺ سے جوڑنا نہایت مفید ہوسکتا ہے۔ نیز ایسے ماحول میں لوگ دین کی باتیں سننا بھی چاہتے ہیں لہٰذا انہیں نہایت سلیقے اور حکمت بھرے انداز سے اللہ کے پیغامات (قرآن) سیکھنے کی دعوت دیں، بلکہ ہو سکے تو چَھپا ہوا کچھ علمی مواد بھی فی سبیل اللہ تقسیم کیا جانا چاہیے۔

ایصالِ ثواب کے کچھ اور طریقے

اس کے علاوہ کچھ اور ایسے مستحب طریقے اور صورتیں بھی ہیں جن کے ذریعے اپنے بچھڑنے والے کو ثواب بطور ہدیہ بھیجا جاسکتا ہے۔

قرض چکانے میں مدد

اپنے اور میت کے لیے ثواب کے طور پر سب سے پہلے تو میت کے قرض کی ادائیگی کا معاملہ صاف کرانا ہے۔ اگر مرنے والا اتنا مقروض تھا کہ اس کے چھوڑے ہوئے مال میں سے وہ قرض پورا ادا نہیں ہو پارہا تو یہ اس کے ساتھ بڑی نیکی ہوگی کہ کوئی صاحبِ استطاعت عزیز یا کچھ وارث اور عزیز مل کر اس کے قرض کی ادائیگی کرادیں تاکہ اس کی روح قرض کے ساتھ 'معلق' نہ رہے اور اپنے مقدر کیے گئے مقام تک پہنچ جائے۔

تفصیلات ''میت کا قرض'' کے زیرِعنوان صفحہ نمبر (110) پر ملاحظہ فرمائیں۔

حج کی نذر اور اللہ کا قرض

اسی طرح شرعی نذر' (مرحوم نے اگر زندگی میں کوئی مانی تھی) جسے ''اللہ کا قرض'' کہا گیا ہے' بھی وارث یا قرابت دار پوری کردیں تو میت کے حق میں فائدہ مند ہوگی۔

سیّدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ جُہینہ کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی، ”میری والدہ نے حج کی نذر مانی تھی، لیکن حج کرنے سے پہلے ہی فوت ہوگئیں۔ کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کروں؟“

نبی ﷺ نے فرمایا، ”ہاں، ان کی طرف سے حج ادا کرو“ (اسے ثواب مل جائے گا اور نذر بھی ادا ہو جائے گی) اور ہاں سنو! اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتیں؟“

اس نے عرض کیا، ’جی ہاں‘۔

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ”اللہ کا قرض (یعنی نذر) ادا کرو‘ کیونکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے“۔ (بخاری)

سیّدنا فضلؓ (ابن عباسؓ) روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے عرض کیا، ’یارسول اللہ! میرے بوڑھے باپ پر حج فرض ہے لیکن وہ اونٹ پر سوار ہونے کی ہمت نہیں رکھتا‘۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم اپنے باپ کی طرف سے حج ادا کرو“۔ (مسلم)

وضاحت : زندہ والدین کی طرف سے بھی فرض یا نفلی نذر مانا ہوا حج (بوجہ عذرِ حقیقی وہ خود نہ کر سکیں تو) اولاد یا کسی بھی دوسرے متقی عزیز کی طرف سے ادا ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ خود اپنا فرض حج پہلے ہی ادا کر چکا ہو۔ اسے معروف میں حجِ بدل کہتے ہیں اور حجِ بدل کرنے والے کا یہ اپنا نفلی حج ہوگا۔ (اللہ اعلم)

روزے

مسلمان کے لیے لازم ہے کہ اگر وہ عارضی مگر حقیقی عذرِ (سفر، عارضی بیماری یا تکلیف) کی وجہ سے ماہِ رمضان کے یا نذر مانے ہوئے نفلی روزے نہیں رکھ سکا تو عذر کے رفع ہوتے ہی انہیں پورا کرے۔

اگلا ماہِ رمضان آنے سے پہلے گذشتہ فرض روزوں کی قضا اور فدیہ کی ادائیگی ہو جانی

چاہیے، اسی طرح روزہ توڑنے کا کفارہ اور اس کی قضا جتنی جلد ہو سکے ادا کر دیے جائیں۔

اگر عذرِ حقیقی مستقل ہے مثلاً بڑھاپا کی کمزوری یا شدید بیماری سے جانبر ہونے کی امید اور قضا پوری کرنے کی سکت نہیں ہے، تو بہترین نیکی یہ ہے کہ ولی/وارث اس کی طرف سے حسبِ استعداد یہ روزے پورے کر دیں یا فدیہ دے دیں۔

(حائضہ یا نُفساء قضا روزوں کی گنتی پوری کریں گی، فدیہ لازم نہیں)

میت کے روزے

اسی طرح میت کی طرف سے بھی دورانِ علالت فرض یا نذر کے روزوں کی قضا رہتی تھی اور ورثاء کو اس کا علم ہو یا وصیت میں اس کا ذکر ملے تو ورثاء وہ روزے رکھ کر ایصالِ ثواب کے طور پر اس کی مدد کر سکتے ہیں۔ سیّدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص وفات پا جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں، تو اس کا ولی (اولاد/وارث/قریبی رشتہ دار) روزے رکھے“۔ (بخاری)

سیّدنا ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آ کر عرض کرنے لگا، ’یارسول اللہ! میری والدہ فوت ہو گئی ہیں اور ان کے ذمے ایک ماہ کے روزے تھے۔ کیا میں ان کی طرف سے روزے رکھ سکتا ہوں‘؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

”ہاں! اللہ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے پورا کیا جائے“۔ (بخاری)

کسی خاتون کی دورانِ حیض یا دورانِ نفاس فرض روزوں کے درمیان وفات ہو جائے تو اس صورت میں فدیہ (مسکین کو کھانا) دینا یا ولی کی طرف سے روزے کی قضا ادا کرنا ہوگا۔

قربانی

ایصالِ ثواب کے لیے میت کی طرف سے قربانی کرنے کی دلیل بھی ہمیں ایک حدیث مبارک سے ملتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو موٹے، بڑے، لمبے سینگ والے، کالے اور سفید رنگت، خصی مینڈھے خریدتے۔ ایک اپنی امت کے ہر اس شخص کی طرف سے جو اللہ کو اکیلا سمجھتا ہے اور محمد ﷺ کی پیغمبری کا بھی اقرار کرتا ہے اور دوسرا محمد (ﷺ) اور آل محمد (ﷺ) کی طرف سے ذبح کرتے''۔ (ابنِ ماجہ)

(پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ جس نے توحید اور رسالت کا اقرار کیا وہی آپ ﷺ کی امت میں داخل ہے، گو دوسرے معاملات میں کتنا ہی اختلاف کرتا ہو بشرطیکہ اس کا درجہ کفر تک نہ پہنچتا ہو۔ دوسری بات یہ کہ امت میں اس وقت کے مسلمانوں کے علاوہ وہ لوگ بھی شامل تھے جو مسلمان ہو کر وفات پا چکے تھے' اور وہ تمام مسلمان بھی جو آئندہ پیدا ہو کر دنیا میں آنے والے تھے)

صدقہ وخیرات

میت کے ایصالِ ثواب کے لیے اس کی طرف سے صدقہ' خیرات کرنا بھی احادیث سے ثابت ہے۔

ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، ''میری والدہ اچانک فوت ہوگئیں اور کوئی وصیت نہ کر سکیں' میرا گمان ہے کہ اگر وہ بول سکتیں تو صدقہ کرنے کو کہتیں۔ کیا اب میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو ان کو اجر ملے گا اور ساتھ ساتھ کیا مجھے بھی (ان کو ثواب پہنچانے کا) اجر ملے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا، ''ہاں'' ۔

تو پھر اس نے اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کیا۔ (بخاری)

سعد بن عبادہؓ کی والدہ ان کی غیر موجودگی میں وفات پا گئی تھیں تو وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا، 'یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہوگئیں اور میں موجود نہ تھا، کیا میرا ان کی طرف سے اب صدقہ کرنا ان کو فائدہ دے گا' ؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ''ہاں''۔ تو سعدؓ نے

کہا، 'میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا پھل دار باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے'۔ (بخاری)

سیّدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا، 'اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا باپ فوت ہو گیا ہے، کوئی وصیت بھی نہیں کی۔ اگر میں اس کی طرف سے خیرات کروں تو کیا یہ اس کی کوتاہیوں کا کفارہ ہو گی'؟

آپ ﷺ نے فرمایا، ''ہاں''۔ (مسلم)

ایک اور حدیث کے مطابق:-

''عاص بن وائل سہمی نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کر دیئے جائیں، ان کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے۔ ان کے دوسرے بیٹے عمرو نے باقی پچاس غلام آزاد کرنے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے سوچا کہ پہلے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لوں چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ میرے بھائی نے پچاس غلام آزاد کر دیئے، اب میرے ذمے پچاس باقی ہیں، کیا میں اپنے والد کی طرف سے یہ ادا کر دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، '' اگر وہ مسلمان تھا پھر تم چاہے اس کی طرف سے غلام آزاد کرو، صدقہ کرو، یا حج کرو، سب کا اجر اسے مل جائے گا''۔ (سنن ابی داؤد)

اعمال کا محاسبہ

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، ''تم میں سے ہر شخص سے اس طرح سے محاسبہ ہو گا کہ اللہ اور اس بندے کے درمیان کوئی وکالت اور ترجمانی کرنے والا نہ ہو گا۔ وہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اس کو اپنے اعمال کے سوا کوئی اور نظر نہ آئے گا پھر بائیں طرف دیکھے گا تو ادھر بھی سوائے اپنے ان اعمال کے کسی اور کو نہ پائے گا۔ پھر وہ آگے نظر ڈالے گا تو جہنم کو اپنے سامنے موجود پائے گا۔

تو اے لوگو! آگ سے بچنے کی فکر کرو خواہ ایک کھجور کا آدھا حصہ ہی تمہارے پاس ہو، اس کو ہی (صدقہ میں) دے کر''۔ (متفق علیہ)

مفلس کو قرض معاف کرنا

سیدنا ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تو اپنے نوکر سے کہتا، دیکھو! جس کو تم مفلس پانا اس کو قرض معاف کر دینا شاید کہ ایسے اللہ تعالیٰ ہمارے بھی قصور معاف کر دے''۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب وہ (وفات پا کر) اللہ سے ملا تو اللہ نے اس کو بخش دیا''۔ (بخاری)

غلام آزاد کرنا

کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا یا کسی بے گناہ مسلمان قیدی کو آزاد کرانا بہت اجر و ثواب کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ o وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَةُ o فَکُّ رَقَبَةٍ o
اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ o یَتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ o اَوْ مِسْکِیْنًا
ذَا مَتْرَبَةٍ o (البلد : 11,12,13)

''تو اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی۔ کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا یا فاقے کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جو شخص کسی مسلمان غلام کو آزاد کر دے، اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کو غلام کے ہر عضو کے بدلے دوزخ سے آزاد کر دے گا''۔ (بخاری)

ابو ذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، 'کونسا عمل افضل ہے؟'

آپ ﷺ نے فرمایا، ''اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا''۔

میں نے پوچھا، 'کونسا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟'

فرمایا، ''جس کی قیمت زیادہ ہو اور وہ اس کے مالک کو بہت پسند بھی ہو ...''۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے عاص بن وائل کے بیٹے عمروؓ کو اپنے (مرحوم) والد کی طرف سے ان کی وصیت کے مطابق غلام آزاد کرنے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا تھا، ''اگر تمہارا والد مسلمان تھا پھر تم چاہے اس کی طرف سے غلام آزاد کرو، صدقہ کرو یا حج کرو، سب کا اجر اسے مل جائے گا''۔ (ابی داؤد)

ایفائے عہد

وفات پا جانے والے کی طرف سے کیے گئے وعدے کا پاس کرنا تا کہ اس کا وعدہ پورا ہونے پر اسے بھی اجر اور دعا ملے، یہ بھی مسلمان کا حق ہے۔

سیدنا جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ بحرین کی طرف سے مال آ گیا تو تمہیں اتنا اتنا اور اتنا دوں گا لیکن نبی ﷺ رحلت فرما گئے اور ان کی زندگی میں مال نہ آیا۔ ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں جب بحرین سے مال آیا تو انہوں نے منادی کرنے کا حکم صادر فرمایا کہ جس شخص سے رسول اللہ ﷺ نے مال دینے کا وعدہ کر رکھا تھا یا جس نے آپ سے قرض لینا تھا تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں گیا (اور احوال عرض کیا)۔

ابوبکرؓ نے کہا، اچھا ایک لپ (دونوں ہاتھ ملا کر بھر کر) لے لو۔ میں نے ان کو گنا تو پانچ سو نکلے۔ ابوبکرؓ نے مجھے ایک ہزار اور دے دیے تو یہ تین لپ ہو گئے'' (بخاری)

> **دین، ایمان**
>
> سیّدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ کم ہی ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے خطاب کیا ہو
> اور یہ نہ کہا ہو:
> ''جو امانت دار نہیں وہ ایماندار نہیں
> اور جو عہد و پیمان کی پابندی نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں''۔ (بیہقی)

عمر میں برکت

(صلہ رحمی)

صلہ رحمی کیا ہے؟

والدین اور دیگر تمام رشتہ داروں سے درجہ بدرجہ احسان، حسن سلوک اور نیکی کا معاملہ رکھنا اور حسب توفیق و استطاعت ان کے حقوق کو فرض سمجھ کر ادا کرنا ''صلہ رحمی'' کہلاتا ہے۔

قطع رحمی

رشتے اور قرابت داریاں سب اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں، وہی اپنے دستِ قدرت سے ان کو باندھ کر رکھتا ہے۔ فطرت کی اس گرہ کو انسان جان بوجھ کر تعلقات میں بگاڑ پیدا کر کے یعنی 'بالواسطہ' توڑ دے یا جہالت کے ہتھکنڈے مثلاً غیبت، بہتان، چغلی، حسد، بدگمانیاں پھیلا کر نیز جادو وغیرہ جیسے شر استعمال کر کے 'بلاواسطہ' توڑ ڈالے، یہ 'قطع رحمی' ہے۔

وعید

.... وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝

(الرعد : 25)

''اور کاٹتے ہیں ان رشتوں کو کہ جن کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے
اور زمین میں فساد مچاتے ہیں، یہی لوگ ہیں کہ جن پر لعنت ہے اور
ان کے لیے برا گھر ہے''۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''رشتہ کاٹنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا''۔ (متفق علیہ)

فضیلت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ
وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ○ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ
بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ○ (الرعد :21,22)

’’اور وہ جو ملاتے ہیں ان (رشتوں) کو جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ انہیں ملایا جائے اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے، اور خوف رکھتے ہیں سخت عذاب کا۔ اور جو اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے (اس راہ) کے مصائب پر صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے اور جو ہم نے انہیں دیا اس میں سے چھپا کر اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں اور برائی کو بھلائی سے دور کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے لیے آخرت کا گھر ہے‘‘۔

آخرت میں اچھے بدلے کے علاوہ دنیا میں بھی برکات نصیب ہوتی ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، ’’جس کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہو اس کو چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے‘‘۔ (متفق علیہ)

ایک اور حدیثِ رسول ﷺ ہے:

’’صلہ رحمی، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک اور حسنِ خلق ایسی چیزیں ہیں جن سے عمریں زیادہ ہوتی ہیں اور گھر آباد رہتے ہیں‘‘۔ (احمد)

عمر میں برکت کیسے ؟

روزی دینے والا اللہ تبارک وتعالیٰ ہے، اسباب کی اس دنیا میں اس نے یہ نعمتِ رزق بندوں پر ایک دوسرے کے توسّط سے باندھ رکھی ہے۔

قرابت داروں کو جوڑ کر رکھنے اور ان کی ضروریات پوری کرنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ بندے کی کمائی اور رزق میں ان قرابت داروں کا بھی حصہ ڈال کر وسعت و برکت پیدا فرما دیتا ہے۔ اس کے علاوہ جب وہ اپنے اس بھائی سے راضی ہوتے ہیں تو لازمی طور پر اس کے لیے دعا گو بھی رہتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ بھی اپنے اس بندے سے راضی رہ کر اس کے حق میں مانگی جانے والی ان دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور یوں اس کے مال و جان میں اضافہ و برکت عطا کی جاتی ہے۔ واللہ اعلم

صلہ رحمی کے ساتھ دعا کی قبولیت

ابوسعید خدریؓ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ” جو بھی آدمی کوئی دعا کرے جس میں گناہ یا قطع رحمی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو تین چیزوں میں سے ایک ضرور دے دیتا ہے :

1۔ جلدی ہی اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے،

2۔ اس دعا کو آخرت کے ذخیرہ میں جمع کر دیا جاتا ہے،

3۔ اس کے برابر اس سے کوئی مصیبت دور کر دی جاتی ہے...“۔ (مسند احمد)

صلہ رحمی کے اوّل حقدار

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاُولُوا الْاَرْحَا مِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ ط
اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ o (الانفال : 75)

” اور خون کے رشتہ دار اللہ کے حکم کی رو سے ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے“۔

خالق و مالک نے اپنے حق کے بعد مخلوق کے حق میں سے سب سے پہلے والدین کا حق رکھا۔ قرآن پاک میں صلہ رحمی کے حق داروں کی ترتیب ان آیات سے واضح ہوتی ہے :

..لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّذِی الۡقُرۡبٰى

وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَقُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا ..... (البقرہ: 83)

''..اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین، قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی بات کہنا..''

قُلۡ تَعَالَوۡا اَتۡلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمۡ عَلَيۡكُمۡ اَلَّا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡــًٔا وَّ

بِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا..... (الانعام: 152)

''کہو کہ (لوگو) آؤ! میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے رب نے تمہارے اوپر حرام کردی ہیں۔ وہ یہ کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرتے رہنا...''

يَسۡـــَٔلُوۡنَكَ مَاذَا يُنۡفِقُوۡنَ قُلۡ مَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ فَلِلۡوَالِدَيۡنِ

وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ...(البقرہ: 215)

"(اے محمد ﷺ!) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی رضا کے لیے) کیسے مال خرچ کریں۔ کہہ دیجیے! جو بھی خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو سب کو دو....'

سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا، 'یا رسول اللہ! مجھ پر کس کا حق سب سے زیادہ ہے کہ میں اس کے ساتھ حسنِ سلوک کروں'؟ فرمایا، ''تمہاری ماں کا''۔ پوچھا، 'پھر کس کا؟' پھر فرمایا، ''تمہاری ماں کا''۔ پوچھا، 'پھر کس کا؟' فرمایا، ''تمہاری ماں کا''۔ پوچھا، 'پھر کس کا؟' فرمایا، ''تمہارے باپ کا''۔ (بخاری)

اسماء بنت ابو بکرؓ کہتی ہیں کہ میری والدہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں مدینہ آئی تھیں۔ (وہ اسلام نہیں لائی تھیں) میرے نانا بھی ان کے ساتھ تھے، میں نے آپ ﷺ سے پوچھا،

’ میری والدہ آئی ہیں اور وہ اسلام سے پھری ہوئی ہیں، کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟‘
تو فرمایا، ’’ہاں، اپنی والدہ سے صلہ رحمی کرو (اگرچہ وہ مسلمان نہ بھی ہوں)۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی (ان کو ستانا)‘ اور جو چیزیں دینا چاہیئے ان کو روکنا‘ لوگوں سے سوال کرنا‘ بیٹیوں کو زندہ گاڑنا‘ بے فائدہ گفتگو کرنا اور مال ضائع کرنا حرام کر دیا ہے‘‘۔ (بخاری)

نسب اور سسرال

صلہ رحمی میں رحم کے یا خونی رشتے ہی شامل نہیں بلکہ ازدواجی اور سسرالی رشتے بھی شامل ہیں۔ اوّل الذکر رشتے ہر کوئی نبھا ہی لیتا ہے، نیکی اور بہادری یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے سسرالی رشتہ داری کو بھی نبھایا جائے اور ان سے بھی اسی لطف و محبت کا معاملہ کیا جائے۔ اس لیے بھی کہ یہ رشتہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے مقدر کیا ہوا اور (نکاح کی صورت میں) اسی کی گواہی کے ساتھ جوڑا گیا ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا
وَّصِهْرًا ط وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا o (الفرقان : 54)

’’وہ (اللہ ہی) ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا‘ پھر اسے نسب والا
اور سسرالی رشتوں والا کر دیا بلاشبہ آپ کا رب (ہر چیز پر) قادر ہے‘‘

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا o (النساء : 1)

’’اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو
(نکاح کرتے ہو) اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے بھی پرہیز

کرو، بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے‘‘۔

ازدواجی ذمہ داریاں اور سسرالی تعلق نبھانے کا حکم مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے یکساں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ سے اس کی واضح مثالیں ملتی ہیں جبکہ ہمارے معاشرے میں یک طرفہ طور پر عورتوں سے ہی نہ صرف اس کی زیادہ توقع کی جاتی ہے بلکہ ابتدا ہی سے ان کی اپنے والدین اور بہن بھائیوں سے تعلق رکھنے کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے اور مردوں کو اپنے سسرال سے تعلق جوڑ کر رکھنے سے بری الذمہ سمجھا جاتا ہے۔

ایک حدیثِ قدسی ہے :

’’رحم (شکم مادر) رحمٰن سے مشتق (نکلا) ہے، اس لیے محبت والے اللہ نے رحم کو مخاطب کر کے فرمایا: ’’جو تجھ کو ملائے گا اسے میں ملاؤں گا اور جو تجھ کو کاٹے اس کو میں کاٹوں گا‘‘۔ (بخاری)

ایک اور روایت میں دوسرے الفاظ کے ساتھ یوں ہے:

’’رحمِ انسانی نے عرش کو پکڑ کر کہا، ’’جو مجھ سے ملائے اس کو اللہ ملائے اور جو مجھ کو کاٹے اللہ اس کو کاٹے‘‘۔ (مسلم)

قطع رحمی کا جواب صلہ رحمی

بالفرض کوئی عزیز رشتہ دار اپنے اس فرض کو نہیں نبھاتا تو اس کے مقابل رشتہ داروں کو یہ مناسب نہیں کہ یہ بھی اپنے اس قرابت کے حق (صلہ رحمی) کو پورا نہ کریں بلکہ دراصل صلہ رحمی اسی کا نام ہے کہ جو کوئی قرابت کے حق کو ادا نہ کرے اس کے حق کو ادا کیا جائے۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا

الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ o وَمَایُلَقّٰهَآ اِلَّا
الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ج وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ o

(حم السجدہ:34,35)

’’بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی، تو (سخت کلامی کا) ایسے طریقے سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے) جس میں اور تم میں عداوت تھی وہ تمہارا گرم جوش دوست بن جائے گا اور یہ بات ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور ان ہی کو ملتی ہے جو بڑے صاحبِ نصیب ہیں‘‘۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ’’جو بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کرتا ہے، وہ دراصل صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے بلکہ ٹوٹے ہوئے رشتوں کا جوڑنے والا صلہ رحمی کرنے والا ہے‘‘۔ (بخاری)

لیکن اس کے باوجود بھی فریقین میں سے کوئی ایک فریق دوسرے سے قطع رحمی پر ہی ڈٹا رہے اور دین وایمان کے لیے نقصان ہی کا سبب بنتا رہے تو ایسی صورتحال کے لیے مندرجہ ذیل آیت سے رہنمائی بھی ملتی ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ ج لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ
اِذَاهْتَدَیْتُمْ ط...(المائدہ:105)

’’اے ایمان والو! اپنے (اعمال اور اخلاق) کی فکر (اور حفاظت) کرو۔ جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا...‘‘

اسی حوالے سے ایک حدیثِ مبارکہ ہے:

عمرؓو بن عاص کہتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اعلانیہ یہ فرماتے سنا، ’’فلاں کی آل اولاد (اپنے ان رشتہ داروں کے نام لیے جو مسلمان نہ تھے اور طرح طرح سے ستاتے تھے) میرے عزیز نہیں ہیں۔ ولی تو میرا اللہ ہے اور عزیز میرے وہی ہیں جو مومنوں میں

نیک اور صالح ہیں (اگر چہ ان سے نسبی رشتہ نہ بھی ہو) البتہ ان سے ناطہ ہے۔ اگر وہ تر رکھیں گے تو میں بھی تر رکھوں گا یعنی وہ ناطہ جوڑیں گے تو میں بھی جوڑ دوں گا''۔ (رشتہ داری تر رکھنے سے تر رہتی ہے، جیسے دو خشک کاغذ نہیں جڑتے، گیلے کاغذ جڑے رہتے ہیں)۔ (بخاری)

حسنِ معاشرت بہترین خوشگوار تعلقات کا نام ہے جو فریقین کی جانب سے صلہ رحمی کا حق ادا کرنے سے وجود میں آتی ہے۔

ہمارے ہاں عموماً چھوٹی چھوٹی رنجشوں اور غلط فہمیوں کو سلجھانے کی بجائے اَنا کا مسئلہ بنا دیا جاتا ہے اور جذباتی عجلت میں تعلقات بگاڑنے کے بعد آخری جملہ یہ بولا جاتا ہے:

''مر جاؤں تو فلاں کو میرا منہ نہ دکھانا'' یا ''میرا منہ دیکھنے نہ آنا''۔ یعنی مرنے کے بعد بھی قطع رحمی ہی کی وصیت چھوڑی جاتی ہے۔ کیا چہرہ نہ دیکھنے سے فریقین کی طرف سے تمام بدسلوکیوں اور حق تلفیوں کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے؟ ...... حالانکہ یہ وقت قریب المرگ اور قرابت داروں کے مابین حقوق العباد کی کمزوریوں، کوتاہیوں کے بخشوانے کا ہوتا ہے۔

احادیثِ نبوی ﷺ

''والد جنت کا بہترین دروازہ ہے، چاہو تو اس دروازے کو ضائع کر دو اور چاہو تو محفوظ کر لو''۔

''بے شک جنت ماں کے قدموں تلے ہے''۔ (مسند احمد)

''کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے''۔ (متفق علیہ)

''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، کسی نے عرض کیا، مظلوم کی اعانت تو معلوم ہے مگر ظالم کی اعانت کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا، ''ظالم کی اعانت یہ ہے کہ اس کو ظلم سے باز رکھو''۔ (بخاری)

''رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحمت کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا''۔ (ابوداؤد)

بیوہ کی عدت

عدت کیا ہے؟

’’عدت‘‘ کے لغوی معنی شمار یا گنتی کرنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں وہ عرصہ جس میں کسی مسلمان عورت کو خاوند کی وفات کے بعد اپنے نفس کو دوسرے نکاح سے روکے رکھنے کا حکم ہے، ’’زمانہ عدت‘‘ کہلاتا ہے۔

عدت کی مدت

بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے، جیسا کہ قرآنِ پاک میں حکم ہوتا ہے :

وَالَّذِيۡنَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنۡكُمۡ وَيَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا يَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ
اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ وَّعَشۡرًا ج (البقرہ :234)

’’اور جو تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (بیویاں)
چار ماہ دس دن تک انتظار کریں‘‘۔

بیوہ حاملہ ہو تو عدت کا عرصہ وضع حمل تک ہے خواہ وہ اس چار ماہ دس دن سے پہلے فارغ ہو یا اس سے کئی ماہ بعد۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ يَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ط (الطلاق : 4)

’’اور وہ عورتیں جو حاملہ ہوں، ان کی عدت یہ ہے کہ بچہ جن لیں‘‘

سوگ کیا ہے؟

حدیث پاک ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’جو عورت اللہ اور آخرت پر ایمان لا چکی ہے اس کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حلال نہیں ہے البتہ اپنے خاوند (کی وفات) پر چار ماہ دس دن سوگ کرے گی‘‘۔ (متفق علیہ)

سوگ یہ ہے کہ :

(1) زینت سے پرہیز

عدت گذارنے والی بیوہ، دورانِ عدت کسی قسم کا بناؤ سنگھار اور زیب وزینت نہیں کرے گی نیز وہ خوبصورت اور شوخ رنگوں کا لباس نہیں پہنے گی۔ مہندی، سرمہ سے لے کر ہر قسم کا میک اپ اس کے لیے ممنوع ہوگا، اسی طرح نہ وہ خوشبو لگائے گی اور نہ زیورات سے سجے گی۔

حکمت : شوہر کی جدائی کے بعد اس کی رفاقت میں گذارے ہوئے دنوں کا احترام نیز فوری طور پر دوسرے نکاح کی پیشکش سے بچے رہنا، اس سادگی اختیار کرنے کی حکمت ہے۔

(2) باہر نکلنے سے پرہیز

عدت کے دوران عورت اپنے گھر سے باہر نہ جائے گی۔ البتہ کسی نہایت ضروری کام سے جانا پڑے (جس کے ضروری ہونے کا تعین تقوی کی بنیاد پر وہ خود کر سکتی ہے) تو وہ رات اپنے اُسی گھر ہی میں آ کر گذارے گی جہاں خاوند کی وفات کے وقت تھی۔

ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے شوہر کی وفات کے بعد وہاں سے اپنے میکے جانے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"جس گھر میں تمہیں اپنے خاوند کی موت کی خبر آئی اسی میں رہو یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے"۔ (سنن ابی داؤد)

وضاحت : حدیث کے الفاظ سے یہ مراد نہیں کہ اگر عورت نے شوہر کی موت کی خبر کسی اور جگہ مثلاً پڑوسی یا کسی عزیز کے گھر سنی ہے تو وہ اپنی عدت اسی پڑوسی یا عزیز کے گھر پوری کرے۔

قلب وعمل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، " اللہ تمہاری صورتوں اور مال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے"۔ (مسلم)

معاشی ضروریات

دورانِ عدت عورت کو کسی ایسی مجبوری یا اشد ضرورت کے تحت باہر جانے کی رخصت ہے، مثلاً علاج کی غرض سے معالج تک جانے کے لیے، بچے کو سکول چھوڑنے یا گھر کے سودا سلف وغیرہ لانے کے لیے، جبکہ گھر میں واقعی اس کے سِوا کوئی اور یہ کام کرنے والا موجود نہ ہو۔ اسی طرح اگر عورت روزگار کے معاملے میں محتاج ہے اور کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہ ہونے کی وجہ سے اسے کمانے کے لیے نکلنا پڑتا ہے، یا اپنی سابقہ نوکری کو بحال رکھنے کی غرض سے، یا جیسے گاؤں کی عورتوں کو کھیتی باڑی کرنے اور مویشی سنبھالنے کے لیے گھر سے نکلنا پڑتا ہے تو اس کے لیے ایسا کرنے کی گنجائش ہے۔ بشرطیکہ وہ عدت کی دوسری شرائط کی پابندی نبھائے، یعنی بغیر کسی زینت وسنگھار کے نہایت سادگی سے باہر نکلے اور شام سے پہلے اپنے گھر واپس لوٹ آئے۔ (اللہ اعلم)

بیرون ملک یا دورانِ حج

بیرونِ ملک مستقل مقیم ہونے یا عارضی قیام کے دوران اگر عورت بیوہ ہو جائے اور وہاں کے قوانین کے رو سے مزید ٹھہرنا ممکن نہ ہو تو عورت کو وطن واپس آنا پڑے گا۔ اسی طرح دوران حج شوہر کی موت واقع ہو جائے تو لازمی بات ہے کہ اس کے لیے وہاں ٹھہرنے یعنی عدت وہاں گذارنے کی پابندی نہیں وہ اپنے ملک واپس آئے گی اور یہاں اپنے گھر میں عدت گذارے گی۔

> **آسانیاں**
>
> ام المومنین سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے ''جب بھی رسول اللہ ﷺ کو معاملہ کے درمیان کسی ایک معاملہ کو اختیار کرنا ہوتا تو آپ ہمیشہ دونوں میں سے آسان معاملہ کو لے لیتے تھے جب تک وہ گناہ نہ ہو۔ پس اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہتے''۔ (بخاری)

بیوہ کی خدمت

اسلام کا احسان

بیوہ عورت کو اسلام نے عزت کا مقام عطا کیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں (اور ابھی بھی دینی تعلیمات سے محروم بعض گھرانوں میں) بیوہ کو منحوس اور قابلِ نفرت سمجھا جاتا تھا۔ خصوصاً خوشی کے موقعوں پر لوگ اس سے بچنا چاہتے تھے۔ اسے نہ سسرال میں رہنے دیا جاتا، نہ ہی میکے میں باعزت مقام ملتا۔ اسلام کا عورتوں پر ایک یہ بھی احسان ہے کہ اس نے بیوہ کو بھی جینے کا حق دیا اور اللہ کی خاطر اس کے حقوق ادا کرنے اور اس کی خدمت و مدد کرنے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بہت پسند فرمایا۔ حدیث پاک ہے:

> ”بیوہ اور مسکین کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اور ان کی خدمت کرنے والا ایسا ہے، جیسا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا، جیسا وہ نمازی جو نماز سے نہیں تھکتا اور جیسا وہ روزہ دار جو کبھی روزہ سے ناغہ نہیں کرتا“۔ (بخاری)

اللہ کے رسول ﷺ جو بھی حکم فرماتے، پہلے خود اس کا عملی نمونہ بن کر دکھاتے۔

مندرجہ ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کو خمس سے بھی محتاجوں اور بیواؤں پر خرچ کرنے کا اتنا خیال ہوتا تھا کہ ان کی ضروریات کو اپنے اہلِ بیت کے آرام پر بھی مقدم رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ جب سیّدہ فاطمہؓ نے قیدیوں میں سے ایک قیدی خدمت گزار کے طور پر اپنے محترم والد ﷺ سے مانگا اور اپنی تکلیف کا تذکرہ کیا، جو اناج پیسنے اور آٹا گوندھنے میں ہوتی تھی تو آپ ﷺ نے ان کا کام اللہ پر رکھا (اور ان قیدیوں کو بیچ کر ان کی قیمت ان بیواؤں اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کو ترجیح دی) اور سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا:

’’جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو چونتیس (34) بار ’اللہ اکبر‘ تینتیس (33) بار ’الحمد للہ‘ اور تینتیس (33) بار ’سبحان اللہ‘ کہا کرو۔ یہ تمھارے لیے اس سے بہتر ہے جو تم مانگتی ہو‘‘۔

(بخاری)

بیوہ کا نکاحِ ثانی

بیوہ کی رضامندی اور بچوں کی کفالت کی خاطر ضرورت ہو تو عدت کاٹنے کے بعد اس کا نکاح ثانی کرا دینا چاہیے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ (النور :32)

’’اور اپنے میں سے بے نکاح مرد و عورت کا نکاح کر دیا کرو‘‘۔

بیوہ نکاحِ ثانی کے لیے آمادہ ہو جائے تو رشتہ کے معاملہ میں اس کی اجازت و رضامندی لینا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَحِلُّ لَکُمۡ اَنۡ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرۡھًا ط... (النساء : 19)

’’اے مومنو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ عورتوں کو ترکے کا مال سمجھ کر زبردستی ان پر قبضہ کرلو‘‘۔

تو ہوا یہ تھا کہ جاہلیت کے زمانہ میں یہ (بُرا) دستور ہوا کرتا تھا کہ جب کوئی مر جاتا تو اس کے وارث اس کی بیوی کے بھی حقدار بنتے۔ اب ان کا اختیار ہوتا، چاہتے تو خود اس سے نکاح کر لیتے (اگرچہ وہ راضی نہ بھی ہوتی)‘ چاہتے تو کسی دوسرے سے اپنی مرضی پر اس کا نکاح کرا دیتے‘ چاہتے تو یوں ہی لٹکا کر رکھتے اور کسی سے نکاح نہ کرنے دیتے۔ یہ میت کے وارث اس عورت پر عورت کے وارثوں سے زیادہ حق رکھتے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری۔ (بخاری)

کوئی بیوہ عورت عزت و مال کے تحفظ کی موجودگی میں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش میں لگی رہے اور نکاح کے بندھن سے آزاد رہے تو اس کی بھی بڑی فضیلت ہے۔

یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک

یتیم کسے کہتے ہیں؟

بلوغت سے پہلے جس بچہ یا بچی کے والد کی وفات ہو جائے، اسے ''یتیم'' کہتے ہیں۔

یتیم کب تک؟

لڑکی اور لڑکے کے بالغ ہونے اور عقل میں پختگی آنے تک یتیمی کی حالت رہتی ہے۔

بلوغت کے بعد حالتِ یتیمی ختم ہو جاتی ہے۔

یتیم کے حقوق

والد کی وفات کے بعد اس کے رشتہ داروں اور دیگر متعلقین کا فرض ہے کہ اللہ سے ڈرتے ہوئے یتیم کے ساتھ احسان اور ہر ممکن بھلائی کا معاملہ رکھیں۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں قرابت داروں، ضرورتمندوں اور مستحقین کی طرف توجہ دلانے والی آیات ملتی ہیں وہاں ساتھ ہی یتیموں کے بارے میں عدل واحسان اور ان کے حقوق کی حفاظت کا ذکر اور حکم بھی ملتا ہے:

> ...وَبِا لْوَالِدَ یْنِ اِحْسَاناً وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ
> وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَا رِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ
> وَابْنِ السَّبِیْلِ لا وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَا نُکُمْ ط .... النساء : 36)

''ماں باپ اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور رشتہ دار ہمسایوں
اور اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو (پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں جو
لوگ تمہارے زیر دست ہوں سب کے ساتھ احسان کرو''۔

مسلمان معاشرہ میں یتیم بچہ یا بچی تین مختلف انداز میں گرد و پیش بسنے والے مسلمانوں کی توجہ اور نیک سلوک کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

(1) فوری دل جوئی

باپ کے سایہ سے محروم ہوتے ہی بچوں کو اس غمناک ماحول کے اثرات سے ممکن حد تک بچانے کے لیے کوشش کی جائے۔ اس وقت بچوں کی والدہ خود بھی شوہر کی جدائی کے المیہ سے ہوش میں نہیں ہوتی۔ بچے اس موقع پر دوسروں کی ہمدردی اور توجہ کے مستحق ہوتے ہیں، ایسے موقع پر ان یتیموں کی ہر ممکن دل جوئی کی جائے تا کہ وہ اس صدمے سے شعوری کوشش کے ساتھ جلد نکل سکیں۔ اللہ تعالیٰ یتیموں کے بارے میں انسان کو یہی سوچ دے کر ہوش دلاتے ہیں۔

وَلۡيَخۡشَ الَّذِيۡنَ لَوۡ تَرَكُوۡا مِنۡ خَلۡفِهِمۡ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوۡا عَلَيۡهِمۡ ۖ فَلۡيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡيَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِيۡدًا ۝ (النساء :9)

> ”اور لوگوں کو چاہیے (وہ اس بات سے) ڈریں کہ اگر وہ بھی اپنے پیچھے ننھے بچے چھوڑ جاتے تو ان کو اس بارے میں خوف ہوتا (کہ ان کے مرنے کے بعد ان بے چاروں کا کیا ہوگا) پس چاہیے کہ اللہ سے ڈرتے ہوئے جچی تلی درست بات کہا کریں“۔

نبی کریم ﷺ خود پیدائشی یتیم تھے اور یتیموں کی محرومیوں کو بخوبی سمجھتے تھے، اسی لیے یتیموں کے ساتھ خود بھی زندگی بھر حد درجہ شفقت و رحمت فرماتے رہے اور دوسروں کو بھی اس کی خصوصی تلقین کرتے رہے۔

سیّدنا جعفرؓ کی شہادت کے بعد نبی کریم ﷺ آلِ جعفر کے پاس تشریف لائے تو فرمایا:

> ”آج کے بعد میرے بھائی کو نہ رونا اور میرے دونوں بھتیجوں کو بلاؤ“۔ عبداللہ بن جعفرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیے گئے تو بہت چھوٹے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا ”حجام کو بلاؤ“۔ حجام نے آ کر

ہمارے سر مونڈ دیئے، (بچوں کی ظاہری حالت درست رکھنے کو) پھر آپ ﷺ فرمانے لگے، ''محمدؓ تو بالکل ہمارے چچا ابو طالب کا ہم شکل ہے اور عبداللہؓ شکل اور اخلاق میں مجھ سے ملتا جلتا ہے''۔ پھر میرا ہاتھ بلند کر کے دعا فرمائی، ''اے اللہ! خاندان جعفر کا والی بن جا، عبداللہ کے ہاتھ (کمائی) میں برکت ڈال دے'' (یہ دعا تین بار دہرائی)۔ پھر آپ ﷺ میری والدہ سے فرمانے لگے: ''تمہیں ان کی تنگدستی کا فکر کیوں ہے؟ میں خود دنیا و آخرت میں ان کا سر پرست ہوں''۔ (مسند احمد)

(2) عزت واخلاق کا برتاؤ

کمسن یتیم کے ساتھ ایسی نرمی اور اخلاق کا برتاؤ رکھیں جس سے نہ کبھی اس کی عزت نفس مجروح ہو اور نہ ہی وہ باپ کی کمی محسوس کرے۔ خصوصاً عید وغیرہ جیسے تہواروں پر، تعلیمی اداروں میں داخلہ کے وقت جب ولدیت کی خانہ پُری کے لیے کسی سر پرست کی ضرورت ہو یا گھر میں اور کسی خوشی کے موقع وغیرہ پر ان کے ساتھ حسنِ تدبیر سے معاملہ کرنا چاہیے۔ ارشادِ باری تعالٰی ہے:

وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلاً مَّعْرُوْفاً o (النساء : 8)

''اور (یتیموں سے بھی) شیریں کلامی سے پیش آیا کرو''

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلاَ تَقْهَرْ o (الضحیٰ : 9)

''پس تم یتیم پر سختی نہ کیا کرو''

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ لا فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ o كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ o (الفجر:18,17)

''اور جب وہ (اللہ) اس (انسان) کو آزماتا ہے تو اس کی روزی تنگ

کر دیتا ہے تو وہ (انسان) کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری
اہانت کی، ہرگز نہیں بلکہ تم لوگ یتیموں کی عزت نہیں کرتے ہو“

رسول اللہ ﷺ بھی یتیم کے ساتھ حسن سلوک اور اس کے حقوق کی حفاظت کرنے کی بارہا تاکید فرماتے۔ ایک بار فرمایا، ”اے اللہ! میں دو کمزوروں (یتیم اور عورت) کے حق کا خیال نہ رکھنے سے ڈراتا رہتا ہوں“۔ (نسائی)

ایک بار ایک شخص نے اپنی سخت دلی کی شکایت نبی کریم ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے فرمایا، ”یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو، تمہارا دل نرم ہو جائے گا“۔

(مسند احمد)

تو اندازہ ہوا کہ یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور اخلاق سے پیش آنا کتنا پسندیدہ ہے۔

(3) پرورش اور تعلیم و تربیت

والد کے وفات پا جانے کے بعد چونکہ ذریعہ معاش نہیں رہتا اور نہ ہی تعلیم و تربیت اکیلی ماں کے اختیار کی بات ہوتی ہے لہٰذا اسی بات کے پیش نظر کہ یتیم بچہ محرومیوں کا شکار ہو کر ہاتھ پھیلانے پر مجبور نہ ہو جائے یا پھر اس کی تعلیم و تربیت میں کوئی کمی بیشی نہ رہ جائے، اسلام نے عام مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد کر دی کہ ان کی مدد، اصلاح اور تربیت کا انتظام کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْيَتٰمٰى ط قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ط (البقرہ : 220)

”اور آپ (ﷺ) سے یتیم کے بارے میں دریافت کرتے ہیں،
کہہ دیجیے کہ ان کی (حالت کی) اصلاح بہت اچھا کام ہے“۔

وَ يُطْعِمُوْ نَ ا لطَّعَا مَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَ سِيْرًا o
(الدھر:8)

’’نیک بخت ہیں وہ لوگ جو اللہ کی محبت میں یتیم، مسکین اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں‘‘۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’میں اور یتیم کی پرورش کا ذمہ دار دونوں جنت میں اس طرح ساتھ رہیں گے جس طرح یہ دونوں ہیں‘‘۔ اور شہادت اور درمیان والی انگلی اشارہ کر کے بتائی اور درمیان میں بہت کم فاصلہ رکھا۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ نے خود بھی یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک اور احسان کی مثالیں قائم کیں۔

بشر بن عقربہ جہنی کہتے ہیں کہ جنگ احد کے دن میری رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا کہ میرے والد کا کیا ہوا ؟

آپ ﷺ نے فرمایا، ’’وہ تو شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے‘‘۔

میں یہ سن کر رونے لگا۔ نبی ﷺ نے مجھے پکڑ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور اپنے ساتھ سواری پر سوار کر لیا اور فرمایا، ’’کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہارا باپ بن جاؤں اور عائشہ تمہاری ماں‘‘۔ (بخاری)

صرف ضرورتاً مناسب سختی

اسماء بن عبیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابنِ سیرین سے عرض کیا کہ میرے پاس ایک یتیم ہے تو انہوں نے فرمایا، اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرو جیسا تم اپنے بیٹے کے ساتھ معاملہ کرتے ہو (تربیت کی خاطر ضرورت پڑے تو) اس کو اتنا ہی مارو جتنا تم اپنے بیٹے کو مارتے ہو (اس سے زیادہ نہیں) ۔

(الادب المفرد از امام بخاری)

مال دار یتیم

یتیم کے لیے اس کے والد نے اگر اتنا مال چھوڑا ہے کہ کسی اور کو اس مال کی دیکھ بھال اور انتظام داری کا ذمہ اٹھانا پڑتا ہے، تو اس ذمہ دار شخص کا فرض ہے کہ ان یتیموں کو بے آسرا اور کمزور سمجھ کر ان کا مال کھانے یا دیگر حق تلفیاں کرنے کا مرتکب نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کے بتائے ہوئے احکامات کے مطابق اس مال کی حفاظت کرے اور ان پر خرچ کرے۔

وَا بْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ج فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ج وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ط وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ج وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ط فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا o

(النساء :6)

’’اور یتیموں کو بالغ ہونے تک کام کاج میں مصروف رکھو پھر اگر ان میں عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو اور اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو کر (اپنا مال واپس) لے لیں گے اس کو فضول خرچی اور جلدی میں نہ اڑا دینا جو شخص آسودہ حال ہو اس کو (ایسے مال سے بالکل) پرہیز کرنا چاہیے اور جو مفلس ہو وہ مناسب طور پر (یعنی بقدر خدمت) کچھ لے لے اور جب ان کا مال ان کے حوالے کرنے لگو تو گواہ کر لیا کرو اور حقیقت میں اللہ ہی حساب لینے والا کافی ہے‘‘۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ص وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا o (النساء:2)

’’اور یتیموں کا مال ان کو واپس کر دو اور ان کا پاکیزہ (عمدہ) مال اپنے ناقص مال

سے نہ بدلو اور نہ ہی ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھاؤ کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے‘‘

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ○ (النساء : 10)

’’بے شک جو لوگ یتیموں کا مال (ناجائز طور پر) ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے‘‘۔

سیدنا ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں :

’’سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ وہ کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور کسی جان کا قتل جسے قتل کرنا اللہ نے حرام ٹھہرایا ہو (البتہ کسی حق کے ساتھ جائز ہے) اور سود کھانا اور یتیم کے مال کو کھانا اور لڑائی کے دن صفوں سے بھاگ جانا اور پاک دامن مومن غافل عورتوں پر تہمت لگانا‘‘۔ (متفق علیہ)

ربیبہ

یتیم بچی جو ابھی نکاح و رخصتی کی عمر کو نہیں پہنچی، اپنی والدہ کے نکاحِ ثانی کے بعد سوتیلے والد کی ’’ربیبہ‘‘ کہلاتی ہے۔

ربیبہ اس شخص کے زیرِ پرورش ہونے یا نہ ہونے، دونوں صورتوں میں اس کی بیٹی ہی کی مثل ہے یعنی بیوی کی بیٹی ہر حال میں نکاح کے لیے حرام ہے۔

سیدہ ام حبیبہؓ اور سیدہ ام سلمہؓ کی بھی پہلے شوہروں سے بچیاں تھیں جن کو نبی کریم ﷺ نے اپنے سایہ شفقت میں لے لیا اور اس طرح انہوں نے آغوشِ نبوت میں پرورش و تربیت پائی اور اپنے وقتوں کی بہترین فقیہ اور معلّمہ ثابت ہوئیں۔ (بحوالہ سیر الصحابیات)

بچے کی موت

اولاد کے لیے والدین کی محبت کسی تعارف کی محتاج نہیں، انسان تو کیا بے ضرر چرند پرند سے لے کر وحشی ترین حیوان تک اپنے بچوں کے معاملے میں انتہا درجہ شفقت اور دل میں نرم ترین گوشہ رکھتے ہیں، اس محبت اور تعلق کا ایک نمونہ یا مظاہرہ ہمیں روزمرہ زندگی میں رونما ہونے والے اس رِقَّت آمیز منظر میں بھی نظر آتا ہے جب موت کسی انسان یا حیوان والدین سے اس کی اولاد چھین لے جاتی ہے۔

بہترین صلہ

مسلمان والدین کے لیے ان بے سدھ کر دینے والے لمحات میں بھی اللہ رب العزت نے عمل کی راہ رکھی ہے اور اس راہ پر صبر وتسلیم سے چلنے والے کے لیے اپنی جنت انعام کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، سچ ہے جتنی بڑی مشقت اتنا بڑا صلہ۔

اولاد کی جدائی کے صدمے سے جہاں بڑے بڑے پہاڑ جیسے مضبوط دل لوگوں کو پگھلتے دیکھا گیا ہے وہاں تاریخ کے پس منظر میں ایسے ہی ایک موقع پر غیر معمولی صبر وضبط اور برداشت کی قائم کی گئی اس مثال کو یاد رکھنا بھی ضروری ہے جو اولاد کے بچھڑ جانے پر غمزدہ والدین کو صبر کا بہترین سبق دیتی ہے۔ سیّدنا انسؓ فرماتے ہیں:

''سیّدنا ابوطلحہؓ کا ایک بچہ (ابوعمیر) بیمار ہوا، پھر انتقال کر گیا، انتقال کی ان کو خبر نہ تھی، ان کی اہلیہ (ام سلیمؓ) نے دیکھا کہ بچہ وفات پا گیا ہے تو (نہلا دھلا کر) گھر کے ایک طرف لٹا دیا پھر کچھ کھانا پکایا، ابوطلحہؓ آئے تو پوچھا، ''بچہ کیسا ہے''؟ انہوں نے عرض کیا، ''اب تو پُرسکون معلوم ہوتا ہے، میرا خیال ہے آرام کر رہا ہوگا''۔ پھر کھانا حاضر کیا اور بستر لگا دیا (رات شوہر

نے صحبت بھی کی) صبح جب اٹھے تو غسل کیا، باہر جانے لگے تب بچے کے انتقال کی خبر دی۔

ابوطلحہؓ نے صبح نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور خدمتِ اقدس میں سارا قصہ عرض کیا۔ نبی ﷺ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں تمہارے لیے برکت عطا فرما دیں۔ چنانچہ (اس رات کی برکت سے ان کے بیٹا پیدا ہوا اور اس سمیت) ابوطلحہؓ کے نو بچے ہوئے اور سب کے سب قرآن الکریم کے عالم ہوئے''۔ (بخاری)

ام سلیمؓ کی اداشناسی دیکھیئے کہ کس طرح انہوں نے اپنے شوہر کو ایک بڑی ذہنی کوفت سے بچایا جبکہ وہ تھکے ماندے گھر آئے تھے۔ انہیں پرسکون دیکھنے پر یہ خبر دی اور ثابت کیا کہ بچے کی جدائی پر میں بھی صبر کا پیکر ہوں۔

جنت کے حقدار

ایمان لانے والوں پر ہر حال میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی رحمت انعام کرتا ہے، والدین وفات پا جائیں تب بھی نیک اولاد زندگی بھر دعاؤں اور نیک اعمال کے ذریعے ان کے واسطے اجر اور درجات میں بلندی کا باعث بنتی ہے، اور والدین زندہ ہوں اور اولاد وفات پا جائے تب بھی وہ والدین کے لیے پیش رو بن کر انہیں اجر دلاتی ہے۔

اگلے صفحات پر درج ذیل احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ مومنوں کے بچے جو بالغ ہونے سے پہلے ہی وفات پا جاتے ہیں خود بھی جنت میں بھیجے جائیں گے اور ان کے والدین بھی ان پر صبر کرنے کی وجہ سے جنت کے حقدار ہوں گے۔

براءؓ کہتے ہیں، جب ابراہیمؓ (فرزندِ رسول ﷺ) فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ابراہیم کو جنت میں دودھ پلانے والی انا موجود ہے''۔ (بخاری)

غمزدہ باپ کے لیے بشارت

قرۃ المزنیؓ بیان کرتے ہیں کہ، ''نبی ﷺ جب تشریف رکھتے تو کئی ایک صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی خدمت میں آ کر بیٹھ جاتے۔ ان میں سے ایک صاحب کا چھوٹا سا بچہ تھا وہ اسے پشت پر بٹھا کر لایا کرتے اور اپنے سامنے بٹھا لیتے۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا، ''کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟''

انہوں نے عرض کیا، 'یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ سے ایسی محبت فرمائے جیسی میں اس سے محبت کرتا ہوں'۔

اب ہوا یہ کہ وہ بچہ فوت ہو گیا چنانچہ وہ صحابی اپنے بیٹے کی یاد اور غم کی وجہ سے بہت دنوں تک رسول اللہ ﷺ کی محفل میں حاضر نہ ہو سکے۔ آپ ﷺ نے جب ان کو کچھ روز نہ دیکھا تو دریافت فرمایا، ''میں فلاں آدمی کو نہیں دیکھ رہا؟'' صحابہ کرامؓ نے بتایا کہ ان کا جو بچہ آپ نے دیکھا تھا وہ فوت ہو گیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان سے ملاقات کی اور بچے کے بارے میں انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

''کونسی صورت تمہیں پسند ہے، تم دنیاوی زندگی میں اس سے فائدہ حاصل کرتے یا تمہیں یہ زیادہ پسند ہے کہ کل کو (آخرت میں) وہ آگے بڑھ کر تمہارے لیے جنت کا دروازہ کھول دے؟'' انہوں نے عرض کیا، 'یا نبی اللہ! بلکہ مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ وہ آگے بڑھ کر میرے لیے جنت کا دروازہ کھول دے'۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ تو تمہارے لیے طے ہو ہی چکا ہے''۔

ایک انصاری نے دریافت کیا، 'اے اللہ کے رسول (اللہ مجھے آپ پر فدا کرے)! کیا یہ ان ہی کی خصوصیت ہے یا ہم سب کے لیے ہے؟'

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''بلکہ تم سب کے لیے ہے''۔ (نسائی، مستدرک حاکم)

ایک اور موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، ''یہ چھوٹے بچے اپنے باپ کا دامن پکڑ لیں گے اور جب تک اسے جنت میں نہ پہنچا دیں اس کا دامن نہ چھوڑیں گے''۔ (مسلم)

ایک اور قابل ذکر حدیثِ قدسی ہے' ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جب مومن کا بچہ فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں (حالانکہ سب کچھ جانتے ہیں) : ''کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟''

فرشتے کہتے ہیں، 'جی ہاں'۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''کیا تم نے میرے بندے کے جگر کا ٹکڑا لے لیا؟''

فرشتے عرض کرتے ہیں، 'جی ہاں'۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''پھر میرے بندے نے کیا کہا؟''

فرشتے کہتے ہیں، ''اس نے آپ کی حمد بیان کی اور پڑھا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنِ۔

پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: '' میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام 'بیت الحمد' رکھو''۔ (مسند احمد)

ابوہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے:

'' جس مسلمان کے تین بیٹے وفات پا جائیں جو گناہ (کی عمر یعنی جوانی) کو نہیں پہنچے تو اللہ تعالیٰ صرف ان بچوں پر رحمت کی وجہ سے اس کو جنت میں لے جائیں گے''۔ (بخاری)

غمزدہ ماں کے لیے بشارت

مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ ماؤں کو ان کی اولاد کی وفات پر جنت اور وہاں ذخیرہ ہونے والے اجر کی خوشخبری سنا کر تسلی دیتے ہیں۔

اُسامہ بن زیدؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی کسی صاحبزادیؓ نے پیغام بھیجا کہ ان کی بچی یا بچہ حالت نزع میں ہے (ایک اور روایت کے مطابق بیمار کا نام اُمیمہ بنت زینب

تھا) چنانچہ آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئیں۔ آپ ﷺ نے واپسی پیغام میں سلام بھیج کر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ جو بھی لیتا ہے یا دیتا ہے، وہ سب اُسی کا ہے اور ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، لہٰذا صبر کرو اور اجر کی طلبگار رہو“۔ (بخاری)

ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ عورتوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، ’آپ ہمارے لیے (وعظ و نصیحت کا) ایک دن مقرر فرما دیجیے۔ تو آپ ﷺ نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، ”جس عورت کے تین بچے فوت ہو جائیں (اور وہ صبر کرے) تو وہ بچے اس کے لیے جہنم کی آگ سے رکاوٹ ہوں گے۔

ایک عورت نے پوچھا، ’جس عورت کے دو بچے فوت ہوں؟‘

ارشاد فرمایا، ”دو بچے بھی جہنم کی آگ سے رکاوٹ ہوں گے“۔ (بخاری)

ایک انصاری عورت کے بچے کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا:

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنے بچے پر جزع فزع کی ہے“۔ پھر آپ ﷺ نے اسے اللہ کے تقویٰ اور صبر کی تلقین فرمائی۔ وہ کہنے لگی، ’یا رسول اللہ! میں کیوں نہ جزع فزع کروں، میں ایسی عورت ہوں جو ”رقوب“ ہے (جس کا بچہ زندہ نہ بچے) اور میرا صرف یہی بچہ تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا، ”رقوب تو وہ ہے جس کا بچہ باقی رہے“۔ پھر فرمایا:

”جس مسلمان مرد یا عورت کے تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ اللہ سے اجر کا طلبگار رہے تو اللہ تعالیٰ اسے بچوں کی وجہ سے جنت میں داخل کریں گے“۔

سیّدنا عمرؓ نے دریافت کیا، ’میرے والدین آپ پر قربان اور دو بچوں کا کیا حکم ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا، ”ہاں دو کی وجہ سے بھی“۔ (الحاکم)

(چھوٹے بچوں کی وفات پر اتنا اجر ہے تو پال پوس کر بڑے کیے ہوئے بچوں کی وفات پر اور بھی زیادہ اجر ہوگا‘ بشرطیکہ صبر کیا جائے‘ واللہ اعلم)۔

غسل و تکفین

مسلمان کے نابالغ بچے کی میت کے لیے بھی غسل ایسے ہی ضروری ہے جیسے بالغ مسلمان کے لیئے، خواہ اس کا سارا جسم محفوظ ہے یا کسی وجہ سے جسم کا کچھ حصہ ہی رہ گیا ہے (سوائے میدان جنگ میں شہید ہونے والے مسلمان کے)۔

غسل دینے کے لیے چھ سال یا اس سے کم عمر کے لڑکے کو عورت نہلا سکتی ہے، مگر مرد نابالغ بچی کو غسل نہیں دے سکتا۔ علماء نے اسے غیر درست قرار دیا ہے۔

بچوں کی میت کو (نئے کپڑے پہنانے کی بجائے) کفن ہی میں لپیٹ کر دفن کرنا چاہیے، نئے کپڑوں کے حقدار مردہ کی بجائے زندہ بچے ہیں۔

نمازِ جنازہ

ابنِ شہاب کا قول ہے کہ ہر بچے پر جو فوت ہو جائے، جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اگرچہ وہ جائز اولاد نہ بھی ہو، اس لیے کہ وہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوا۔ اس کے ماں باپ دونوں مسلمان ہوں یا صرف باپ مسلمان ہو اگرچہ اس کی ماں مسلمان نہ ہو۔ جب بچہ پیدا ہوتے وقت آواز نکالے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور اگر آواز نہ نکالے تو نماز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ 'کچا بچہ' (pre mature) ہے۔ (بخاری)

وضاحت : کچا بچہ سے مراد ہے کہ مرا ہوا پیدا ہوا اور سانس لینا بھی شروع نہیں کیا تھا۔ البتہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہونے کا مطلب اس حدیثِ رسول ﷺ سے واضح ہے:

فرمایا: "ہر ایک بچہ فطرت اسلام یعنی توحید پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا پارسی بنا دیتے ہیں"۔ (بخاری)

ایک اور حدیثِ رسول ﷺ سے بھی یہی حکم ثابت ہے:

"بچے کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی اور اس کے والدین کے لیے مغفرت و رحمت کی دعا

کی جائے گی‘‘۔ (ابی داؤد)

حسن بصریؒ نے ایک بچے پر نمازِ جنازہ پڑھی جس میں سورۃ الفاتحہ کے بعد یہ دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ / اجْعَلْهَا لَنَا سَلَفاً وَّ فَرَطاً وَّذُخْراً وَّ أَجْراً (بخاری)

’’اے اللہ! بنا دے اس بچہ / بچی کو ہمارے لیے پیشوا اور پیش رو اور ذخیرہ اور باعثِ اجر‘‘

مغیرہؓ بن شعبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’سوار جنازے کے پیچھے چلے اور پیدل کی جہاں مرضی ہو چلے اور چھوٹے بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے‘‘۔ (سنن نسائی)

ام المومنین سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں انصار کے ایک بچے کا جنازہ لایا گیا تا کہ آپؐ اس پر نمازِ جنازہ پڑھیں۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں، میں نے اس کے لیے یوں کہا کہ یہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے جس نے نہ تو کوئی گناہ کیا ہے نہ گناہ والے کاموں کی سمجھ ہے (یعنی چھوٹا معصوم بچہ ہے)‘۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا:

’’اے عائشہ! اس کے علاوہ مزید بھی (کچھ کہنا ہے مجھے) اور وہ یہ کہ اللہ عزّ وجَل نے جنت بنائی اور اس میں رہنے والے بھی پیدا فرما دیے اور اُن کو اُن کے آباؤ اجداد کی پشتوں سے پیدا فرمایا‘‘۔ (سنن نسائی)

حقیقی خیر خواہ کون ؟

انسان کے حقیقی خیر خواہ اور اس سے بے لوث محبت کرنے والے اس کے والدین ہوتے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی اس کے ساتھ قبر میں داخل نہیں ہوتا‘ بلکہ ان میں سے کسی کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ اس کے لختِ جگر کے ساتھ قبر میں کیا پیش آ رہا ہے۔ اگر اسے وہاں عذاب ہو رہا ہو تو وہ اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ اگر ماں باپ اپنے پیارے بچے کی قبر میں کچھ مدد نہیں کر سکتے تو دوسرا کون ہے جو ایسی جرات کرے؟ لہٰذا انسان کو نیک اعمال کے ساتھ اپنی مدد آپ کرنی چاہیے۔ اور زندگی میں کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہیے‘ جو قبر میں برے ساتھی کی صورت میں اس کے ساتھ رہے۔

شہادت

(عظیم معرکہء حیات)

شہادت کیا ہے؟

میدان جنگ میں جو مسلمان جان و مال سے صرف اللہ کی خاطر لڑتا ہے' اور کفر و شرک کو مٹانے اور اللہ کی وحدانیت کا بول بولا کرنے کے لیے قتل کرتا ہے اور اس معرکہ میں خود بھی قتل ہو جاتا ہے، وہ '' شہید'' ہے۔

قرآن میں شہادت کی فضیلت

شہید اللہ تعالیٰ کے ہاں خاص تقرب اور امتیازی درجہ پاتے ہیں، انہیں پہلا اعزاز یہ حاصل ہوتا ہے کہ موت کی بجائے ایک نئی زندگی عطا کر دی جاتی ہے جو ہماری زندگی سے مختلف ہے اور وہ وہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتاً ط بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّھِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ o فَرِحِیۡنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ لا (آلِ عمران :169,170)

'' اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے انہیں مردہ مت سمجھو' بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں' اللہ کے دیے ہوئے فضل پر خوش ہیں''۔

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ ط بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ o (البقرہ : 154)

'' اور اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کو 'مردہ' نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تم (ایسی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے''۔

وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ o سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ o وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ o (محمد : 4,5,6)

’’جو لوگ اللہ کی راہ میں مار دیے جاتے ہیں، اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا، انہیں راہ دکھائے گا، اور ان کے حالات کی اصلاح کر دے گا اور انہیں اس جنت میں لے جائے گا جس سے انہیں شناسا کر دیا گیا ہے‘‘۔

حدیث میں شہادت کی فضیلت

ایک حدیث مبارک میں ہمیں شہادت کے فضائل یوں بتائے گئے ہیں:

(1) پہلا قطرہ گرتے ہی بخشش ہو جائے گی۔

(2) جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا، اور عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جائے گا۔

(3) قیامت کی گھبراہٹ سے محفوظ رکھا جائے گا۔

(4) زیورِ ایمان سے آراستہ ہوگا۔

(5) ستر قریبی رشتہ داروں کے حق میں اس کی شفاعت (سفارش) باذنِ اللہ قبول ہوگی۔

(6) خوبصورت آنکھوں والی حوروں سے نکاح ہوگا۔ (سنن ابن ماجہ)

آخرت کو دنیا پر ترجیح

جہاد فی سبیل اللہ میں جان جیسی پیاری چیز کا نذرانہ پیش کرنے والے مجاہد کا مطمعِ نظر نہ دنیا کا مال و جاہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس کو گھر، خاندان، آرام، وغیرہ کا خیال اللہ کے راستے میں جانے سے روکتا ہے بلکہ اللہ کا وعدۂ انعامات اسے آخرت کو دنیا کی زندگی پر ترجیح دینے پر ابھارتا رہتا ہے۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے :

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ج ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ o

(الِ عمران : 195)

’’تو جو لوگ میری خاطر گھر چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں اذیت دیے گئے اور لڑے اور قتل کئے گئے میں ان کے گناہ دور کر دوں گا اور ان کو جنتوں میں داخل کروں گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہی اللہ کے ہاں بدلہ ہے اور اللہ کے ہاں اچھا بدلہ ہے‘‘۔

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ o (الِ عمران : 157)

’’اور اگر تم اللہ کے رستے میں قتل کیے جاؤ یا اپنی (طبعی) موت مر جاؤ، تو جو (مال) لوگ جمع کرتے ہیں، اس سے اللہ کی بخشش اور رحمت کہیں بہتر ہے‘‘۔

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ط وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا o

(النساء :74)

’’تو جو لوگ آخرت (کو خریدتے اور اس) کے بدلے دنیا کی زندگی کو بیچنا چاہتے ہیں ان کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے، پھر شہید ہو جائے یا غلبہ پائے ہم عنقریب اس کو بڑا ثواب دیں گے‘‘۔

بلاتاخیر شہادت

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا شوق رکھنے والے، آخرت کا اجر پانے کی کوششوں میں

کتنی جلدی کرتے ہیں۔ جابر بن عبداللہ انصاریؓ کہتے ہیں، ’ایک شخص (مسلمؒ کی روایت میں اس شخص کا نام عمیرؓ بن حمام بتایا گیا ہے) نے جنگِ اُحد کے دن اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا، ’فرمایئے! اگر میں مارا جاؤں تو (مارے جانے کے بعد) کہاں جاؤں گا‘؟

آپ ﷺ نے فرمایا، ’’بہشت میں‘‘۔ اس شخص نے یہ سن کر جو کھجوریں کھا رہا تھا ان کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا پھر لڑتا رہا، یہاں تک کہ مارا گیا (شہید ہو گیا)۔ (بخاری)

واپس آنے کی تمنا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’جنت میں داخل ہونے والوں کو زمین پر جو کچھ ہے اگر وہ سب دے دیا جائے تو پھر بھی وہ اس دنیا میں آنا نہیں چاہیں گے، سوائے شہید کے۔ وہ اس عزت و اکرام کی بنا پر جو اسے ملا، تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں پھر واپس جائے اور دس بار (اللہ کی راہ میں اسی طرح) مارا جائے‘‘۔ (متفق علیہ)

لذت شہادت

حدیثِ پاک ہے:

’’جو شخص نیک عمل کر کے دنیا سے جاتا ہے اسے اللہ کے ہاں اس قدر پرلطف اور پرکیف زندگی میسر آتی ہے کہ وہ کبھی دنیا میں واپس آنے کی تمنا نہیں کرتا، مگر شہید اس سے مستثنیٰ ہے، وہ تمنا کرتا ہے کہ پھر دنیا میں بھیجا جائے اور پھر اس لذت، اس سرور اور نشے سے لطف اندوز ہو جو راہِ خدا میں جان دیتے وقت حاصل ہوتا ہے‘‘۔ (مسند احمد)

آرزوئے شہادت

ایک سچا مومن شہادت کی موت کے لیے دل سے آرزو رکھتا ہے اور ایسا کرنا مسنون ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود اپنی ذاتِ اطہر کے لیے بھی فرمایا:

’’اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے‘ میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں‘ پھر زندہ کیا جاؤں‘ پھر قتل کیا جاؤں‘ پھر زندہ کیا جاؤں‘ پھر قتل کیا جاؤں‘ پھر زندہ کیا جاؤں‘ پھر قتل کیا جاؤں‘‘۔ (بخاری)

دعائے شہادت

شہادت کی موت کے لیے دعا کرتے رہنا بھی مستحب ہے۔ سیّدنا عمرؓ یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ
وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ

(بخاری)

’’اے اللہ! مجھے اپنے رستہ میں شہادت دیں اور میری موت آپ کے نبیؐ کے شہر میں ہو‘‘۔

> رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو یوں مرا کہ اس نے نہ جہاد کیا اور نہ دل میں اس کا ارادہ کیا‘ وہ نفاق کے ایک شعبہ پر مرا‘‘۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’جو سچے دل سے شہادت کی دعا مانگتا ہے‘ اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے مرتبوں پر پہنچا دیں گے اگرچہ اسے موت اپنے بستر پر ہی آئے‘‘۔ (مسلم)

اخلاص نیت

شہادت کی موت کے لیے آرزو ہو تو نیت کا اللہ کے لیے خالص ہونا ضروری ہے۔

سیّدنا ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’قیامت کے دن سب سے پہلے ایک شہید لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں گنوائیں گے اور شہید ان نعمتوں کا اقرار کرے گا‘ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے، ’’تو نے ان نعمتوں کا حق ادا کرنے کے لیے کیا عمل کیا؟‘‘ وہ کہے گا، ’میں نے تیری راہ میں جنگ کی حتیٰ کہ شہید ہو گیا‘۔ اللہ تعالیٰ (اس کی نیت کا حال پہلے سے جانتے ہوئے) فرمائیں گے، ’’تو جھوٹا ہے‘ تو نے بہادر کہلوانے کے لیے جنگ

کی، سو دنیا میں تجھے بہادر کہا گیا‘‘۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوگا اور وہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ (مسلم)

ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، ’یا رسول اللہ! ایک آدمی تو مالِ غنیمت کے لیے لڑتا ہے‘ ایک اس لیے لڑتا ہے تا کہ اس کا چرچا ہو‘ ایک لڑتا ہے تا کہ اس کا مقام پہچانا جائے۔ دوسری روایت میں ہے کہ کوئی بہادری دکھانے کے لیے لڑتا ہے‘ کوئی قومی وقبائلی عصبیت کے لیے لڑتا ہے۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ کوئی شخص (ذاتی) غصے کے پیش نظر لڑتا ہے۔ پس ان میں کون اللہ کے راستے میں لڑنے والا ہے؟‘

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’جو شخص اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو‘ وہی شخص اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے‘‘۔ (متفق علیہ)

شہادت کی آرزو اور لڑنے کی آرزو میں فرق

بہرحال شہادت کی آرزو اور دشمن سے لڑنے کی آرزو رکھنے میں اس طرح نمایاں فرق ہے کہ مومن لڑنے میں پہل نہ کرے، البتہ اگر دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو پھر شہادت کی آرزو رکھتے ہوئے مقابلے پر جم جائے۔

مندرجہ ذیل حدیث سے اس کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض ایسے دنوں میں، جب آپ کا مقابلہ دشمنوں سے ہوا، انتظار فرمایا یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو کھڑے ہو کر فرمایا:

’’اے لوگو! دشمن سے لڑنے کی آرزو مت کرو اور اللہ سے عافیت کا سوال کرو لیکن جب تمہارا ان سے مقابلہ ہو جائے تو پھر ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے۔ پھر یوں دعا فرمائی: ’’اے اللہ! کتاب نازل کرنے والے‘ بادلوں کو چلانے والے‘ دشمن کے لشکروں کو شکست دینے والے‘ ان کو شکست دیجیے اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرمایئے‘‘۔ (متفق علیہ)

دشمن کے شر سے اللہ کی پناہ

ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی قوم سے خوف محسوس کرتے تو یہ دعا فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ (ابوداؤد)

اے اللہ! ہم آپ کو ان کے مدمقابل کرتے ہیں اور آپ سے ان کی شرارتوں پر پناہ مانگتے ہیں۔

شہید اور قرض

میت کے قرض کی ادائیگی کے لیے اس قدر تاکید آئی ہے کہ شہادت جیسا رتبہ پانے والا بھی اس سے بری الذّمہ نہیں۔ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”قرض کے علاوہ شہید کے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں“۔ (مسلم)

غسل سے مبّرا

اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

سیّدنا جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اُحد کے دن شہیدوں کو غسل نہیں دیا اور فرمایا، ”میں ان کا گواہ ہوں، انہیں خون سمیت لپیٹ دو۔ جو بھی اللہ کی راہ میں زخم کھائے گا وہ روزِ قیامت اس حال میں آئے گا کہ خون ٹپک رہا ہوگا۔ جس کا رنگ تو خون کا ہوگا لیکن خوشبو کستوری کی سی ہوگی“۔ (بیہقی)

ایک اور روایت میں فرمایا:

”انہیں غسل مت دو، ان کے ہر زخم سے روزِ قیامت کستوری کی خوشبو بھڑکے گی“۔

آپ ﷺ نے ان کی نمازِ جنازہ بھی ادا نہیں فرمائی۔ (مسند احمد)

ایک غزوہ میں نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سارا مالِ غنیمت عنایت فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس کو تقسیم کرنے سے پہلے تمام ساتھیوں کی موجودگی کے متعلق دریافت فرمایا۔ معلوم ہوا

جلیبیبؓ نظر نہیں آرہے۔ آپ ﷺ نے انھیں تلاش کرنے کا حکم فرمایا تو وہ مقتولین میں پائے گئے ان سات آدمیوں کے قریب جو جُلَیْبِیبؓ کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ان کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا:

’’اس نے سات آدمیوں کو قتل کیا‘ پھر انہوں نے اسے شہید کر دیا‘ یہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں‘‘ یہ بات آپ ﷺ نے دو تین مرتبہ دہرائی‘ پھر آپ ﷺ نے اپنے بازوؤں کو پھیلا لیا‘ راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں اپنے بازوؤں پر اٹھا لیا‘ رسول اللہ ﷺ کے بازو ہی اس کی چارپائی تھے‘ (قبر تک لے جا کر) ان کو قبر میں لٹا دیا گیا‘ راوی نے غسل کا تذکرہ نہیں کیا۔ (مسلم)

فرشتوں سے غسل

اُحد کے روز حنظلہؓ بن ابی عامر کی شہادت بیان کرتے ہوئے عبداللہ بن زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ’’تمہارے ساتھی کو فرشتے غسل دے رہے ہیں‘ ان کی اہلیہ سے دریافت کرو‘‘۔ ان کی (اہلیہ نے) بتایا کہ وہ ندائے جہاد سنتے ہی نکل گئے‘ حالانکہ وہ جنبی تھے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ’’اسی لیے انہیں فرشتوں نے غسل دیا ہے‘‘۔ (تب سے وہ غَسِیْلُ الْمَلٰٓئِکَةِ مشہور ہوئے) (حاکم)

شہید کا کفن

شہید کو وردی سمیت کفن کی چادر میں لپیٹا جائے گا‘ اس کی دلیل ہمیں مندرجہ ذیل روایات سے ملتی ہے:

خبّابؓ سے روایت ہے کہ مصعبؓ بن عمیر غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے۔ انہوں نے کچھ بھی نہ چھوڑا جس میں کفن دیا جا سکتا۔ بس ایک چھوٹی سی دھاری دار چادر تھی جس سے اگر ہم ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں چھپاتے تو سر برہنہ ہو جاتا۔

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''چادر کو سر کی طرف ڈال دو''۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا، ''چادر سے اس کا سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر اذخر گھاس رکھ دو''۔ (بخاری)

سیدنا انسؓ کا بیان ہے کہ اُحد کے معرکہ میں مقتولین زیادہ تھے اور کپڑے کم۔ دو، تین کو نبی ﷺ ایک قبر میں جمع فرما رہے تھے اور دریافت فرماتے تھے، ''قرآن کسے زیادہ حفظ تھا؟'' پھر اسے لحد میں مقدم کر دیتے اور دو ، تین کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیتے۔ (ترمذی)

شہید کے لیے نمازِ جنازہ

اللہ کی راہ میں مارے جانے والے (شہید) کی نمازِ جنازہ واجب ہونے کی کوئی واضح دلیل نہیں ملتی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے شہدا پر بعض اوقات نماز پڑھی اور بعض شہدا پر نہیں بھی پڑھی۔

سیّدنا شدادؓ بن الہاد روایت کرتے ہیں کہ دیہات کے رہنے والوں میں سے ایک شخص نبی پاک ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، ایمان لایا اور آپؐ کی اتباع کی، پھر کہنے لگا، 'میں آپؐ کے ساتھ ہجرت کروں گا، نبی ﷺ نے اس کے متعلق بعض صحابہ کرامؓ کو وصیت فرما دی۔

پھر جب ایک غزوہ میں چند قیدی بطور غنیمت حاصل ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے ان قیدیوں کو تقسیم فرمایا اور اس شخص کا حصّہ بھی متعین فرمایا۔ آپ ﷺ کے صحابہؓ اس کا حصّہ اس کو پہنچانے آئے اور وہ ان (صحابہ کرامؓ) کے سواری کے جانور چرَایا کرتا تھا۔ جب وہ اس کا حصّہ دینے لگے تو اس نے دریافت کیا کہ 'یہ کیا ہے' ؟ انہوں نے بتایا کہ یہ تمہارا حصّہ ہے جو نبی ﷺ نے تمہیں بخشا ہے۔ اس نے یہ حصّہ لے لیا اور اسے لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا، 'یا رسول اللہ! یہ کیا ہے' ؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ''میں نے تمہارا حِصّہ نکالا ہے''۔

اس نے عرض کیا کہ میں مال و دولت جمع کرنے کی غرض سے آپ پر ایمان نہیں لایا تھا بلکہ میں نے آپ کی پیروی محض اس لیے کی ہے کہ (اللہ کی راہ میں) میری اس جگہ حلق پر تیر مارا جائے (حلق کی طرف اِشارہ کیا) اور میں مروں پھر جنت میں داخل ہو جاؤں‘۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

”تم سچے دل سے اللہ کی تصدیق کرو گے تو اللہ بھی تمہیں سچا کرے گا“۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد لوگ جہاد کے لیے اُٹھے۔ (جن میں یہ شخص بھی شامل ہوا) اتنے میں کچھ لوگ اسے اٹھائے ہوئے نبی ﷺ کی خدمتِ اقدس میں لائے، اسے اسی جگہ تیر لگا تھا جہاں اس نے حلق پر اشارہ کیا تھا۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا، ”کیا یہ وہی شخص ہے؟“ لوگوں نے بتایا، ’جی ہاں‘۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

” اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی جو صفات ارشاد فرمائی تھیں اس نے ان کی عملاً تصدیق کی اور اللہ نے بھی اسے سچا کیا“۔ پھر نبی ﷺ نے اپنے جُبے میں اسے کفن دیا‘ پھر اسے آگے رکھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی تو آپ ﷺ کی نماز میں سے جتنا لوگوں کو سنائی دے سکا، وہ یہ تھا:

اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِيْ سَبِيْلِكَ
فَقُتِلَ شَهِيْدًا اَنَا شَهِيْدًا عَلٰى ذٰلِكَ.

اے اللہ! یہ آپ کا بندہ ہے، آپ کی راہ میں ہجرت کر کے نکلا،
پھر شہادت پائی، میں اس بات پر گواہ ہوں۔ (سنن نسائی)

نمازِ جنازہ دراصل میت کے لیے اللہ تعالیٰ سے کی جانے والی دعاءِ استغفار ہے اور شہید

اوّلاً: اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ”میت“ یعنی مردہ نہیں ہے،

ثانیاً: اللہ تعالیٰ نے خود ہی (انسانوں کی طرف سے بخشش طلب کیے بغیر) شہید کے تمام گناہ

(سوائے قرض کے) اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی معاف فرما دینے اور اپنے ہاں سے فضل اور انعام و اکرام دینے کا وعدہ فرمایا ہے، اس لیے اس پر نمازِ جنازہ پڑھنے کی ضرورت واجب نہیں سمجھی گئی، البتہ شرعاً جائز ہے، واللہ اعلم۔

صحیح بخاری کی ایک روایت سے آٹھ سال بعد اُحد کے شہیدوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دعائے استغفار کرنے کی جو حدیث ملتی ہے، تو وہ آپ ﷺ کی اپنی وفات سے قبل ان شہیدوں کی جانوں کی قربانیوں پر گواہی اور ایک الوداعی دعا تھی۔

شہادت کی دوسری اقسام

بارگاہ الٰہی میں اخلاص نیت سے جان کا نذرانہ پیش کرنیوالے حقیقی شہیدوں کے علاوہ بھی کچھ لوگ ہیں جو رتبہ شہادت سے نوازے جائیں گے اور جنہیں شہیدوں کی طرح اجر عطا کیے جانے کی خوشخبری دی گئی ہے، البتہ ان کے لیے نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور انہیں غسل بھی دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ عبداللہؓ بن رواحہ کی عیادت کو تشریف لائے، وہ استقبال کے لیے بستر سے اٹھ نہ سکے۔

آپ ﷺ نے پوچھا، ''تمہیں معلوم ہے کہ میری امت کے شہداء کون کون ہیں؟''

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، ''مسلمان کا قتل ہونا شہادت ہے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس صورت میں تو میری امت کے شہداء کم ہی ہوئے۔ (بیشک) مسلمان کا قتل ہونا تو عین شہادت ہے، البتہ طاعون سے مرنا بھی شہادت ہے اور جو عورت بچے کی پیدائش کے سبب فوت ہو جائے تو یہ بھی شہادت ہے''۔ (مسند احمد)

جابرؓ بن عتیک رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ، ''فی سبیل اللہ قتل ہونے کے علاوہ شہید سات قسم کے ہیں۔ طاعون سے مرنے والا، غرق ہونے والا، پہلو کے درد سے

مرنے والا' پیٹ کی بیماری سے مرنے والا' جل جانے والا' ملبے کے نیچے دب کر مرنے والا اور وہ عورت جو بچے کی (زچگی کی) وجہ سے مر جائے۔ یہ سب کے سب شہید ہیں"۔ (ابوداؤد)

اس کے علاوہ دیگر احادیث میں تپ دق سے مرنے والا' جس شخص کا مال ناحق طریقے سے لینے کی کوشش کی جائے پھر وہ اس کا دفاع کرتے ہوئے مارا جائے' جو اہل وعیال کی عزت کا دفاع کرتے ہوئے مارا جائے' جو اپنے دین کے دفاع میں مارا جائے اور جو اپنے خون کے دفاع میں مارا جائے' یہ سب شہید ہیں۔ (بحوالہ ابوداؤد ، ترمذی ، نسائی)

ظالم حاکم کو نصیحت کرنے کے جواب میں قتل کیے جانے والا بھی شہادت کا رتبہ پائے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"سیدنا حمزہؓ بن عبد المطلب سید الشہداء ہیں اور وہ آدمی بھی جس نے ظالم امام (حاکم) کو نیکی کی تلقین کی اور برائی سے روکا تو حاکم نے اس کو قتل کر دیا"۔ (مستدرک حاکم)

يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ط (المائدہ : 54)

"وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے"۔

مجاہدہ کی اقسام

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "جس شخص نے نہ خود کو اللہ کی راہ میں پیش کیا' یا کسی کو اس راہ میں سامان دے کر تیار نہیں کیا' یا کسی غازی کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بہتر طرح دیکھ بھال نہیں کی' اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت سے پہلے کسی بڑی مصیبت یا حادثے سے دوچار کریں گے"۔ (ابوداؤد)

نیز فرمایا، "مشرکین سے اپنی جانوں' مالوں' اور زبانوں کے ساتھ مجاہدہ کرو"۔ (ابوداؤد)

اللہ کے رسول ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا، "مہاجر وہ ہے جو برائی کو چھوڑ دے اور مجاہد وہ ہے جو اپنی خواہشات سے جہاد کرے"۔ (ابن ماجہ از جامع الصغیر)

قتلِ مومن

(ناحق خون)

گناہِ کبیرہ

قرآن اور احادیث سے معلومات کی روشنی میں مومن کا قتل ان گناہوں میں سے ایک ہے جو گناہِ کبیرہ کہلاتے ہیں۔ حقوق اللہ میں خلل ڈالنے والا پہلا بڑا جرم شرک ہے تو حقوق العباد میں خلل ڈالنے والا بڑا جرم قتلِ مومن ہے۔

خالق اور جان کی حرمت

ناحق قتل پر

ایک ماں اپنے فرمانبردار اور پیارے بچے کو ذرا سی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تو اللہ تعالیٰ جو ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرنے والا ہے اور جان کا خالق و مالک بھی ہے بھلا اپنی تخلیق کی ہوئی اس جان کو ناحق تلف ہوتے کیسے دیکھ سکتا ہے؟ جان بھی ایسی جو اس کی فرمانبردار ہو اور اس پر ایمان لا چکی ہو۔ ایسا کرنے والا اللہ رب العزت کے غضب کو بھڑکاتا اور اس کی طرف سے سخت ترین سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ قرآنِ پاک میں اِرشاد ہے:

وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا
وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (النساء :93)

”اور جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے“

حق کے ساتھ قتل پر

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط (الانعام :151)

"اور کسی جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ہے قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ"۔

حق کے ساتھ قتل کرنا کیا ہے؟ اس کی تفسیر ایک دوسری آیت سے ہو جاتی ہے۔

اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا o (المائدہ : 32)

"جس نے کسی جان کو جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے علاوہ کسی اور وجہ سے قتل کیا‘ تو اس نے گویا تمام انسانیت کو قتل کیا"۔

"جان کے بدلے جان" کے علاوہ "زمین میں فساد پھیلانے کی" مزید وضاحت اس حدیث پاک سے ملتی ہے، فرمایا:

"تین طریقوں کے علاوہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے:

(۱) شادی شدہ زانی‘ (۲) جان کے بدلے جان‘

(۳) مرتد (اپنا دین ترک کر کے جماعت سے جدا ہونے والا)"۔ (متفق علیہ)

(جماعت سے جدا ہونے سے مراد ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جماعت جیسے عقائد و اعمال سے منحرف ہونے والا)۔

زمین میں فساد پھیلانے کی روک تھام

فساد کے حکم میں محاربین‘ (لوگوں پر قاتلانہ حملہ کر کے مال لوٹنے والا گروہ) زندیق (جو شخص ظاہر میں کلمہ گو ہو مگر قرآن‘ رسالت اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا منکر ہو) جادوگر، گستاخِ اللہ اور گستاخِ رسول ﷺ اور نماز کا تارک (منکر ہو کر یا تحقیر کے طور پر پانچ نمازیں ترک کرنے والا) شامل ہیں۔ اس لیے کہ یہ تمام کفریہ امور ہیں۔ حکام کی طرف سے

پہلے ان کو سمجھایا جائے گا پھر توبہ کا موقع دیا جائے گا۔ اگر انکار کریں تو پھر ان پر قتل کی حد نافذ کرنا جائز ہے۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ
فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ
وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ..(المائدہ : 33)

”ان کی سزا جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے ساتھ محاربت کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، یہ ہے کہ وہ قتل کر دیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں، یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے“.....

قرآن الکریم میں ایک جگہ اور اِرشاد ہوتا ہے:

... فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ج ...(الحجرات:9)

اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ج
فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o (المائدہ : 34)

” مگر وہ تمہارے اُن پر قابو پالینے سے پہلے توبہ کر لیں، تو جان لو کہ اللہ بہت زیادہ بخشش والا اور رحم و کرم والا ہے“۔

ان واجب القتل لوگوں کی میتوں کو (سزا کے بعد) نہ ہی غسل دیا جائے گا، نہ ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا نیز ان کا مالِ وراثت بھی ان کے وارثوں کی بجائے قومی تحویل میں رفاہی کاموں پر خرچ کیا جائے گا۔

اللہ کے رسول ﷺ اور جان کی حرمت

رحمت دو عالم سیدنا محمد ﷺ سے زیادہ مومن کی جان کی قدر و قیمت جاننے والا اور کون ہوسکتا ہے؟ خصوصاً اسلام کے ابتدائی زمانہ میں کفار کی تمام تر مخالفتوں، دشمنیوں اور نفرتوں کے درمیان ایک ایک انسان کو اسلام کی دعوت دینا، پھر ہر ایک مسلمان کی ایمان کے ساتھ آبیاری کر کے اسے مومن کے رتبے تک پہنچانا اور پھر ایک موقع پر کعبہ معظم کو مخاطب کر کے فرمانا:

> ''اے کعبۃ اللہ! تو کس قدر پاکیزہ ہے، تیری خوشبو کس قدر عمدہ ہے، تو کتنے بلند مقام والا ہے اور تیری حرمت کس قدر زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، مومن کے مال و خون کی حرمت اللہ کے نزدیک تیرے اس مقامِ حرمت سے کہیں زیادہ ہے''۔ (ابن ماجہ)

مومن کی جان کی عظمت و حرمت کا ذکر ایک اور دفعہ میدانِ عرفات میں 9 ذی الحجہ کو حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کی موجودگی میں نبی کریم ﷺ نے یوں فرمایا: ''اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟''

لوگوں نے عرض کیا، 'حرمت والا دن'۔

آپ ﷺ نے پوچھا، ''یہ کون سا شہر ہے؟''۔

عرض کیا گیا، 'حرمت والا شہر'۔

پھر پوچھا، ''یہ کون سا مہینہ ہے؟''۔

بتایا گیا، 'حرمت والا مہینہ'۔

اس پر آپ ﷺ نے وہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا، ''یقیناً تمہارا خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر آپس میں اس طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت (خصوصاً) تمہارے اس شہر کی حدود میں، اس مقدس ماہ کے دوران''۔ (بخاری)

مسجد یا مقتل؟

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور حمد و تسبیح کرنے والی جانوں کا خون کرنا خصوصاً مسجدوں میں نمازیوں پر قاتلانہ حملے کرنا، یہ اللہ تعالیٰ کو کس قدر ناراض کرنے والا جرم ہے اس کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

''ایسا ہوا کہ ایک نبیؑ کو ایک چیونٹی نے کاٹ کھایا' تو ان کے حکم پر چیونٹیوں کا سارا جتھہ جلا دیا گیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی بھیجی، '' تجھے ایک چیونٹی نے کاٹا اور تو نے میری اتنی خلقت جلا دی جو میری تسبیح کرتی تھی''۔ (بخاری)

انسان اشرف المخلوقات ہے اور مسجد زمین پر اللہ کا گھر اور ایسے پاکیزہ اور حرمت والے گھروں میں ایسے ناپاک عزائم؟

مسجد اور اصلاحِ معاشرہ

انسانوں کے باہمی اختلافات اور رنجشیں چھوٹی بڑی دشمنیوں کو جنم دیتی ہیں۔ جن میں فرقہ واریت اور گروہی مخالفتیں بھی شامل ہیں۔ اگر قوت برداشت کمزور ہو اور ضبطِ نفس کی عادت نہ ہو تو بعض اوقات یہی دشمنیاں غصہ اور غضب کی انتہا اختیار کر کے قتل جیسے گھناؤنے انجام تک جا پہنچاتی ہیں۔ اسی لیے اسلام باہمی اختلافات و معاملات کو دن میں پانچ بار اللہ کے گھر ملاقات کے وقت (نماز کے اوقات میں مسجدوں میں) حکمت و سمجھ بوجھ سے سلجھانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

پھر بھی اگر عقل پر جہالت کا پردہ پڑ ہی جائے تو اس وقت انسان صرف یہ ہی سوچ لے کہ وہ تو ایک محدود اختیارات رکھنے والا کمزور اور بے بس انسان ہے اور جس کا قانون توڑ کر اس کی پیدا کی ہوئی مخلوق کو جان سے ختم کر کے نافرمانی کا مرتکب ہو رہا ہے وہ ذاتِ اقدس تو تمام اختیارات اور قوتوں کی مالک ہے۔ اس کی سزا اور پکڑ سے بھلا وہ کیسے بچ سکے گا؟

جلد بازی سے منع

اللہ کی فرمانبرداری کا تقاضا یہ ہے کہ معاملہ خواہ کتنا ہی سنگین کیوں نہ ہو اُس کے قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لیا جائے۔ مثلاً ایک مرد کا اپنی بیوی‘ بہن‘ بیٹی یا بہو وغیرہ کو کسی غیر کے ساتھ قابلِ اعتراض حالت میں دیکھنا کس قدر غضبناک کر سکتا ہے، مگر اس موقع پر بھی جو حکم ملتا ہے وہ اس حدیث سے سمجھ آ سکتا ہے۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں، سعدؓ بن عبادہ نے عرض کیا:

’’یارسول اللہ! اگر میں اپنی بیوی کو کسی غیر مرد کے ساتھ (ناجائز حالت میں) دیکھوں تو کیا اس وقت تک اسے کچھ نہ کہوں جب تک چار گواہ نہ لے آؤں؟‘‘ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ’’ہاں‘‘۔ سعدؓ کہنے لگے، ’ہرگز نہیں‘ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے‘ میں تو گواہ لانے سے پہلے ہی اسے فوراً تلوار سے قتل کر دوں گا‘۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

’’(لوگو) سنو! تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے؟ وہ (سعد) واقعی غیرت مند ہے لیکن میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے‘‘۔ (مسلم)

یعنی فوراً قتل کرنا جائز نہیں‘ اس سے مزید فتنہ بڑھتا ہے لہٰذا اللہ کے بتائے گئے قانون کے مطابق سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے۔ مندرجہ بالا حدیث جو حکمت سکھاتی ہے اس سے غلط فہمی اور شکوک و شبہات کی بنیاد پر سرزد ہونے والے بہت سے جرائم کا سدِ باب ہو سکتا ہے‘ ورنہ بسا اوقات عجلت و جلد بازی تمام زندگی کا پچھتاوا بن جاتی ہے۔

تباہ کن گناہ

اللہ کے رسول ﷺ نے مومنوں کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

’’سات قسم کے تباہ کن گناہوں سے دور رہو‘‘۔ پوچھا گیا، ’یارسول اللہ! وہ کون سے ہیں؟‘ فرمایا، ’’اللہ کے ساتھ شرک کرنا‘ جادو کرنا‘ ناحق کسی جان کو قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہو‘ یتیم کا مال کھانا‘ سود کھانا‘ دوران جہاد جان بچا کر بھاگنا‘ سیدھی سادی اور پاک دامن

مومنہ خواتین پر زنا کی تہمت لگانا‘‘۔ (متفق علیہ)

ایک اور موقع پر فرمایا، ’’ایک مسلمان کے (ناحق) قتل کے مقابلے میں پوری دنیا کا تباہ و برباد ہو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معمولی بات ہے‘‘۔ (ترمذی)

قتل بالواسطہ یا بلاواسطہ

قتل کے جرم میں خواہ ایک شخص کی نیت و عمل شامل ہو یا ایک سے زیادہ کی نیت اور ایک کا عمل یا بہت سے لوگ اس میں نیت اور عمل کے ساتھ ملوث ہوں ان کے گناہ کا وبال آپس میں سب پر تقسیم ہو کر بھی ہلکا نہ ہو گا بلکہ ہر ایک کو الگ الگ جہنم میں جھونکے جانے کی سزا بتائی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’اگر زمین و آسمان کے تمام بسنے والے ایک مومن کے خون (قتل) میں شریک ہو جائیں تو اللہ عزوجل ضرور ان سب کو اوندھے منہ جہنم میں دھکیل دیں گے‘‘۔ (ترمذی)

جلا کر مار ڈالنا

قتل کے ارادے سے کوئی بھی طریقہ استعمال کر کے جان تلف کرنا بذات خود بڑا گناہ ہے مگر جلا کر قتل کرنا اس کی سنگینی کو اور بڑھاتا ہے۔ اللہ کے نافرمانوں کو آگ کے عذاب کی سزا میں مبتلا کرنا صرف اللہ قہار و جبار کا حق ہے۔ اس طریقہ سے انسانوں کو منع کیا گیا ہے۔

سیدنا علیؓ نے کچھ لوگوں کو (جو سزا کے مستحق تھے) آگ سے جلوایا۔

عبداللہؓ بن عباس کو یہ خبر پہنچی' انہوں نے کہا، 'اگر میں علی کی جگہ (خلیفہ) ہوتا تو کبھی ان کو نہ جلواتا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ’’اللہ کے عذاب سے عذاب نہ دو‘‘۔ البتہ میں سزا میں قتل کروا ڈالتا۔ جیسا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے:

’’جو اپنا دین بدل ڈالے اس کو مار ڈالو‘‘۔ (بخاری)

دشمن کو قتل کرنے کے آداب

اسلام' دشمن کو قتل کرنے کے آداب بھی سکھاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ایمان والے (ضرورت پڑے تو اللہ کے دشمنوں کو) قتل کرنے میں سب سے بہتر طریقہ اپناتے ہیں''۔ (سنن ابی داوٗد)

اس کی وضاحت یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی کو ''امیر لشکر'' مقرر کر کے روانہ کرتے تو اسے اس کی ذات اور مسلمانوں کے بارے میں اچھی وصیتیں فرماتے۔ مثلاً: ''ضعیفوں، بوڑھوں، چھوٹے بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے۔ دشمن کو آگ میں نہ جلایا جائے، دشمن مقتولوں کا مثلہ (اعضاء وغیرہ کاٹ کر لاش خراب کرنا) نہ کیا جائے''۔ (سنن ابی داوٗد)

کرے کوئی بھگتے کوئی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''مومن اپنے دین میں بڑھتا رہتا ہے، جب تک کہ کسی حرام خون کا ارتکاب نہ کرے''۔ (بخاری)

لیکن دین سے دُوری اور آخرت سے لاپرواہی دراصل اسے ایسے بڑے گناہوں پر دلیر رکھتی ہے جن سے اس کا کیا ہوا بہت سے بے گناہوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔ خاندان کا ایک فرد چلے جانے سے دوسرے تمام اہل خانہ قرابت، کفالت، تحفظ اور بے شمار دوسری محرومیوں کا ایک ساتھ شکار ہو جاتے ہیں اور بات ایک خاندان تک نہیں رہتی۔ اگر مقتول کے رشتہ دار معاف نہ کریں تو قصاص (جان کا بدلہ جان) کے تحت پھر دوسرا خاندان بھی انہی محرومیوں اور مشکلات کا شکار ہو سکتا ہے اور یوں ایک انسان کے ظلم کی وجہ سے بہت سے انسانوں کو ابتلا و آزمائش جھیلنی پڑتی ہے اور انسانوں کے بعض گروہوں اور بستیوں میں تو یہ سلسلہ صدیوں تک نسل در نسل جاری رہتا ہے۔

اللہ کی عدالت میں پہلا مقدمہ

معاشرتی معاملات اور حقوق العباد کے حوالے سے اس قبیح فعل کو بڑی نوعیت کا جرم ہونے کے سبب روزِ قیامت سب سے پہلے فیصلہ کے لیے لایا جائے گا۔ حدیثِ رسول ﷺ ہے:

”قیامت کے دن سب سے پہلا فیصلہ جو لوگوں کے مابین معاملات کے بارے میں ہوگا وہ خون کے بارے میں ہوگا“۔ (متفق علیہ)

ایک اور موقع پر اِرشاد فرمایا، ”انسان سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور آپس کے معاملات (کے لحاظ سے) پہلے خون کا فیصلہ ہوگا“۔ (سنن نسائی)

معلوم ہوا کہ حقوق اللہ میں نماز کا اور حقوق العباد میں خون (قتل) کا حساب پہلے ہوگا۔

قتل کے لیے سزا اور خون بہا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِىَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَىْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (البقرہ 178.179)

”مومنو! تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی خون کے بدلے خون) کا حکم دیا جاتا ہے (اس طرح کہ) آزاد کے بدلے آزاد (مارا جائے) اور غلام کے بدلے غلام، اور عورت کے بدلے عورت۔ اور جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہیے اور آسانی کے ساتھ دیت ادا کرنی چاہیے، تمھارے رب کی طرف سے یہ تخفیف اور رحمت ہے اس کے بعد بھی جو سرکشی کرے اسے دردناک عذاب ہوگا، عقلمندو! قصاص میں تمھارے لیے زندگی ہے اس باعث تم (قتل ناحق سے) رکو گے“۔

قتل خطا کے لیے خون بہا اور کفارہ

اللہ رب العالمین کا اِرشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَأً ج وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ط فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ط وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ م بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ج فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ز تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ (النساء : 92)

”کسی مومن کو دوسرے مومن کا قتل کر دینا زیبا نہیں مگر غلطی سے ہو جائے تو جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصد مار ڈالے‘ اس پر ایک مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنا اور مقتول کے عزیزوں کو خون بہا پہنچانا ہے‘ اِلّا یہ کہ وہ بطورِ صدقہ معاف کر دیں اور اگر مقتول تمہاری دشمن قوم کا ہو‘ اور ہو بھی وہ مسلمان تو صرف ایک مومن غلام کی گردن آزاد کرنی لازمی ہے اور اگر مقتول اس قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمان ہے تو خون بہا لازم ہے‘ جو اس کے کنبے والوں کو پہنچایا جائے گا اور ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا (بھی ضروری ہے)، پھر جو نہ پائے (اسکی استطاعت) اس کے ذمہ دو مہینہ کے لگاتار روزے ہیں اللہ تعالیٰ سے بخشوانے کے لیے اور اللہ تعالیٰ بخوبی جاننے والا اور بڑا حکمت والا ہے“۔

خودکشی

(نعمتِ حیات کی ناشکری)

زندگی ایک امانت

زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ وہ نعمت ہے جو ہمارے پاس اس کی طرف سے امانت ہے۔ کیونکہ ہم اس جان یا زندگی کے مالک نہیں صرف امین ہیں لہٰذا اس امانت کا کوئی حصہ جیسے صحت، قوت، صلاحیت، عمر یا پوری جان کو اگر خود اپنے ہاتھوں ضائع کرنا چاہیں تو نہ صرف اس نعمت کی ناشکری اور امانت میں خیانت ہے۔ بلکہ خود خالق کی طرف سے بھی اس کی اجازت نہیں ہے۔

ربِ کائنات کا فرمان ہے:

وَلَا تَقۡتُلُوۡٓا اَنۡفُسَكُمۡ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمۡ رَحِيۡماً o (النساء : 29)

”اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو یقیناً اللہ تم پر بے حد مہربان ہے“۔

اعمال کی آزمائش

زندگی کی مہلت کم یا زیادہ بھی اسی ذاتِ اقدس کی طرف سے مقرر ہے تاہم اس کی دی ہوئی اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کر لینے چاہیں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَّذِىۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَيٰوةَ لِيَبۡلُوَكُمۡ اَيُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلاً ط
وَهُوَالۡعَزِيۡزُالۡغَفُوۡرُ o (الملک : 2)

”وہ جس (اللہ) نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے اور وہ غالب (اور) بخشنے والا ہے“۔

سخت وعید

تکلیفوں، مصیبتوں، محروموں، ناکامیوں، بیماریوں وغیرہ سے تنگ آ کر زندگی ختم کر لینا' دنیا کے ساتھ آخرت کی خیر سے بھی محروم ہو جانا ہے۔ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''میرے بندے نے جان نکالنے میں مجھ پر جلدی کی، اس کی سزا میں میں نے اس پر جنت حرام کر دی''۔ (بخاری)

حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگِ حنین میں تھے، آپ ﷺ نے ایک شخص کے متعلق جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا تھا، فرمایا: ''یہ جہنم والوں میں سے ہے''۔ لڑائی کا وقت آیا تو یہ شخص خوب لڑا اور زخمی ہو گیا۔ لوگوں نے کہا، 'یا رسول اللہ! آپ نے جس شخص کو جہنمی فرمایا تھا وہ تو آج خوب لڑا اور مر گیا'۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم میں گیا''۔

بعض مسلمانوں کو اس میں شک (تعجب) ہونے کو تھا (کیونکہ ظاہر میں اس کا جنّتی ہونا ہی پایا تھا)۔ اتنے میں خبر آئی کہ وہ مرا نہیں بلکہ ابھی زندہ ہے، لیکن بہت سخت زخمی ہے۔ جب رات ہوئی تو وہ زخموں کی تکلیف برداشت نہ کر سکا اور اس نے تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور نوک سینے کے درمیان میں۔ پھر اس پر زور دیا اور اپنے آپ کو مار ڈالا۔ اس کی موت کی خبر سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بسا اوقات آدمی لوگوں کے نزدیک (بظاہر) جنتیوں کے سے کام کرتا ہے اور جہنمی ہوتا ہے' اور بعض اوقات کوئی ظاہر میں جہنمیوں کے سے کام کر رہا ہوتا ہے اور وہ جنتی ہوتا ہے''۔ (مسلم)

حسنؒ سے روایت ہے، وہ کہتے تھے کہ'' اگلے وقتوں میں ایک شخص کے پھوڑا نکلا' اس کو جب بہت تکلیف ہوئی تو اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور پھوڑے کو چیر دیا۔ اس سے پھر خون

بند نہ ہوا یہاں تک کہ وہ مر گیا''۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا،'' میں نے حرام کیا اس پر جنت کو''۔

پھر حسنؒ نے اپنا ہاتھ مسجد کی طرف بڑھایا اور یہ کہا،'' قسم اللہ کی ! یہ حدیث مجھ سے جندبؓ نے بیان کی، رسول اللہ ﷺ سے (سن کر) اس مسجد میں''۔ (مسلم)

ایک اور حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ نے اس جرم کے مرتکب ہونے والے کے بارے میں یہ وعید سنائی:

''جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کیا وہ جہنم میں جائے گا، اور ہمیشہ اپنے آپ کو اسی طرح گراتا رہے گا، جہنم میں ہمیشہ اس کی یہی حالت رہے گی، جس نے زہر کھا کر اپنے آپ کو ہلاک کیا، جہنم میں وہی زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے کھاتا رہے گا اور ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا، جس نے اپنے آپ کو کسی ہتھیار سے ہلاک کیا وہی ہتھیار جہنم میں اس کے ہاتھوں میں ہوگا جسے وہ اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا جہنم میں وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا''۔ (بخاری)

موت کی آرزو

انسؓ بن مالک نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

''تم میں سے کوئی آدمی تکلیف یا مصیبت پہنچنے کی وجہ سے موت کی آرزو نہ کرے،

اور اگر اس کے بغیر چارہ نظر نہ آئے، تو یوں کہنا چاہیے :

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِیْ .

''یا اللہ ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا جب تک میرے زندہ رہنے میں بھلائی ہے، اور مجھے اس وقت وفات دینا جب وفات میں میرے لیے بھلائی ہو''۔

(بخاری)

نمازِ جنازہ پڑھنے سے انکار

ان تمام احادیثِ مقدسہ کی رو سے خودکشی یا خودسوزی ہمارے دین میں حرام فعل اور گناہ کبیرہ ہے، اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔

سیّدنا جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے تیز دھار آلے سے خودکشی کر لی، تو نبی کریم ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔ (مسلم)

دوسری روایت میں ہے، فرمایا: ”میں تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھوں گا“۔ (مسلم)

تقریباً تمام اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام وقت اور نیک لوگوں کو خودکشی کرنے والے کے جنازے میں شریک نہیں ہونا چاہیے (البتہ عام لوگ اس کا جنازہ پڑھا کر دفن کر دیں) تاکہ دوسروں کے لیے عبرت کا سامان رہے۔

کن موقعوں پر جان خود پیش کر سکتے ہیں

کسی ناگہانی حادثہ میں جہاں بہت سے مسلمانوں کی جان بچانے کے لیے ایک دو مسلمانوں کو اپنی جان خود خطرے میں ڈالنی پڑے، یا جیسے جنگ کے حالات میں اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا پڑے یہ جہاد ہے اور اس میں اپنی جان دینے والا ”شہید“ ہے جو افضل ترین موت ہے۔ اور یہ خودکشی والے معاملے سے بالکل مختلف صورت ہے۔

قول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

”تمہاری محبت جنون کی شکل نہ اختیار کرنے پائے اور تمہاری دشمنی ایذا رسانی نہ بننے پائے۔ پوچھا گیا، ”یا امیر المومنین! وہ کیسے؟ فرمایا، ”جب محبت کرنے لگو تو بچوں کی طرح چمٹنے اور طفلانہ حرکتیں کرنے لگو اور جب کسی سے ناراض ہو تو اسکی جان و مال اور بربادی کے درپے ہو جاؤ“۔ (الادب المفرد)

انسدادِ خودکشی

آزمائشیں برحق ہیں

ہر فرد، خاندان اور معاشرہ کبھی نہ کبھی ضرور ایسی صورتحال سے دو چار ہوتا ہے جب خیر و شر، خوشحالی و غربت، عطا اور محرومی دونوں صورتیں آزمائش بن جاتی ہیں۔

قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ط وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ o (الانبیاء: 35)

”اور ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائشیں کر رہے ہیں آخر کار تمہیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے“۔

مومن کے لیے اجر

اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والوں کے لیے دونوں ہی طرح کی آزمائشیں سراسر خیر ہیں۔ خوشی پا کر وہ اپنے رب سے شکر گزاری کے ذریعے وفا کا حق ادا کرتا ہے جبکہ تکلیف میں صبر اور استقامت کا مظاہرہ کر کے اجر کماتا ہے، یہ بات مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

مایوسی کفر

مسلمان معاشرے میں آج اگر کوئی خودکشی یا خودسوزی جیسا مایوس کن قدم اٹھاتا ہے جبکہ اسلام میں خودکشی تو دور کی بات ہے، موت کی دعا تک مانگنے سے منع کیا گیا ہے۔ تو غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آخر ایسا کیوں ہوا؟

ایک باشعور اور ہوش مند انسان کو جبکہ وہ کسی دماغی عارضے میں مبتلا بھی نہ تھا' جان جیسی قیمتی اور اہم چیز سے ہاتھ دھو بیٹھنے کی نوبت کیونکر آئی، کیا اس کا ایمان کمزور تھا؟ یا کیا وہ دین کے علم سے بے بہرہ و محروم تھا؟

علاج

دین کے شعور کو بیدار کرنا انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر بہت ضروری ہے۔ ناانصافیاں، بے اعتدالیاں اور ناہمواریاں تقریباً ہر معاشرے کا حصہ رہی ہیں۔ مسلم معاشرے میں یہ خرابیاں کوئی لاعلاج مرض نہیں۔ کتاب اور سنت کو تھامنے والے لوگوں کو چاہیے کہ:

(1) اللہ پر بھروسہ کرنا سیکھ جائیں،
(2) اسلامی تعلیمات کو عام کریں،
(3) ملکی قیادت کی سمت درست کرلیں تو کوئی ایک فرد بھی بدحالی کا شکار نہ ہو۔

(1) اللہ پر بھروسہ

اسلام ہمیں ہر مشکل گھڑی میں اللہ پر بھروسہ کرنا سکھاتا ہے، ایسے میں بندہ اللہ سے جیسا گمان اور جیسی امید رکھتا ہے وہ اس سے ویسا ہی معاملہ فرماتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہا جائے اور صرف امیدوں اور آرزوؤں کے خیالی محل تعمیر کرتے کرتے قیمتی وقت گنوا دیا جائے اور جب ہوش آئے تو عمل کی مہلت ختم ہوچکی ہو۔ اس انسانی کمزوری کو اللہ کے رسول ﷺ نے بہت خوبصورت طریقے سے واضح کر کے سمجھایا۔

عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں، ''نبی کریم ﷺ نے (زمین پر) ایک مربع بنایا اس کے بیچ میں ایک لکیر لگائی جو مربع سے باہر بھی نکل رہی تھی۔ اس لکیر کے اندرونی بازو پر جہاں سے لکیر شروع ہوئی، چھوٹی چھوٹی کئی لکیریں کھینچیں۔ پھر فرمایا:

''اس (مربع) کے اندر انسان ہے اور مربع اس کی موت ہے جو اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے

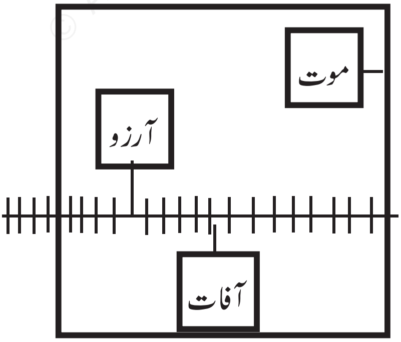

ہے، اور لمبی لکیر جو مربع سے باہر نکل گئی ہے آدمی کی آرزو (امید) ہے، اور یہ چھوٹی لکیریں عارضی آفات کی ہیں اگر ایک آفت سے بچ گیا تو دوسری نے آدبایا' اگر اس سے بھی بچ گیا تو تیسری نے آن دبوچا" (گویا زندگی کا سفر آرزوؤں کے پنپنے اور آفات سے نمٹنے میں ہی تمام ہو گیا)۔ (بخاری)

بہر حال انسان کو جو بھی وسائل میسر ہوں، ان کے ساتھ کوشش اور محنت کو شامل کیا جائے پھر خلوصِ دل سے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے اور آخر میں سارا معاملہ اسی کے سپرد کر دیا جائے۔ مصائب پر قابو پانے کا یہ اسلامی فارمولا زندگی کے ہر شعبے اور طبقے میں اسی وقت سو فیصد کامیاب ہو سکتا ہے جب لوگوں کے اخلاق و کردار کی تربیت کی جائے۔

(2) اسلامی تعلیم کو عام کرنا

ہمارا دین مضبوط دین ہے، کتاب اللہ مضبوط کتاب ہے پھر ہمارے ہاتھ بھی مضبوط ہی ہونے چاہئیں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب سب مسلمان ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیں۔

اسلام ہمیں ایک دوسرے کے دکھ سکھ کی خبر رکھنے، حقوق ادا کرنے، فرائض نبھانے اور باہم خیر خواہ بن کر زندگی گذارنے کی تعلیم دیتا ہے۔ مسلم معاشرے کی بنیاد ہی قرابت داروں، پڑوسیوں، ضرورتمندوں کے حقوق کی ادائیگی و حفاظت پر استوار ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں نافذ کیا جائے۔ گھر، محلّہ، مسجد، سکول، بازار غرض ہر جگہ بنیادی اسلامی اقدار اور باہم تعلیم و تلقین کا اہتمام کیا جاتا رہے۔ اس بات کی اہمیت ہمیں قرآن پاک کی اس سورۃ سے ثابت ہو جاتی ہے:

وَا لْعَصْرِ o اِنَّ ا لْاِ نْسَا نَ لَفِیْ خُسْرٍ o اِلَّا ا لَّذِ یْنَ اٰ مَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَا صَوْا بِالْحَقِّ لا وَتَوَا صَوْا بِالصَّبْرِo (العصر)

"زمانے کی قسم! بے شک انسان نقصان میں ہے علاوہ ان لوگوں کے جو ایمان لائے

اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے"۔

(3) ذمہ دار قیادت

عام انسان کی بنیادی ضروریات کا پورا نہ ہونا، بیروزگاری، مہنگائی، عدم تحفظ وغیرہ یہ سب اجتماعی بگاڑ اور عوام کی بے چینی کا سبب بنتے ہیں۔ اسی بے چینی اور مایوسی سے بات بڑھ کر ایک دوسرے کی حق تلفی، جرائم اور پھر خودکشی و خودسوزی کی نوبت آنے تک جا پہنچتی ہے۔

اسلام میں ملکی قیادت کا تصور "حکمرانی" کی بجائے "خدمت" ہے۔ حکومت اور ریاست اپنے فرائض کی ادائیگی کے بغیر "اسلامی" ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ ملکی وسائل اور سرکاری خزانے پر سب سے پہلا حق ملک کے غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور مفلوک الحال انسانوں کا ہوتا ہے۔ حکومت کی شاہ خرچیاں، نت نئے قرضوں کے پروگرام، چند نمائشی کام، ملکی خزانے سے اقرباء پروریاں وغیرہ کبھی بھی غربت و افلاس اور ظلم و استحصال کو ختم نہیں کر سکتیں۔

خودکشی کا بڑھتا ہوا رجحان اللہ کے راستے سے ہٹنے اور حقوق العباد پورے نہ کرنے کے علاوہ ایسے ہی لوگوں کے ہاتھوں میں ملکی اختیارات و انتظامات دینے کی وجہ سے بھی عمل میں آتا ہے جو اللہ سے غافل اور اس کے بندوں کے مسائل و مصائب سے بے پرواہ ہیں اور اپنی وہ ذمہ داری نہیں نبھاتے جس کے لیے انہیں چنا جاتا ہے۔ وہ ہر روز کم از کم ایک بار اپنے ضمیر کو جھنجوڑ کر سوچ لیا کریں کہ ایک دن انہیں اللہ کے سامنے جوابدہ ہونا ہے' تو بہت سے مسائل حل ہو جائیں۔

> نبی کریم ﷺ نے فرمایا، "کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ جنت کے حقدار کون ہیں؟ ہر وہ لوگ جو کمزور ہیں اور انہیں کمزور سمجھا جاتا ہے، اگر وہ اللہ کی قسم اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرماتے ہیں۔ پھر فرمایا، "کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ دوزخی کون ہیں؟ وہ سرکش، بخیل، متکبر لوگ ہیں"۔ (متفق علیہ)

نسل کشی

(عظیم خسارہ)

زمانہ قدیم سے اب تک ہر معاشرہ جن مشترکہ قسم کی اخلاقی گراوٹوں کا شکار رہا' اُن کی فہرست میں قتل اولاد بھی شامل ہے۔ اسے رب کریم نے ایک ایسا نقصان قرار دیا ہے جو انسان خود اپنی جہالت اور حماقت کی وجہ سے اٹھاتا ہے۔

قَدْ خَسِرَا لَّذِ یْنَ قَتَلُوْ آ اَوْلَادَ ھُمْ سَفَھاً م بِغَیْرِ عِلْمٍ... (الانعام : 140)

''یقیناً خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت اور نادانی کی بنا پر قتل کیا''۔

یہ خسارہ یا نقصان دنیاوی بھی ہو سکتا ہے اور اُخروی بھی۔ آخرت کی خیر سے محرومی سب سے بڑی تباہی ہے (قرآن پاک میں ان بھٹکی ہوئی قوموں کے لیے بھی بالآخر خسارہ میں پڑ جانے کی سزا کا ذکر ملتا ہے' جو دنیا میں بظاہر بہت خوشحال اور خوش وخرم نظر آتی ہیں)۔

جدید جہالت

یہ کون سی جہالت اور نادانی کی طرف اشارہ ہے؟

اسلام سے پہلے کے زمانے میں تو جہالت کی وجہ سے لوگ صرف بچیوں کو زندہ درگور کرتے تھے۔ لیکن آج کی ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ قومیں' بیٹا ہو یا بیٹی دونوں ہی سے جان چھڑانے کی تدبیریں سوچتے ہیں۔ یہ تو زمانۂ جہالت سے بھی بدتر مثال ہوئی۔

ترقی یافتہ تدابیر

نسل کُشی اور قتلِ اولاد کی مختلف صورتیں اور تدبیریں دوسرے ہر میدان میں ترقی کے

ساتھ برابر ترقی کے زینہ پر ہیں۔ مثلاً:

(1) خوشحال طبقے سے تعلق رکھنے والی خواتین کی یہ سوچ کہ زیادہ بچے کم توجہ اور کم بچے زیادہ توجہ سے پرورش پا سکتے ہیں' اس کے لیے احتیاطی تدابیر کرنا اور اگر کسی وجہ سے یہ تدابیر کارگر نہ ہو سکیں تو پھر ٹھہرنے والے حمل کو ضائع کروا دینا۔

(2) مفلسی، غربت یا تنگیٔ رزق کی وجہ سے ''بچے دو ہی اچھے'' یا ''بچے کم خوشحال گھرانہ'' وغیرہ جیسے معروف نعروں کو بنیاد بنا کر بچے کو قبل از پیدائش ضائع کرا دینا۔

(3) زندگی کی غیر ضروری سرگرمیوں میں خود کو الجھائے رکھنے کی بنا پر زیادہ بچوں کو رکاوٹ یا بوجھ سمجھنا نیز زچگی کی بار بار کی تکلیف اور مشقت سے بچنے کے لیے بچوں کی پیدائش کا سلسلہ مستقل طور پر بند کروا دینا (باوجود اس ایمان کے کہ ان تکالیف اور مشقتوں پر اجر و انعام بھی بہت ہے)۔

(4) زنا جیسی بدفعلی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کو زندہ درگور کر دینا تاکہ اپنی عزت پر حرف نہ آئے اور گناہ کا اعلان کسی تک نہ پہنچے۔

(5) ترقی یافتہ دور کی ایک نئی ایجاد الٹرا ساؤنڈ کا منفی استعمال کرتے ہوئے قبل از ولادت پتہ لگا لینا۔ اگر بیٹی نشوونما پا رہی ہے تو دنیا میں آمد سے پہلے ہی اس سے چھٹکارا پا لینا، جبکہ بیٹی کے والدین بننے اور اس کی پرورش کرنے والے کے لیے مختلف احادیث میں جنت کی بشارت ملتی ہے۔

نیز زمانۂ جاہلیت کی طرح انہیں قتل کرنے پر ان والدین کو قرآن پاک میں روزِ قیامت جس انداز سے سرزنش کیے جانے کا ذکر ملتا ہے اس سے اس جرم کی نوعیت کا پتہ چل جاتا ہے۔

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ o بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ o (التکویر: 8,9)

''اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ کی وجہ سے وہ قتل کی گئی؟''

کبیرہ گناہ

مذکورہ بالا تمام کام ایک ہی قسم کے گناہ کی مختلف صورتیں ہیں البتہ ان میں درجہ کے اعتبار سے بڑا جرم یہ ہے کہ اولاد کو اس ڈر سے قتل کیا جائے کہ وہ آکر رزق میں کمی کا باعث بن جائے گی، اسے خطاءِ کبیر بھی کہا گیا ہے۔

اللہ جو رب العالمین ہے، تمام جہانوں کا پالنے والا یعنی اپنی پیدا کردہ تمام مخلوقات کے رزق و روزی کا ذمہ دار ہے وہ بھلا کیسے اپنی مخلوق کی ضروریات اور حاجات سے غافل ہو سکتا ہے، جبکہ پتھر کے اندر بند ہو کر بسنے والے کیڑے کو بھی وہ وہیں خوراک مہیا کر دیتا ہے۔

ارشادِ ربِ کریم ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ط
اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا o (بنی اسرائیل : 31)

”اور اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشے سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، درحقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے“۔

حدیث پاک میں بھی اسی عذر کی بنا پر اولاد کے قتل کو جرمِ عظیم بتایا گیا ہے۔

عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے دریافت کیا، کہ ’اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا جرم کون سا ہے‘ ؟

آپ ﷺ نے فرمایا، ”(سب سے بڑا گناہ) یہ ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بناؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے“۔

میں نے کہا ’یہ یقیناً بہت بڑا جرم ہے لیکن اس کے بعد کونسا جرم سب سے بڑا ہوتا ہے‘؟

آپ ﷺ نے فرمایا، ”وہ یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانے میں شریک ہو گی“۔ (متفق علیہ)

عورتوں کے لیے خصوصی حکم

یٰٓاَیُّھَاالنَّبِیُّ اِذَا جَآءَ کَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰٓی اَنْ لَّایُشْرِکْنَ
بِا للّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْ تِیْنَ
بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِ یْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ
فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o (الممتحنۃ:12)

”اے نبیؐ! جب مسلمان عورتیں آپؐ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو مار نہ ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیں اور کسی نیک کام میں تیری بے حکمی نہ کریں گی، تو آپؐ ان سے بیعت کرلیا کریں۔ اوران کے واسطے اللہ سے مغفرت طلب کریں، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہے“۔

اللہ کے رسول ﷺ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیے گئے حکم کے مطابق جن باتوں پر بیعت لیا کرتے تھے ان میں اولاد کو قتل نہ کرنا بھی شامل تھا۔

بعد یا قبل از پیدائش قتل

بچے کو دنیا میں آنے سے پہلے (زندگی کے ابتدائی مراحل میں) تلف کرادینا یا دنیا میں آنکھیں کھولنے کے بعد مار ڈالنا دونوں صورتیں گناہ کبیرہ کے زمرہ میں آتی ہیں۔ دورانِ حمل بچہ خواہ چند ہفتوں کا ہو یا چند دنوں کا، اسقاط کرواکر یا پیدائش کے بعد اسے اس نیت سے کسی ایسی جگہ ڈال کر کہ اسکی قسمت میں زندہ رہنا ہوا تو کوئی اٹھا کر پال لے گا اور ہم اس کے قتل کے جرم سے بری ہو جائیں گے اور اس کے والدین کا پتہ بھی نہ چل سکے گا (جبکہ وہ بچہ کسی جانور کا شکار بھی ہوسکتا ہے) یہ سب قتلِ اولاد کی صورتیں ہیں، ماں باپ دونوں برابر قاتل ہوں گے۔

تصویر کا دوسرا رخ

اولاد سے چھٹکارا پانے کے لیے خوفناک ہتھکنڈے استعمال کرنے والے ذرا اولاد سے محروم (بانجھ) لوگوں سے اس نعمت کی قدر و قیمت معلوم کریں کہ ان کے رویّہ کے برعکس وہ اس کو حاصل کرنے کے لیے کیا کیا علاج اور تدابیر آزماتے ہیں۔

بہرحال اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کا اور ان سے پیار کرنے کا دعویٰ کرنے والے مندرجہ ذیل حدیث پڑھ کر سوچیں کہ بقاءِ نسل کے لیے ان کے اس منفی رویے سے کہیں اس حدیث کی مخالفت تو نہیں ہوتی؟

’’ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے، ’یا رسول اللہ! مجھے ایک حسب نسب‘ عزت و مرتبہ اور مالدار عورت سے محبت ہے‘ لیکن اس عورت میں ایک خامی ہے اور وہ یہ کہ وہ بانجھ ہے، تو کیا میں اس سے شادی کر لوں؟‘

آپ ﷺ نے انہیں منع فرما دیا‘ وہ پھر دوبارہ آئے اور یہی بات دہرائی۔

آپ ﷺ نے پھر پہلے والا جواب دیا‘ وہ صاحب پھر تیسری مرتبہ آئے، تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا:

’’تم لوگ ایسی عورت سے شادی کرو جو بہت بچے جننے والی ہو‘ اس لیے کہ تمہاری کثرت کی وجہ سے میں اور اُمتوں پر فخر کروں گا‘‘۔ (سنن ابو داؤد)

رحمت دو عالم محمد مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا:

’’میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، اور قیامت کے دن سب سے پہلے میں قبر سے اٹھوں گا، اور سب سے پہلے میں ہی سفارش کروں گا، اور سب سے پہلے میری سفارش قبول ہو گی‘‘۔ (مسلم)

اَلدُّعَآء

سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ عَدَدَ خَلۡقِهٖ

اللہ کی پاکی اور تعریف بیان کرتا ہوں، اس کی مخلوق کی گنتی کے برابر

وَرِضٰی نَفۡسِهٖ وَزِنَةَ عَرۡشِهٖ

اور اس کی ذات کی خوشنودی کے موافق اور اس کے عرش کے وزن

وَمِدَادَ کَلِمَاتِهٖ

اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر

” اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیۡتَ
عَلٰٓی اِبۡرَاهِیۡمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبۡرَاهِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ.
اَللّٰهُمَّ بَارِکۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکۡتَ
عَلٰٓی اِبۡرَاهِیۡمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبۡرَاهِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ “

اَلدُّعآء

ہمارا مانگنا اللہ کو پسند ہے

دعاؤں کی برکات سے کسی مسلمان کو انکار نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بغیر مانگے بھی نوازتا ہے اور اس کا مانگنا بھی پسند فرماتا ہے۔ ارشادِ پاک ہے:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ o (المؤمن:60)

’’تم مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا‘‘

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ o (البقرہ:186)

’’میں جواب دیتا ہوں پکارنے والے کی پکار کا جب وہ مجھے پکارتا ہے‘‘

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ عزت و اکرام والی چیز اور کوئی نہیں‘‘۔ (ترمذی)

خوشی اور غمی دونوں میں مانگیں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

’’جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ مصائب و آلام اور تکالیف کے وقت اس کی دعائیں قبول ہوں تو اسے چاہیے کہ خوشی کے زمانے میں زیادہ دعا مانگتا رہے‘‘۔ (ترمذی)

صرف اور صرف اللہ سے مانگیں

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ط وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ط ...(الرعد:14)

’’اسی کو پکارنا برحق ہے اور یہ لوگ اس کو چھوڑ کر جن ہستیوں کو پکارتے

ہیں وہ ان کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ ان کو پکارنا تو ایسا
ہے، جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا کر چاہے کہ پانی
(خود ہی) اس کے منہ میں آ پہنچے، حالانکہ پانی اس تک کبھی نہیں پہنچ سکتا‘‘۔

سیدنا ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

’’جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو‘‘۔

(ترمذی)

فرائض عبادات سے اللہ کے قرب کے بعد، نوافل عبادات سے دعا کی قبولیت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’اللہ جل جلالہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

’’جو شخص میرے کسی ولی (دوست) سے دشمنی رکھے میں اس کو یہ خبر کیے دیتا ہوں کہ میں اس سے لڑوں گا اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں سے کوئی عبادت مجھے اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہیں۔

اور میرا بندہ فرائض (جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) ادا کرنے کے بعد نفلی عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پھر تو یہ حال ہو جاتا ہے کہ میں ہی اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں ہی اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

پھر وہ اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں۔ وہ اگر کسی (دشمن یا شیطان) سے میری پناہ چاہتا ہے تو میں اس کو ان سے محفوظ رکھتا ہوں اور مجھ کو کسی کام میں، جسے میں کرنا چاہتا ہوں، اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا اپنے مسلمان بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے...‘‘۔ (بخاری)

آدابِ دُعا

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ

لَهُ الدِّيْنَ (الاعراف:29)

’’اور ہر عبادت میں اسی کی طرف رخ رکھو اور اسی کو اخلاص سے پکارا کرو‘‘۔

باوضو اور قبلہ رخ ہونا، ہاتھ بلند کرنا

رسول اللہ ﷺ نے بعض موقعوں پر خصوصی دعاؤں سے قبل پانی منگوا کر وضو کیا۔ (بحوالہ بخاری)

رسول اللہ ﷺ سے خصوصی دعا کے وقت قبلہ رخ ہونا یا بغیر قبلہ رخ ہوئے دعا کرنا دونوں طرح ثابت ہے نیز آپ ﷺ دعا کے وقت ہاتھ بلند فرماتے۔ (بحوالہ بخاری، ابوداؤد)

اسمائے حسنہ کے ساتھ

اللہ رب العزت سے مانگنے کے آداب میں یہ ضروری شامل ہے کہ اسے تعریفی کلمات اور اس کے اچھے اچھے ناموں کے ساتھ پکار کر دعا مانگی جائے۔

اللہ رب العالمین کا اِرشاد ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف:180)

’’تمام اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو اس کو ان اچھے ناموں کے ساتھ پکارا کرو‘‘۔

الاسمآءُ الحسنیٰ

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، ’’اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، ایک کم سو، جس نے انہیں (ذہن میں) محفوظ کرلیا، وہ جنت میں داخل ہوگیا‘‘۔ (بخاری)

حمد وثنا کے ساتھ

نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو اس طرح دعا کرتے سنا کہ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بنا پر کہ ساری تعریف تیرے لیے ہے' تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو اکیلا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، تو منّان (بہت احسان کرنے والا) ہے، اے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمانے والے، اے عظمت و بزرگی کے مالک، اے زندہ جاوید ہستی، اے پوری کائنات کو سنبھالنے والے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں جنت کا اور تیری پناہ طلب کرتا ہوں جہنم سے'۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا، ''تمہیں معلوم ہے کہ اس نے کس چیز کا واسطہ دے کر دعا مانگی ہے''۔

صحابہؓ نے عرض کیا، 'اللہ اور اللہ کا رسول زیادہ جانتے ہیں'۔

آپ ﷺ نے فرمایا، ''قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس شخص نے اللہ کو اس کے اسمِ اعظم کا واسطہ دے کر پکارا ہے۔ یہ ایک ایسا نام ہے کہ جب اس کے ذریعے سے دعا مانگی جائے تو قبول ہوتی ہے اور جب اس کے ذریعے سے سوال کیا جاتا ہے تو جو مانگا جائے وہ مل جاتا ہے''۔ (ابوداؤد، نسائی وادب المفرد للبخاری)

درود شریف کے ساتھ

فضالہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا' اس نے نماز کے بعد کہا، '' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ'' (اے اللہ! میری مغفرت فرما)۔

نبی ﷺ نے یہ سنا تو فرمایا، ''تم نے مانگنے میں جلد بازی سے کام لیا۔ جب نماز ادا کر بیٹھو تو پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کیا کرو پھر درود پڑھو اور پھر مانگو۔ آپ ﷺ یہ فرما ہی رہے تھے کہ دوسرا آدمی آیا، اس نے نماز پڑھ کر اللہ کی حمد بیان کی پھر درود شریف پڑھا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''اب دعا مانگو، دعا قبول ہوگی''۔ (ترمذی)

دعا سے قبل مغفرت طلبی اور توبہ

اللہ تعالیٰ کو بندے کا بار بار غلطی کر کے پلٹنا اور توبہ استغفار کرنا پسند ہے۔ اس سے اللہ کی رحمت جلوہ گر ہوتی ہے اور وہ اس بندے کی دعا کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ رحمت اللعالمین ہونے کے باوجود دن رات میں ستر بار توبہ استغفار کیا کرتے تھے اور یوں دعا فرماتے:

رَبِّ اغْفِرْ لِی خَطِیْئَتِیْ وَ جَہْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْٓ اَمْرِیْ کُلِّہٖ وَمَآ
اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ . اَللّٰہُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطَایَایَ وَعَمْدِیْ وَجَہْلِیْ
وَہَزْلِیْ وَ کُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ . اَللّٰہُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَآ
اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ
وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ . (بخاری)

''اے پروردگار! بخش دیجیے میری خطائیں اور میری جہالت اور میرے معاملے میں میری زیادتی کو اور اس چیز (گناہ) کو بھی جسے آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ اے اللہ! بخش دیجیے میری بھول چوک کو اور جو (غلط) کام میں نے دانستہ کیے اور میری نادانی اور غیر سنجیدگی بھی اور یہ سبھی کچھ مجھ میں موجود ہیں۔ یا اللہ! میرے اگلے، پچھلے، چھپے اور کھلے سب گناہوں کو بخش دیجیے۔ آپ جسے چاہیں آگے کر دیں اور جسے چاہیں پیچھے ڈال سکتے ہیں۔ آپ سب کچھ کر سکتے ہیں''۔

اللہ کی خاطر کیے ہوئے نیک اعمال کا واسطہ دے کر

اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ ط (الفاطر: 10)

’’اسی (اللہ) کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک اعمال انہیں بلند کرتے ہیں‘‘۔

دعا ضائع نہیں ہوتی

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ’’جب مسلمان دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ کی بات نہیں ہوتی اور نہ ہی قطع رحمی کی بات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی دعا کو ضرور قبول فرماتے ہیں، (اس طرح) کہ یا تو اس دنیا ہی میں اس دعا کا مقصد پورا فرما دیتے ہیں یا آخرت میں اس کے بدلے میں ذخیرہ بنا دیتے ہیں اور یا اس پر کوئی مصیبت آنے والی ہوتی ہے جسے وہ اس دعا کی بدولت دور فرما دیتے ہیں‘‘۔ (احمد)

مختصر اور سادہ انداز میں

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ دیکھو! دعا میں سجع اور قافیہ بندی سے پرہیز کیا کرو، میں نے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کو دیکھا ہے کہ وہ ان چیزوں سے پرہیز کرتے تھے۔ (بخاری)

عاجزی وانکساری کے ساتھ

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا (الانعام:63)

’’اپنے رب کو عاجزی وزاری کے ساتھ پکارا کرو‘‘

نبی ﷺ نے فرمایا، ’’سب سے بڑا عاجز وہ ہے جو دعا کرنے میں عاجز ہو‘‘۔ (طبرانی)

پست آواز کے ساتھ

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً ط اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ o

(الاعراف:55)

’’پکارو اپنے رب کو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا‘‘۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ’’پست آواز سے (اللہ کو) پکارو تم کسی بہرے یا غائب ہستی کو

نہیں پکار رہے ہو، بلکہ تم ایک سمیع اور بصیر ذات کو پکار رہے ہو‘‘۔ (متفق علیہ)

اصرار کر کے

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے رب سے سوال کرتے یا دعا مانگتے تو تین تین بار دہرایا کرتے تھے۔ (ابوداؤد، نسائی)

قبول ہونے کا یقین اور توجہ کے ساتھ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ’’اپنی دعاؤں کے قبول ہونے کا یقین رکھتے ہوئے دعا کیا کرو، اللہ تعالیٰ غافل اور لاپرواہ دل کی دعا قبول نہیں فرماتے‘‘۔ (ترمذی)

جلد قبول نہ ہونے کا شکوہ درست نہیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’تم میں سے ہر کسی کی دعا تب قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلدی نہ مچائے۔ یوں نہ کہے میں نے دعا کی لیکن قبول نہیں ہوئی‘‘۔ (بخاری)

خالی ہاتھ لوٹاتے اللہ شرماتا ہے

نبی ﷺ نے فرمایا، ’’اللہ تعالیٰ حیادار اور سخی ہے، جب کوئی بندہ اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے پھیلاتا ہے تو ناکام اور خالی ہاتھ لوٹانے میں اسے شرم آتی ہے‘‘۔ (ابوداؤد ، ترمذی)

آمین

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’جب پڑھنے والا آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، اس لیے کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ پھر جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافقت کر لے گی اس کے گذشتہ گناہ سب بخش دیے جائیں گے‘‘۔ (بخاری)

اس کتاب کے تمام موضوعات میں حوالہ کردہ قرآنی اور مسنون دعائیں یہاں رقم کی جارہی ہیں۔

صبح وشام دعاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کی حفاظت اور عافیت طلب کرنا

صبح کے لیے اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصُبَحنَا وَبِکَ اَمُسَیُنا وَبِکَ نَحُیٰی

وَبِکَ نَمُوُتُ وَ اِلَیُکَ النُّشُوُرُ. (ابن ماجه)

’’الٰہی ! آپ کی عنایت سے ہم صبح میں داخل ہوئے اور آپ کی مدد سے ہم شام تک پہنچتے ہیں اور آپ کی رضا سے ہی زندہ رہتے اور مرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف اٹھ کر حاضر ہونا ہے‘‘۔

شام کے لیے اَللّٰھُمَّ بِکَ اَمُسَیُنَا وَبِکَ اَصُبَحُنَا وَبِکَ نَحُیٰی

وَبِکَ نَمُوُتُ وَاِلَیُکَ الُمَصِیُرُ. (ابن ما جه)

’’اے اللہ! آپ کی برکت سے ہم نے شام کی اور آپ کی مدد سے صبح کریں گے اور آپ کے حکم سے ہی ہم زندہ رہتے اور موت پاتے ہیں اور آپ کی طرف ہی واپس آنا ہے‘‘۔

دونوں اوقات میں یا دن کے کسی بھی حصّے میں

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحُدَہٗ لَا شَرِیُکَ لَہٗ لَہُ الُمُلُکُ

وَلَہُ الُحَمُدُ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیٍٔ قَدِیُرٌ . (بخاری)

’’اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور وہی تمام تعریف کے لائق ہے اور وہی ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے‘‘۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحُدَہٗ لَا شَرِیُکَ لَہٗ لَہُ الُمُلُکُ وَلَہُ الُحَمُدُ

بِیَدِہِ الُخَیُرُ یُحُیِیُ وَیُمِیُتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیُءٍ قَدِیُرٌ (طبرانی)

’’اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور وہی تمام تعریف کے لائق ہے، بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے، وہی زندہ کرتا اور وہی موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے‘‘۔

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَایَضُرُّمَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَ رْضِ
وَ لَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. (ابوداؤد)

’’شروع اللہ کے نام سے‘ جس کے نام کی برکت کے ساتھ زمین اور آسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی‘ اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے‘‘۔

اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ
اَللّٰهُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَصَرِیْ لَآاِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ. (ابوداؤد)

’’اے اللہ! میرے بدن کو تندرست رکھیئے۔ اے اللہ! میری سماعت عافیت سے رکھیئے۔ اے اللہ! عافیت سے رکھیئے میری بصارت۔ کوئی معبود نہیں آپ کے سوا‘‘۔

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ. (مسلم)

’’میں پناہ میں آتا ہوں اللہ کے مکمل کلمات کے ساتھ‘ تمام مخلوق کی شرارتوں سے‘‘۔

حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ .(ابو دائود)

’’ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں‘ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے‘‘۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآاَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَاعَلٰی
عَهْدِکَ وَوَعْدِکَ مَااسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَاصَنَعْتُ
اَ بُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَ بُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا
یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ. (بخاری) (اس دعا کو سید الاستغفار کہتے ہیں)

’’اے اللہ! آپ میرے رب ہیں‘ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں‘ آپ نے مجھے بنایا اور میں بندہ ہوں آپ کا‘ اور میں آپ سے کیے ہوئے عہد اور وعدے پر اپنی ہمت کے مطابق قائم ہوں‘ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں‘ برے کاموں کے وبال سے جو میں نے کیے ہیں۔ مجھے اقرار

ہے اس احسان کا جو مجھ پر آپ کا ہے، اور مجھے اعتراف ہے اپنے گناہوں کا، پس بخش دیجیے میرے گناہ کیونکہ کوئی نہیں بخشتا گناہ آپ کے سوا''۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْعَوْرَاتِیْ وَاٰمِنْ رَّوْعَاتِیْ. اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنَ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَّمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ وَاَعُوْذُ بِعَظْمَتِکَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ. (ابوداؤد)

''اے اللہ! میں آپ سے دنیا اور آخرت کی عافیت مانگتا ہوں، اے اللہ! میں مانگتا ہوں آپ سے گناہوں کی معافی اور عافیت میرے دین، دنیا اور اہل و مال میں، الٰہی ڈھانپ لیجیے میرے عیب اور مجھے خوف کی چیزوں سے بےفکر کر دیجیے۔ اے اللہ! حفاظت کیجیے میری، میرے سامنے سے اور میرے پیچھے سے اور میرے دائیں سے اور میرے بائیں سے اور میرے اوپر سے اور میں پناہ لیتا ہوں آپ کی عظمت کی اس سے کہ میں ہلاک کیا جاؤں نیچے سے''۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّعَمَلاً مُّتَقَبَّلاً وَّرِزْقًا طَیِّبًا. (ابن ماجه)

''اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں فائدہ مند علم اور قبول کیے جانے والے عمل کا اور پاکیزہ رزق کا''۔

رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا (مسلم)

''میں راضی ہوں اللہ کی ربوبیت پر، محمد ﷺ کی رسالت پر اور دینِ اسلام پر''۔

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّهٗ وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ (حاکم)

''اے زندہ و قائم رہنے والی ہستی! میں آپ کی رحمت سے فریاد کرتا ہوں۔ میری ہر قسم کی

حالت درست کر دیجیے اور ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی مجھے میرے نفس کے سپرد نہ کیجیے''۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ . (بخاری)

''نہ گناہ چھوڑنے کی ہمت ہے اور نہ نیکی کرنے کی طاقت مگر صرف اللہ کی مدد کے ساتھ''

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً

وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ . (بخاری)

''اے اللہ! ہمارے پروردگار ہماری دنیا بھی اچھی کر دینا اور ہماری آخرت بھی سنوار دینا، اور ہمیں آگ کے عذاب (جہنم) سے بچالینا''۔

سُبحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ . سُبحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ . (بخاری)

''پاک ہے اللہ، عظیم ہے۔ پاک ہے اللہ اور اُسی کی تعریفیں ہیں''

قُلْ ھُوَاللّٰهُ اَحَدٌ o اَللّٰهُ الصَّمَدُ o لَمْ یَلِدْ o وَلَمْ

یُوْلَدْ o وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ o (الاخلاص)

''(اے نبی) کہہ دو کہ وہ (اللہ) یکتا ہے، اللہ بے نیاز ہے۔ اس سے کوئی پیدا نہیں ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی کوئی اس کی برابری کرنے والا ہے''۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ o مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ o وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ o

وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ o وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ o (الفلق)

''کہو کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں تمام مخلوقات کے شر سے اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ آجائے اور گرہوں پر دم کرنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے پر آجائے''۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ o مَلِکِ النَّاسِ o اِلٰهِ النَّاسِ o مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ

الْخَنَّاسِ o الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ o مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ o (الناس)

''کہو میں لوگوں کے رب، لوگوں کے بادشاہ، لوگوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں، اس وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے جنّات میں سے ہو یا آدمیوں میں سے''۔

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ

''اے اللہ! مجھے آگ سے پناہ دیجیے''

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُکَ الْجَنّٰۃُ الْفِرْدَوْسِ

''اے اللہ! میں آپ سے جنت الفردوس کا سوال کرتا ہوں''۔ (ابویعلیٰ فی ''مسندہ'')

دعائے آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

'' اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا دیجیے''۔ (التحریم : ۱۱)

جنت کی سفارش

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جس کسی نے اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ جنت کی دعا کی اس کے بارے میں جنت سفارش کرتی ہے کہ 'اے اللہ! اسے میرے پاس پہنچا دے' اور جس کسی نے آگ سے تین مرتبہ پناہ مانگی جہنم اس کے بارے میں سفارش کرتی ہے کہ 'اے اللہ! اسے مجھ سے محفوظ فرما دے''۔ (ترمذی)

جنت کی ضمانت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''میں جنت کے اطراف میں گھر کا ضامن ہوں اس شخص کے لیے جو حق پر ہونے کے باوجود بحث مباحثہ سے اجتناب کرے، اور درمیان جنت میں گھر کا ضامن ہوں اس شخص کے لیے جو مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے اور اعلیٰ ترین جنت میں گھر کا ضامن ہوں اس شخص کے لیے جس کے اخلاق عمدہ اور خوبصورت ہوں''۔ (ابوداؤد)

جنت الفردوس

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''لوگو! تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگا کرو، کیونکہ وہ تمام جنتوں سے بلند ہے۔ جنت الفردوس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش مقدس ہے''۔ (ابن ماجہ)

سونے سے پہلے پڑھے جانے والے مسنون اذکار

سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات، معوِّذات (سورۃ الاخلاص، الفلق، الناس)

آیۃالکرسی اور 33 بار اللہ اکبر 33 بار سبحان اللہ 33 بار الحمد للہ۔ (بخاری)

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰى (بخاری)

”الٰہی! آپ ہی کے نام سے مرتا اور زندہ ہوتا ہوں“۔

سُبْحَانَکَ اَللّٰهُمَّ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُهٗ .

اِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلَهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا

بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَکَ الصّٰلِحِيْنَ (مسلم)

”آپ ہی کے نام کے ساتھ اے میرے رب! میں نے اپنا پہلو رکھا اور آپ ہی کی مدد سے اسے اٹھاؤں گا۔ اگر آپ نے روک لی میری جان تو اس پر رحم فرمایئے اور اسے واپس بھیج دیا تو اس کی حفاظت فرمایئے، جیسے کہ آپ اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتے ہیں“۔

اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْۤ اِلَيْکَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِیْۤ اِلَيْکَ

وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْۤ اِلَيْکَ وَاَلْجَأْتُ ظَهْرِیْۤ اِلَيْکَ رَغْبَةً

وَّرَهْبَةً اِلَيْکَ لَامَلْجَآءَ وَلَامَنْجٰى مِنْکَ اِلَّا اِلَيْکَ اٰمَنْتُ

بِکِتَابِکَ الَّذِیْۤ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّکَ الَّذِیْۤ اَرْسَلْتَ (بخاری)

”اے اللہ! میں نے اپنے نفس کو آپ کے تابع کر لیا اور اپنا چہرہ آپ کی طرف پھیر لیا اور اپنا کام آپ کے سپرد کر دیا‘ آپ ہی کی طرف رغبت کرتے ہوئے اور آپ سے ڈرتے ہوئے‘ نہ آپ کے (علاوہ) پناہ کی جگہ ہے اور نہ ہی کوئی جگہ ہے بھاگ کر جانے کی مگر آپ کی طرف‘ میں ایمان لایا آپ کی کتاب پر جو آپ نے اتاری اور آپ کے نبی پر جنہیں آپ نے بھیجا“۔

(یہ دعا پڑھ کر سونے والا اگر وفات پا جائے گا تو اسے ایمان پر خاتمہ کی خوشخبری دی گئی ہے)

رسول اللہ ﷺ سونے لگتے تو اپنا دایاں ہاتھ، دائیں رخسار کے نیچے رکھ کر تین بار فرماتے:

اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ (ابوداؤد، ترمذی)

"اے اللہ! مجھے اپنے عذاب سے بچانا جس دن آپ اپنے بندوں کو جمع کریں گے"۔

رات پہلو بدلتے وقت کی دعا

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ، رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

بَیْنَھُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ (حاکم، نسائی)

"اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جو اکیلا زبردست ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کا رب جو بہت عزت والا بہت بخشنے والا ہے"۔

آدھی رات کی دعا کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "ہمارے پروردگار تبارک وتعالیٰ ہر رات کو جب تہائی حصہ رات کا رہ جاتا ہے تو آسمانِ دنیا (پہلے آسمان) پر اترتے ہیں اور فرماتے ہیں: کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کون مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اس کو عطا کروں، کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کو بخش دوں"۔ (بخاری)

تہجد کے وقت کی دعائیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ فِیْ جَسَدِیْ وَرَدَّ عَلَیَّ رُوْحِیْ

وَاَذِنَ لِیْ بِذِکْرِہٖ (ترمذی)

"سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے میرے جسم میں عافیت دی اور میری روح مجھے واپس کی اور مجھے اپنی یاد کی اجازت دی"۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ

وَلَکَ الْحَمْدُ لَکَ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ

وَ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ
اَنْتَ مَلِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَ وَعْدُکَ
الْحَقُّ وَ لِقَآؤُکَ حَقٌّ وَقَوْلُکَ حَقٌّ وَالْجَنَّۃُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِیُّوْنَ
حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ ﷺ حَقٌّ وَالسَّاعَۃُ حَقٌّ اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ
وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَبِکَ خَاصَمْتُ وَاِلَیْکَ حَاکَمْتُ
فَاغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ
وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ (بخاری)

”اے اللہ! آپ ہی کے لیے تمام تعریف ہے، آپ ہی قائم کرنے والے ہیں آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے اور آپ ہی کے لیے تمام تعریف ہے، آپ ہی کے لیے بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان میں ہے اور آپ کے لیے ہی تمام تعریف ہے، آپ نور ہیں آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان میں ہے اور آپ ہی کے لیے تمام تعریف ہے، آپ ہی بادشاہ ہیں آسمانوں اور زمین کے اور آپ کے لیے ہی تمام تعریف ہے، آپ ہی حق (اصل سچائی) ہیں اور آپ کا وعدہ بھی سچا ہے اور آپ سے ملاقات بھی حق ہے اور آپ کا قول حق ہے اور جنت حق ہے اور جہنم حق ہے اور انبیاء حق ہیں اور محمد ﷺ حق ہیں اور قیامت کی گھڑی حق ہے۔ اے اللہ! آپ کے لیے میں خود کو سپرد کرتا ہوں اور آپ پر ہی ایمان لاتا ہوں اور آپ پر ہی میرا بھروسہ ہے اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور آپ کی خاطر جھگڑتا ہوں اور آپ ہی سے فیصلہ چاہتا ہوں۔ پس بخش دیں مجھ سے جو آئندہ ہونے والے ہوں (گناہ) اور جو پہلے کر چکا اور جو پوشیدہ اور جو جان بوجھ کر ہو چکے ہوں۔ آپ ہی آگے کرنے والے ہیں اور آپ ہی پیچھے کرنے والے ہیں۔ نہیں کوئی معبود سوائے آپ کے اور نہیں گناہ سے بچنے کی ہمت اور طاقت مگر اللہ ہی کی توفیق سے“۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ . وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ (بخاری)

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لیے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ پاک ہے اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کی مدد کے بغیر نہ (کسی چیز سے بچنے کی) طاقت ہے اور نہ کچھ کرنے کی قوت، اے میرے رب! مجھے بخش دیجیے“۔

سوتے میں بے چینی، گھبراہٹ اور وحشت کی دعا

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ ، وَ شَرِّ عِبَادِهٖ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ . (ترمذی)

”میں اللہ کے تمام کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں اس کے غصے، اس کی سزا اور اس کے بندوں کے شر اور شیطانوں کے وسوسوں سے اور اس سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں“۔

بیداری

اللہ سبحانہٗ کا اِرشاد ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (الزمر : 42)

”وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت روحیں قبض کرتا ہے اور جس کی موت نہ ہو اس کی روح اس کی نیند میں (قبض) کرتا ہے۔ پھر جن کے لیے موت کا فیصلہ ہو چکا ہے، ان کی روحیں ایک مقرر وقت کے لیے واپس بھیج دیتا ہے۔ بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں“۔

سیدنا ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ''جب کوئی شخص سو جاتا ہے تو شیطان اس کے سرہانے بیٹھ کر اس کی گُدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ ہر گرہ کے ساتھ یہ بات پھونکتا ہے کہ بہت طویل رات پڑی ہے، مزے سے سوتے رہو۔ اگر یہ شخص جاگ جائے اور اللہ کا نام لے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور انسان ہشاش بشاش اور پاکیزہ نفس رہتا ہے ورنہ بدمزاج اور سست رہتا ہے''۔ (بخاری)

بیداری کے وقت کی مسنون دعائیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ (متفق علیه)

''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں مارنے (سلانے) کے بعد پھر زندہ (بیدار) کیا اور جی اٹھنے کے بعد اسی کی طرف لوٹنا ہے''۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا
وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّسَارِیْ نُوْرًا وَّ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّ تَحْتِیْ نُوْرًا
وَّ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا. وَفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا
وَّعَصَبِیْ نُوْرًا وَّ لَحْمِیْ نُوْرًا وَّدَمِیْ نُوْرًا وَّشَعْرِیْ نُوْرًا وَّبَشَرِیْ
نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا. اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا (بخاری)

''اے اللہ! کر دیجیے نور میرے دل میں، میری نگاہوں میں، میری سماعت میں، میرے دائیں طرف اور میرے بائیں طرف، میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور، میرے آگے نور اور میرے پیچھے نور۔ اور کر دیجیے نور کو میرے لیے میری زبان اور میرے پٹھوں میں، میرے گوشت، میرے خون اور میرے بالوں میں اور میرے جسم و جاں میں بھی نور کر دیجیے۔ اور نور کو میرے لیے بڑھا دیجیے۔ اے اللہ! مجھے نور عطا کر دیجیے''۔

بیماریوں کا پاکیزہ کلام سے علاج

بہترین دَم

ہر بیمار پر...... " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط "......کے ساتھ سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دَم کریں۔ رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد ہے کہ : "سورۃ الفاتحہ دَم ہے"۔ (بخاری)

بیمار پرسی کے وقت کی دعائیں اور دم

نبی اللہ ﷺ جب بیمار کے پاس تشریف لے جاتے تو اس طرح اس کی تسلی فرماتے:

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ . (بخاری)

"کوئی حرج نہیں، اللہ نے چاہا تو یہ بیماری پاک کرنے والی ہے"۔

کوئی مسلمان ایسے مریض کی بیمار پُرسی کرے جس کی موت کا وقت نہ آ پہنچا ہو اور سات دفعہ یہ کہے، تو اسے عافیت دی جاتی ہے۔

اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ (ترمذی)

"میں بڑی عظمت والے اللہ، عرشِ عظیم کے رب سے سوال کرتا ہوں کہ وہ آپ کو شفا دے"۔

سیّدہ عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی بیمار پڑ جاتا تو نبی کریم ﷺ یہ دعا کرتے اور مریض پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے"۔

اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِ وَ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ
اِلَّا شِفَآؤُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا (بخاری)

"اس تکلیف کو دور کیجیے' اے لوگوں کے پروردگار! اسے شفا عنایت کیجیے، آپ ہی شفا دینے والے ہیں، آپ کی شفا کے سوا شفا نہیں' ایسی شفا دیجیے کہ بیماری کا نام ونشان نہ رہے"۔

سحر زدہ اور نظرِ بد کے مریض پر

عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ”نظر برحق ہے اگر کوئی چیز تقدیر پر غالب آنے والی ہوتی تو نظر ہوتی“ ۔ (مسلم)

سیّدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ”جب نظرِ بد ہو جائے تو دم کر لینا جائز ہے“۔ (بخاری)

قرآنی کلمات سے نظرِ بد کے لیے دم

وَاِنْ يَّكَادُالَّذِيْنَ كَفَرُوْالَيُزْ لِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوْاالذِّكْرَ
وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝ وَمَاهُوَاِلَّاذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ. (القلم :.51,52)

”اور اگرچہ قریب تھا کہ یہ کافر تمہارے قدم اپنی نظروں سے اکھاڑ دیتے، جب قرآن سنتے ہیں تو کہتے ہیں ’یہ تو ضرور دیوانہ ہے‘ حالانکہ یہ تو ایک نصیحت ہے جہان والوں کے لیے“۔ (بخاری)

مسنون کلمات سے

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآ مَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ
عَيْنٍ لَّامَّةٍ (بخاری)

”میں تم کو اللہ کے بے عیب کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور موذی سے اور ہر نظر بد سے“۔

بِاسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيْكَ وَمِنْ كُلِّ دَآءٍ يَّشْفِيْكَ وَمِنْ
شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِيْ عَيْنٍ. (مسلم)

”شروع اللہ کے نام کے ساتھ کہ وہ آپ کو برکت دے اور ہر بیماری سے شفا دے اور حاسد کے شر سے (پناہ میں دیتا ہوں) جب وہ حسد کرے اور ہر نظر لگنے کے شر سے“۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ بیمار ہو گئے تو جبریلؑ نے آ کر پوچھا، ' اے محمد ﷺ! کیا آپ بیمار ہو گئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ''ہاں''۔ تو جبریلؑ نے اس دعا سے نبی ﷺ پر دم کیا:

بِاسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ
اَوْعَیْنِ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِاسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ۔ (مسلم)

''میں اللہ کے نام سے آپ کو جھاڑتا ہوں ہر چیز سے جو آپ کو اذیت دے اور نفس اور حاسد کی نظر کے شر سے۔ اللہ آپ کو شفا دے۔ میں اللہ کے نام پر آپ کو جھاڑتا ہوں''۔

ہر قسم کے دشمن کے شر سے اللہ کی پناہ

ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کسی قوم سے خوف محسوس کرتے تو یہ دعا کرتے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ (ابو داؤد)

اے اللہ! ہم آپ ہی کو ان کے مدمقابل کرتے ہیں اور آپ سے ہی ان کی شرارتوں پر پناہ مانگتے ہیں۔

خود پر دم کرنا

نبی کریم ﷺ جب (سحر کے اثر سے) بیمار ہوئے تو سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر خود پر دم فرماتے اور اپنے ہاتھ مبارک جسمِ اطہر پر پھیرتے۔ (متفق علیہ)

جادو کرنے یا کرانے والے کو ہلاکت کی خبر

عمرانؓ بن حصین نے مرفوعاً بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

- ''جو شخص خود فال نکالے یا اس کے لیے نکالی جائے،
- جو نجومی یا کاہن بنے یا کوئی دوسرا اس کے لیے یہ کرے،
- کوئی خود جادوگر ہو یا اس کے لیے کوئی دوسرا کرے، وہ ہم میں سے نہیں''۔ (طبرانی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''سات ہلاکت خیز گناہوں سے بچو! جن میں سے ایک جادو کرنا (یا کرانا بھی) ہے''۔ (بحوالہ بخاری)

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ... (اٰلِ عمران:133)

توبہ استغفار کی دعائیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”واللہ، میں ہر روز ستر بار سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں“۔ (بخاری)

سیّد الاستغفار

نبی اللہ ﷺ نے فرمایا، ’سید الاستغفار یہ ہے: (صفحہ 309 دیکھئے)

پھر فرمایا، ”جو کوئی یہ دعا اس پر یقین رکھ کر دن کو مانگے اور اس دن شام ہونے سے پہلے اس کو موت آ جائے تو وہ اہلِ جنت میں سے ہوگا۔ اور رات کو اس پر یقین رکھ کر پڑھے اور اسی رات کو صبح ہونے سے پہلے اسے موت آ جائے تو وہ بھی اہلِ جنت میں سے ہوگا۔“ (بخاری)

سیدنا ابوبکرؓ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، ’مجھ کو کوئی ایسی دعا بتائیں جس کو میں نماز میں پڑھا کروں‘۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ”یوں کہا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْٓ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

(بخاری)

”اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور گناہوں کا بخشنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ آپ اپنی (خاص) مغفرت سے میرے گناہ بخش دیجیے اور مجھ پر رحم کیجیے۔ بے شک آپ ہی بہت بخشنے والے مہربان ہیں“۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ (ابو داؤد، ترمذی)

”میں بخشش طلب کرتا ہوں اللہ سے جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اسی کی طرف توبہ کرتا ہوں“۔

مختلف دردوں سے نجات کے لیے دعائیں

دانت اور کان کا درد

جو کوئی چھینک کے بعد کہا کرے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ مَّا کَانَ

”جو بھی حالات ہوں ہر حال میں سب تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے“

تو اس کو دانت اور کان کے درد سے بچاؤ رہے گا۔ (الادب المفرد للبخاری)

کسی بھی قسم کا درد

عثمانؓ بن ابی العاص روایت کرتے ہیں، ’جسم میں درد کی شکایت کے لیے نبی ﷺ نے مجھے یہ عمل تلقین فرمایا کہ درد کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر تین بار بسم اللہ‘ پڑھو اور سات مرتبہ یہ دعا مانگو‘ اللہ کے فضل سے درد، دور ہو جائے گا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَآ اَجِدُ وَاُحَاذِرُ (مسلم)

”اللہ کے جلال اور اس کی قدرت کی پناہ طلب کرتا ہوں اس تکلیف کے شر سے جو اس وقت مجھے لاحق ہے اور جس کے آئندہ ہونے کا اندیشہ ہے“

زخم یا پھوڑا

”جب کوئی شخص بیمار ہوتا یا کسی کو زخم یا پھوڑا وغیرہ لاحق ہوتا تو نبی ﷺ اپنی انگشت مبارک پر لعاب دہن لگا کر زمین پر رکھتے پھر اٹھا کر تکلیف کی جگہ پر پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے:

بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَۃُ اَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا یُشْفٰی بِہٖ سَقِیْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا (بخاری)

”اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی خاک اور ہم میں سے کسی کے لعابِ دہن کی برکت سے ہمارا مریض شفا پائے گا‘ ہمارے رب کے اِذن سے“

سانپ اور بچھو کا زہر

سیّدہ عائشہؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے ہر زہریلے جانور کے ڈسنے پر دم کرنے کی اجازت عنایت فرمائی ہے ۔ (بخاری)

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو سانپ یا بچھو نے ڈس لیا تو نبی کریم ﷺ کے ایک صحابیؓ نے اس کا علاج سورۃ الفاتحہ سے کیا۔ یہ صاحب سورۃ الفاتحہ پڑھ کر اس پر دم کرتے رہے اور زخم پر اپنا لعابِ دہن لگاتے رہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے مریض شفایاب ہو گیا اور اس پر تکلیف کا ذرا بھی اثر باقی نہ رہا اور وہ تندرست ہو کر چلنے پھرنے لگا۔ (مسلم)

دکھ، کرب، بے قراری، بے چینی، سراسیمگی اور رنج و غم وغیرہ کے علاج کے لیے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ ابْنُ عَبْدِکَ ابْنُ اَمَتِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ مَاضٍ
فِیْ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَآؤُکَ اَسْئَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ ھُوَ لَکَ
سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ اَوْ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْعَلَّمْتَہٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ
اَوِاسْتَأثَرْتَ بِہٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِیْعَ
قَلْبِیْ وَ نُوْرَ صَدْرِیْ وَ جَلَآءَ حُزْنِیْ وَذَھَّابَ ھَمِّیْ . (احمد)

اِلٰہی ! میں آپ کا بندہ ہوں، آپ کے بندے کا بیٹا، آپ کی بندی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی آپ کے قابو میں ہے۔ میرے حق میں آپ کا حکم جاری ہے۔ آپ کا فیصلہ میرے بارے میں انصاف کے ساتھ ہے۔ میں سوال کرتا ہوں آپ سے اس نام کے ساتھ کہ جو آپ نے پسند کیا یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا اپنے علم غیب میں سے آپ نے اس کو اختیار کر رکھا ہے، کہ قرآن کو میرے دل کی فرحت و خوشی اور میرے سینے کی روشنی اور میرے رنج و غم کو دور کرنے والا اور پریشانیوں کو لے جانے والا کر دیجیے۔

سختی اور مصیبت کے وقت

لَآ اِلٰهَ اِلَّا للّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا للّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ، رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ . (بخاری)

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عظمت والا، بردبار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور رب ہے عرشِ عظیم کا“۔

دعائے نجات قرض

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِىْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِىْ بِفَضْلِكَ

عَمَّنْ سِوَاكَ .(ترمذی)

”اے اللہ! مجھے اپنے حلال کے ساتھ اپنے حرام کیے گئے کے مقابلے میں کافی ہو جانا اور مجھے اپنے فضل سے اپنے علاوہ سب سے غنی کر دینا“۔ (میرا بھروسہ آپ ہی پر ہو)

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ

وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَ غَلَبَةِ الرِّجَالِ. (بخاری)

”اے اللہ! میں ہر فکر اور غم سے اور عاجزی اور سستی سے اور بخل اور بزدلی سے اور قرض کے غلبہ سے اور لوگوں کے مسلط ہو جانے سے آپ ہی کی پناہ طلب کرتا ہوں“۔

کسی بیماری یا تکلیف سے تنگ آ جائیں تو موت کی تمنا کرنے کی بجائے یوں دعا کریں

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِىْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّىْ

وَ تَوَفَّنِىْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّىْ (متفق علیه)

”اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور مجھے موت اس وقت دینا، جب موت میرے لیے بہتر ہو“۔

زندگی وموت کے فتنوں سے بچاؤ‘ عذاب قبر سے نجات اور بڑھاپے کی بے بسی سے پناہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡٓ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡبُخۡلِ وَ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡجُبۡنِ
وَ اَعُوۡذُبِکَ اَنۡ اُرَدَّاِلیٰٓ اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ وَ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ فِتۡنَۃِ الدُّ نۡیَا
وَ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ عَذَابِ الۡقَبۡرِ (بخاری)

’’یا اللہ! میں بخیلی سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور میں بزدلی سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور نکمی عمر (بڑھاپے) سے اور دنیا کے فتنے اور قبر کے عذاب سے بھی آپ کی پناہ چاہتا ہوں‘‘۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡٓ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ عَذَابِ الۡقَبۡرِ وَمِنۡ عَذَ ابِ النَّارِ وَمِنۡ
فِتۡنَۃِ الۡمَحۡیَا وَالۡمَما تِ وَمِنۡ فِتۡنَۃِ الۡمَسِیۡحِ الدَّ جَّالِ ۔ (بخاری)

’’یا اللہ! میں آپ سے قبر اور جہنم کے عذاب، زندگی اور موت کی آزمائش اور مسیح دجال کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں۔

اسلام پر خاتمہ کے لیے روزانہ سونے سے پہلے پڑھی جائے

اَللّٰھُمَّ اَسۡلَمۡتُ نَفۡسِیۡٓ اِلَیۡکَ وَفَوَّضۡتُ اَمۡرِیۡ اِلَیۡکَ وَوَجَّھۡتُ
وَجۡھِیۡٓ اِلَیۡکَ ، وَاَلۡجاتُ ظَھۡرِیۡٓ اِلَیۡکَ، رَغۡبَۃً وَّرَھۡبَۃً اِلَیۡکَ
لَا مَلۡجَآءَ مِنۡکَ اِلَّآ اِلَیۡکَ ، اٰمَنۡتُ بِکِتَا بِکَ الَّذِیۡٓ اَنۡزَلۡتَ
بِنَبِیِّکَ الَّذِیۡٓ اَرۡسَلۡتَ. (بخاری)

’’اے اللہ! میں اپنی جان آپ کے سپرد کرتا ہوں اور اپنا سارا کام بھی آپ کو سونپتا ہوں اور اپنا منہ بھی آپ ہی طرف کرتا ہوں اور آپ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں‘ آپ کی عنایت وکرم ہی کی خواہش اور آپ کے عذاب کے ڈر سے بھاگ کر جانے کا ٹھکانہ یا چھٹکارا کا مقام سوائے آپ ہی کے اور کہیں نہیں ہے۔ میں آپ کی اس کتاب پر جو آپ نے نازل فرمائی اور پیغمبر پر جن کو آپ نے بھیجا، ایمان لایا‘‘۔

خاتمہ بالخیر کے لیے مزید دعائیں

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قف اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ج
تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝ (یوسف : 101)

’’اے پیدا فرمانے والے آسمانوں اور زمین کے! آپ ہی میرے ولی اور کارساز ہیں، دنیا میں اور آخرت میں بھی۔ آپ اُٹھانا مجھے اس دنیا سے فرمانبرداری کی حالت میں اور شامل کر لینا آپ مجھے اپنے بندوں میں‘‘۔

لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر ، لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ
لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَاحَوْلَ
وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. (ترمذی، ابن ماجه)

’’اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اسی کے لیے بادشاہی اور تمام تعریف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اور نہ بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی کچھ کرنے کی توفیق مگر اللہ کی مدد سے‘‘۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ يَّوْمِ السُّوْٓءِ وَمِنْ لَّيْلَةِ السُّوْٓءِ وَمِنْ سَاعَةِ السُّوْٓءِ
وَمِنْ صَاحِبِ السُّوْٓءِ وَمِنْ جَارِالسُّوْٓءِ فِیْ دَارِالْمُقَامَةِ. (طبرانی)

’’اے اللہ! بے شک میں برے دن، بری رات، بری گھڑی، برے دوست اور سکونت کے گھر میں برے ہمسائے سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں‘‘۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ
مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ. وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ مَا
عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ . (ابنِ ماجه)

’’یاالٰہی! میں آپ سے تمام بھلائیاں مانگتا ہوں جلد ملنے والی (دنیا کی) اور دیر سے ملنے والی (آخرت کی)، جن کو میں جانتا ہوں اور جن کو میں نہیں جانتا اور آپ کی پناہ مانگتا ہوں جلد یا دیر سے ملنے والی تمام برائیوں سے جن کو میں جانتا ہوں اور جن کو نہیں بھی جانتا‘‘۔

اَللّٰهُمَّ اصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ هُوَعِصْمَةُ اَمْرِیْ .
وَاصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْهَامَعَاشِیْ .
وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَادِیْ .
وَاجْعَلِ الْحَیَاةَ زِیَادَةً لِّیْ فِیْ كُلِّ خَیْرٍ
وَّاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّیْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ. (مسلم)

’’اے اللہ! آپ میرے دین کو سنوار دیجیے جو میرے کام کی حفاظت کرے
اور میری دنیا بھی سنوارے رکھیے جس میں میرا روزگار ہے
اور میری آخرت بھی سنوار دیجیے جہاں میں نے لوٹ کر جانا ہے
اور بنا دیجیے میری زندگی کو بہت زیادہ بھلائیوں کا سبب
اور بنا دیجیے میری موت کو ہر قسم کی برائی سے راحت پانے کا سبب‘‘

دعائے شہادت

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ. (بخاری)

’’اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت نصیب فرمانا اور مجھے اپنے رسول ﷺ کے شہر (مدینہ منورہ) میں موت دینا‘‘۔

> **عبداللہ بن مسعودؓ کی دعا**
>
> ’’اے اللہ! میں آپ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور وہ نعمتیں چاہتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہوں اور ہمیشگی کی اعلیٰ ترین جنت میں آپ کے پیغمبر محمد ﷺ کا ساتھ نصیب ہو‘‘۔ (مسند احمد)

بری موت سے پناہ کے لیے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ ا لتَّرَدِّیۡ وَالۡھَدۡ مِ وَالۡغَرَقِ وَالۡحَرِیۡقِ
وَاَعُوۡذُبِکَ اَنۡ یَّتَخَبَّطَنِیَ الشَّیۡطَا نُ عِنۡدَا لۡمَوۡتِ وَاَعُوۡذُبِکَ
اَنۡ اَمُوۡتَ فِیۡ سَبِیۡلِکَ مُدۡ بِرًاوَّ اَعُوۡذُ بِکَ اَنۡ ا مُوۡ تَ لَدِ یۡغًا. (نسائی)

’’اے اللہ! بے شک میں آپ ہی سے پناہ طلب کرتا ہوں، مکان سے گر کر مرنے سے اور مکان کے نیچے دب کر مرنے سے اور ڈوب کر مرنے سے اور جل کر مرنے سے اور پناہ مانگتا ہوں آپ سے کہ مرنے کے قریب شیطان مجھ کو اُچک لے اور پناہ چاہتا ہوں آپ سے کہ آپ کی راہ میں پیٹھ پھیر کر مروں اور پناہ چاہتا ہوں آپ سے کہ (کسی زہریلے جانور کے ڈسنے سے میری موت واقع ہو‘‘۔

آخری دعا

خوش نصیب مسلمان کا آخری کلام ’’کلمہ توحید‘‘ کے علاوہ یہ مسنون دعا ہونی چاہیے:

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَارۡحَمۡنِیۡ وَاَلۡحِقۡنِیۡ بِالرَّفِیۡقِ ا لۡاَعۡلٰی . (متفق علیہ)

’’اے اللہ! مجھے بخش دینا، مجھ پر رحم کرنا اور مجھے بلند رفیق یعنی اپنے ساتھ ملا دینا‘‘۔

قریب المرگ کی روح نکل جائے تو اس کی آنکھیں بند کرنے کے بعد یہ دعا کی جائے

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِاَبِیۡ سَلَمَةَ وَارۡفَعۡ دَرَجَتَهٗ فِی الۡمَھۡدِ یِّیۡنَ وَاخۡلُفۡهُ فِیۡ
عَقِبِهٖ فِی الۡغَا بِرِیۡنَ وَاغۡفِرۡ لَنَا وَلَهٗ یَا رَبَّ الۡعَا لَمِیۡنَ وَافۡسَحۡ لَهٗ فِیۡ
قَبۡرِهٖ وَنَوِّ رۡ لَهٗ فِیۡهِ . (مسلم) (دعا کے وقت ابوسلمہؓ کی جگہ میت کا نام لیا جائے)

’’اے اللہ! ابوسلمہؓ کو بخش دینا اور ان کے درجے ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند فرمانا اور ان کے بعد ان کے پسماندگان کی حفاظت فرمانا۔ یا رب العالمین! ہم کو بھی بخش دینا اور ان کو بھی اور ان کی قبر ان کے لیے کشادہ اور منور کر دینا‘‘

میت کی مغفرت کے لیے مسنون دعائیں

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا وَشَاھِدِنَا وَغَآئِبِنَا. اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِیْمَانِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِسْلَامِ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهٗ (ابو داؤد)

’’اے اللہ! ہمارے زندوں و مُردوں، اور چھوٹے و بڑے اور مَردوں و عورتوں، اور حاضر و غائب کی بخشش فرما دیجیے۔ اے اللہ! ہم میں سے جسے بھی آپ زندہ رکھیں، اسے اسلام پر زندہ رکھیں اور جسے موت دیں، اس کا خاتمہ ایمان پر کریں۔ اے اللہ! اس جانے والے (کی جدائی پر صبر) کے اجر سے ہمیں محروم نہ رکھنا اور اس کے بعد ہمیں گمراہ بھی نہ کر دینا‘‘۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَکْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَھْلِهٖ وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ (مسلم)

’’اے اللہ! اس (میت) کی بخشش فرمائیے، اس پر رحم کیجیے، اس سے درگزر کر کے اسے معاف فرما دیجیے، اس کی مہمانی اچھی طرح فرمائیے، اس کی رہائش کو کشادہ فرما دیجیے، اس (کے گناہ) پانی، برف اور اولوں سے دھو دیجیے، اسے خطاؤں سے اس طرح صاف کر دیجیے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اسے اس کے پہلے گھر سے بہتر گھر عطا کیجیے اور اس کے اہل خانہ سے بہتر اہل خانہ اور اس کے ساتھی سے بہتر ساتھی عنایت فرما دیجیے، اور اسے قبر کے عذاب اور آگ کے عذاب سے محفوظ کر کے جنت میں داخل فرما دیجیے‘‘۔

اَللّٰھُمَّ عَبْدُ کَ وَابْنُ اَ مَتِکَ ا حْتَاجَ اِلٰی رَحْمَتِکَ وَاَ نْتَ غَنِیٌّ عَنْ

عَذَ ابِہٖ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِیْ حَسَنَا تِہٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْاً ءً فَتَجَاوَزْعَنْہُ

(حاکم)

’’یا اللہ! آپ کا غلام اور آپ کا غلام زادہ آپ ہی کی رحمت کا محتاج ہے، آپ کی ذاتِ عالی عذاب دینے سے بے نیاز ہے۔ اگر وہ اچھائیوں والا تھا تو اس کی ان اچھائیوں (پرثواب) بڑھا دیجیے اور اگر برائیوں پر تھا تو اس سے درگزر فرمائیے‘‘۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ (فُلاَ نَ ابْنَ فُلاَنٍ) فِیْ ذِ مَّتِکَ وَحَبْلِ جَوَارِکَ فَقِہٖ مِنْ

فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَعَذَ ابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَھْلُ الْوَ فَآءِ وَالْحَقِّ فَاغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ

اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (ابو داؤد، ابن ماجہ)

(اس دعا میں فلاں بن فلاں کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لیا جائے گا جیسے عبداللہ بن عزیز)

’’یا الٰہی! فلاں بن فلاں آپ کے سپرد اور آپ کی حفاظت میں۔ اسے قبر کے فتنہ اور آگ کے عذاب سے محفوظ رکھیے۔ حق اور وفا صرف آپ کی ذات میں ہے، اس کی مغفرت فرمائیے اور اس پر رحم کیجیے۔ بلاشبہ صرف آپ ہی بخشنے والے اور مسلسل رحمت کرنے والے ہیں‘‘۔

وضاحت: عورت کی میت کے لئے دعاؤں میں ہٗ کی جگہ ھا پڑھا جائے گا۔

نمازِ جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد مندرجہ بالا دعاؤں میں سے پڑھنا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

خواتین کے لیے

خواتین چونکہ نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکنے کی وجہ سے اس اجر سے محروم رہ جاتی ہیں لہٰذا ان کے لیے میت کے گھر میں فارغ بیٹھنے اور دنیا کی باتیں کرنے سے بہتر ہے کہ یہی مسنون دعائیں پڑھتی رہیں اور میت کے لیے اور اپنے واسطے اجر و ثواب حاصل کریں۔

میت کے گھر والوں کے پڑھنے کے لیے ایک اور مسنون دعا

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلَہٗ وَاَعْقِبْنِیْ مِنْہُ عُقْبیً حَسَنَۃً.

(مسلم ، ابو دائود، ترمذی ، نسائی)

”اے اللہ! میری اور اس (مرنے والے) کی بخشش فرمانا اور مجھے اس کا بہترین بدلہ عطا کرنا (صبر کرنے پر اجر اور نعم البدل دونوں مراد ہیں)“۔

سلام اور دعائے زیارتِ قبور

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ. وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ لَلَاحِقُوْنَ أَسْئَلُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ. (مسلم)

”السلام علیکم! اس گھر کے رہنے والے مومنو اور مسلمانو! ہم ان شاء اللہ تم سے آ ملنے والے ہیں۔ ہم اللہ سے اپنے اور تمہارے لیے خیر و عافیت کے طلبگار ہیں“۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِیْنَ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ

(مسلم)

”مومن اور مسلمان گھر والوں پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہم سے پہلے پہنچنے والوں اور بعد میں آنے والوں پر رحمت فرمائے اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے آ ملنے والے ہیں“۔

موت کا خاتمہ

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ جب جنتی لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے اور جہنمی لوگ جہنم میں تو اس وقت موت کو لایا جائے گا۔ پھر جنت اور جہنم کے درمیان اس کو ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی کرنے والا یوں منادی کرے گا:

" اے اہلِ جنت ! اب تم کو موت نہیں ہے اور،
اے اہلِ جہنم ! اب تم کو بھی موت نہیں ہے"۔

اس وقت جنتیوں کو خوشی پر خوشی اور جہنمیوں کو رنج پہ رنج ہوگا۔ ﴾

(بخاری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الہدیٰ ایک نظر میں

الہدیٰ انٹرنیشنل ویلفیئر فاؤنڈیشن پاکستان 1994 سے تعلیم اور معاشرتی فلاح و بہبود کے میدان میں سرگرم عمل ہے۔ الحمدللہ! پاکستان اور بیرون ملک اس کی بہت سی شاخیں کام کر رہی ہیں۔ فاؤنڈیشن کے تحت درج ذیل شعبہ جات کام کر رہے ہیں:

شعبہ تعلیم و تربیت

اس شعبہ کے تحت قرآن و سنت کی تعلیم طلباء و طالبات کی تربیت و کردار سازی کے لیے مختلف دورانیے کے درج ذیل کورسز کروائے جاتے ہیں:

- تعلیم القرآن ڈپلومہ کورس
- تحفیظ القرآن کورس
- تعلیم التجوید سرٹیفیکیٹ کورس
- تعلیم دین کورس
- تفہیم دین کورس
- صوت القرآن کورس
- تعلیم الحدیث سرٹیفیکیٹ کورس
- فہم القرآن سرٹیفیکیٹ کورس
- خط و کتابت کورسز
- سمر کورسز
- سوشل میڈیا کے ذریعہ کورسز
- روشنی کا سفر
- روشنی کی کرن
- ریالٹی چیک

ہمارے بچے کورسز:
- منارالاسلام
- مصباح القرآن
- مفتاح القرآن

- **الہدیٰ انٹرنیشنل سکول** میں مانٹیسوری تا گریڈ 9 تک کے بچوں کو جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن و سنت کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

شعبہ خدمت خلق

اس شعبہ کے تحت معاشرتی فلاح و بہبود کے مندرجہ ذیل منصوبہ جات پر کام کیا جاتا ہے:

- راشن کی فراہمی رمضان المبارک میں
- اجتماعی قربانی عیدالاضحیٰ کے موقع پر
- روزگار کی فراہمی
- ماہانہ وظائف بیوہ اور نادار خواتین کے لیے
- تعلیمی وظائف مستحق طلبہ کے لیے
- کچی بستیوں میں تعلیمی اور رفاہی کام
- دینی و سماجی رہنمائی پریشان افراد کے لیے
- کفن کی دستیابی
- فری میڈیکل کیمپوں کا قیام
- کنوؤں کی کھدائی اور پانی کی فراہمی
- ضروری امداد قدرتی آفات کے موقع پر

شعبہ نشر و اشاعت

- اس شعبہ میں عوام الناس کی راہ نمائی کے لیے تحقیق شدہ تحریری اور تقریری مواد کی تیاری اور نشر و اشاعت کا کام کیا جاتا ہے۔
- **اشاعت کتب:** اردو، انگریزی کے علاوہ دیگر علاقائی زبانوں میں مختلف دینی موضوعات پر کتب، کارڈز، کتابچے اور پمفلٹس تیار کیے جاتے ہیں۔
- **آڈیو اور ویڈیو:** قرآن مجید کی تفسیر کے علاوہ حدیث، سیرت، فقہ اور دیگر تعلیمی، تربیتی، اخلاقی اور معاشرتی موضوعات پر آڈیو اور ویڈیو لیکچرز درج ذیل فورمز پر بلا معاوضہ پیش کیے جاتے ہیں:

☆ **Websites:** www.alhudapk.com , www.farhathashmi.com

☆**Telegram Channels:** AlhudaNewsChannel/25

☆ **Alhuda Apps**: www.farhathashmi.com/alhuda-apps/

☆ **Face book:** www.facebook.com/DrFarhatHashmi/

الہدیٰ پبلی کیشنز (پرائیویٹ لمیٹڈ)

AL-HUDA
Publications (Pvt) Ltd.

پڑھئیے اور پڑھائیے

اسلام آباد: 7-اے کے بروہی روڈ H-11/4 اسلام آباد پاکستان فون: 1-4866130-51-92+
www.alhudapk.com www.farhathashmi.com

نمبرشمار	نام کتاب و پمفلٹ	مؤلف	قسم	قیمت	آرڈر
1	قرآن مجید۔لفظی ترجمہ (سفید پارہ) (اُردو)	ڈاکٹر فرحت ہاشمی	کتاب		
2	قرآن مجید کی منتخب آیات اور سورتیں (اُردو/انگلش)	الہدیٰ شعبہ تحقیق	〃		
3	قرآن مجید کی منتخب سورتیں (اُردو/انگلش)	〃	〃		
4	منتخب آیات قرآنیہ (اُردو)	〃	〃		
5	قرآن کریم اور اس کے چند مباحث (اُردو)	محمد ادریس زبیر	〃		
6	حدیث رسول ﷺ	〃	〃		
7	علم حدیث	〃	〃		
8	فقہ اسلامی	〃	〃		
9	شہر رمضان	ڈاکٹر فرحت ہاشمی	〃		
10	والدین ہماری جنت	〃	〃		
11	وایاک نستعین (صبح وشام کے اذکار و حفاظت کی دعائیں) اُردو (4 سائز)	〃	〃		
12	قرآنی ومسنون دعائیں (2 سائز)	〃	〃		
13	قال رسول اللہ ﷺ	الہدیٰ شعبہ تحقیق	〃		
14	حسن اخلاق	〃	〃		
15	صدقہ وخیرات	〃	〃		
16	رب زدنی علما	〃	〃		
17	عربی گرائمر	〃	〃		
18	بیوگی کا سفر	امّ عثمان	〃		
19	میرا جینا میرا مرنا	〃	〃		
20	ابوبکر صدیقؓ	یاسمین خاکوانی	〃		
21	اسلامی عقائد	زبیدہ عزیز	〃		
22	العقيدة الواسطيه	الہدیٰ شعبہ تحقیق	〃		
23	فتنوں کے دور میں	الہدیٰ شعبہ تحقیق	کتابچہ		
24	حج بیت اللہ	〃	〃		
25	محمد ﷺ کے معمولات اور معاملات	ڈاکٹر فرحت ہاشمی	〃		
26	شعبان المعظم	الہدیٰ شعبہ تحقیق	〃		
27	رجب اور شبِ معراج	〃	〃		
28	صفر کا مہینہ اور بدشگونی	〃	〃		
29	آخری سفر کی تیاری (اُردو)	〃	〃		
30	زادہ راہ (انگلش/اُردو)	〃	〃		
31	سفر کی دعائیں	〃	〃		
32	لبیک عمرہ	〃	〃		
33	حج وعمرہ رہنمائی اور دعائیں	〃	نیکلیس		
34	تکمیل قرآن کی دعائیں	〃	کتابچہ		
35	حسن بصریؒ	〃	〃		
36	پردیسی یا مسافر	〃	〃		
37	نماز باجماعت کا طریقہ	〃	پمفلٹ		
38	تیمّم	〃	〃		
39	نماز فجر کے لیے کیسے بیدار ہوں؟	〃	〃		
40	عشرہ ذوالحجہ اور کرنے کے کام	〃	〃		
41	عشرہ ذوالحجہ عیدالاضحٰی اور قربانی	〃	〃		

نمبرشمار	نام کتاب و پمفلٹ	مؤلف	قسم	قیمت	آرڈر
42	نماز استسقاء		پمفلٹ		
43	جمعہ کا دن		〃		
44	غسل میت اور کفن پہنانے کا طریقہ		〃		
45	درود وسلام۔الصلاۃ علی النبی ﷺ		〃		
46	محرم الحرام		〃		
47	عیدالفطر		〃		
48	اظہار محبت کیسے؟		〃		
49	ان حالات میں کیا کریں؟		〃		
50	ہم دین کا کام کیوں کریں؟		〃		
51	ڈینگی بخار		〃		
52	پانی بچائیے		〃		
53	لبیک عمرہ		〃		
54	الہدیٰ ایک نظر میں		〃		
	کارڈز/پوسٹرز				
55	فہم القرآن میں مددگار دعائیں	الہدیٰ شعبہ تحقیق	کارڈ		
56	حصول علم میں مددگار دعائیں		〃		
57	حفاظت کی دعائیں		〃		
58	میت کی بخشش کی دعائیں		〃		
59	صالح اولاد کے لیے دعائیں		〃		
60	رنج وغم کے ازالہ کی دعائیں		〃		
61	رمضان کی دعائیں		〃		
62	تقویٰ کے حصول کے لیے دعائیں		〃		
63	نماز کے بعد کے مسنون اذکار		〃		
64	ذکر الٰہی		〃		
65	مقبول دعائیں		〃		
66	صبح وشام کے اذکار		〃		
67	تہجد کی دعا		〃		
68	آیات شفا		〃		
69	تکبیرات		〃		
70	استغفر اللہ		〃		
71	رشتوں کو جوڑیئے		〃		
72	استخارہ کب، کیوں اور کیسے؟		〃		
73	محرم الحرم پوسٹرز		پوسٹرز		
74	ماہ صفر 10 پوسٹرز		〃		
75	احادیث رسول ﷺ پر مبنی 12 پوسٹرز		〃		
76	ماہ رمضان اور روزے سے متعلق احادیث 29 پوسٹرز		〃		
77	ذوالحجہ کی فضیلت اور کرنے کے کام 22 پوسٹرز		〃		
78	دوائے شافی پوسٹرز		〃		
79	کھانے پینے کے آداب پوسٹر		〃		
80	شدت بھوک کے وقت کی دعا		〃		
81	کسی بستی یا شہر میں داخل ہونے کی دعا		〃		

نمبر شمار	کارڈز / پوسٹرز	قسم	قیمت	آرڈر
82	ہر ماہ میں تین روزے	پوسٹرز		
83	قبول دعا کا موقع			
84	آیت الکرسی حفاظت کا ذریعہ	〃		
85	دجال کے فتنے سے پناہ مانگنا	〃		
86	سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات کی فضیلت	〃		
87	کامیاب لوگوں کے 8 زریں اصول	〃		
88	حضرت اسماعیلؑ کی قربانی	〃		
89	نماز جنازہ کا طریقہ	〃		
90	حالتِ حیض میں قرآن کی تلاوت کی رخصت	〃		
91	دعائے استفتاح	〃		
92	قومہ کی دعائیں	〃		
93	سجدے کی دعائیں	〃		
94	رکوع کی دعائیں	〃		
95	تشہد و درود کے بعد کی دعائیں	〃		
	اسٹکرز			
96	مختلف مواقع کی دعائیں	〃		
97	بُک مارک	〃		
98	**انگلش پروڈکٹس** (نام کتاب و پمفلٹ)			
99	Word for Word Translation of the Qur'an (Blue Juz')	Book		
100	Selected Ayahs of the Qur'an	〃		
111	Selected Ayahs & Surahs of the Qur'an	〃		
102	Selected Surahs of the Qur'an	〃		
103	Al-Huda Student Guide	〃		
104	Reading & Writing book 1	〃		
105	Quranic & Masnun Supplications 2 sizes	〃		
106	Wa Iyyaka Nastaeen and you alone we ask for help'	〃		
107	Qaala Rasul Allah ﷺ	〃		
108	Sadqah o Khairaat	〃		
109	Rabbi Zidni Ilma	〃		
110	The Month of Ramadan	〃		
111	Prophet Muhammad ﷺ A Mercy For Children	Booklet		
112	Prayers For Travelling	〃		
113	Muhammad ﷺ Habits and Dealings	〃		
114	Supplications for Hajj & Umrah	〃		
115	Peace & Blessings Upon Prophet Muhammad ﷺ	Pamp		
116	Friday-A Blessed Day	〃		
117	The Sacred Month of Muharram	〃		
118	Ten Blessed Days Of Zul-Hijjah	〃		
119	Ashrah-e-Zul-Hijjah-Things To Do	〃		
120	The Hidden Pearls	Pamp		
121	New Year	〃		
122	Fasting in Ramadan	〃		
123	True Love	〃		
124	Tayammum	〃		
125	Supplications for Attaining Taqwa	〃		
126	Astaghfirullah	〃		

نمبر شمار	نام کتاب و پمفلٹ	مؤلف	قسم	قیمت	آرڈر
127	Masnun Supplications After Salah		〃		
128	Prayers for Attaining Knowledge		〃		
129	Supplications for Protection		〃		
130	Remembrance of Allah		〃		
131	Supplications for Righteous Children		〃		
132	Supplications for Ramadan		〃		
133	Supplications for the Forgiveness of the		〃		
134	Supplications for sorrow & distress				
135	Supplications at the time of severe hunger		Poster		
136	Takbeeraat				
137	**ہمارے بچے**		کتاب		
138	رمضان سے ذوالحجہ		〃		
139	مسلم ہیروز (رہنمائے اساتذہ)		〃		
140	میری نماز (رہنمائے اساتذہ)		〃		
	مفتاح القرآن نصاب برائے ناظرہ وحفظ		〃		
141	رمضان سے ذوالحجہ		〃		
142	مسلم ہیروز		flash cards		
143	بچے چھٹیاں کیسے گزاریں		پمفلٹ		
144	Ramadan Mubarak(Planner) (2 size)				
145	Miftah Al Quran(Quranic Recitation)		〃		
146	Miftah Al Quran(Student's Diary)				
147	Laylat Al-Qadr activity book		〃		
148	**متفرقات**		〃		
149	Al-Huda Writing pad (2 sizes)		〃		
150	کفن پیک / گاؤن / سکارف / الھدیٰ چٹ پیڈ				
151	**نئی مطبوعات**	New Release	〃		
152	سونے جاگنے کے آداب واذکار	ڈاکٹر فرحت ہاشمی	کتاب		
153	كَيْفَ تَنْجُوْمِنْ مَكَائِدِ الشَّيْطَانِ		〃		
154	الاربعون النووية		〃		
155	سونے جاگنے کے اذکار		کارڈ		
156	فہرس باسماء السور		〃		
157	الاسماء الحسنٰی		〃		
158	شفاء کی دعائیں		〃		
159	سفر کی دعائیں		〃		
160	Prayers for Healing		Booklet		
161	Ayat Al-Kursi - A source of protection		Card		
162	A Precious Moment for Du'a		Card		
163	دعا کیجیے		Book		
164	احادیث پوسٹرز / شب وروز مسلسل ذکر سے افضل		Posters		
165	صلوۃ ٹائم	My Prayer Tree	Booklet		
166	اياك نستعين	نظر ثانی شدہ	Book		
167	سونے جاگنے کے اذکار		〃		
168	الوسائل المفيده / فقه القلوب / اِم حكيمة	اردو/انگلش	Book		
169	درد کا بہترین نسخہ		کارڈ		
170					

آہ ! ..... روانگی کا وقت آ گیا

اب سفرِ واپسی ہے اسی مطلوبِ حقیقی کی طرف، جس نے اپنے بندے کو کچھ عرصہ کے لیے یہاں امتحان گاہ میں بھیجا تھا، تا کہ وہ ایک بہتر اور روشن مستقبل (آخرت) حاصل کرنے کے لیے اپنے حال (دنیا) کی اصلاح کر لے۔ اب اس کو اپنے رب کے حضور حاضر ہو کر اپنی زندگی بھر کی کارگزاری پیش کرنی ہے، اپنے مالک سے ملاقات کرنی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ’’جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے، جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتا‘‘۔ (متفق علیہ)

جس بندے نے بھی اس کے ساتھ ملاقات کو یاد رکھا اور اس ملاقات کو مقصدِ زندگی بنایا، وہ اب کامیابی کے ساتھ وداع ہو رہا ہے، کتنا تھوڑا قیام تھا اور کیا خوب نبھایا !

اس کے برعکس وہ جو منصب، عہدے، شان اور جاہ و جلال کے ساتھ دنیا میں رہنے کے انتظامات کی فکر میں لگا رہا، دنیا کے مشاغل نے سوچنے ہی نہ دیا کہ .... اتنا تھوڑا قیام .... اور اتنی زبردست تیاری !

بغیر ائیر کنڈیشنڈ گاڑی کے گھر سے نہ نکلنے والا بھی آج اسی کھاٹ پر سوار ہو کر نکل رہا ہے اور ان گاڑیوں کو حسرت سے دیکھنے والے کی بھی آج وہی سواری ہے۔

TM
AL-HUDA
Publications (Pvt) Ltd.

ISBN 978-969-8665-37-1
04010037

TM
AL-HUDA
Publications (Pvt) Ltd.